MAULANA ISMAEEL PIR BHAT
From

MUFTI GHULAM SARWAR QADRI (M.A.)
Member Federal Zaqat Council & Advisor
Shariyat Court, Pakistan
JAMIA GHOUSIA, MAIN MARKET,
GULBERG, LAHORE, PAKISTAN
PHONE: 872396

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ رسالہ معتبر کہ بیچ رد تحریر رہبان امیر الدین غیر مقلد بھیسلانی کے جسکو بکمال تحقیق و بنہایت تدقیق و بنظر احقاق حق و ابطال باطل جناب فیضمآب عالم جلیل الشان مولانا نذیر احمد خان صاحب مدظلہ نے تالیف فرمایا

مسمّٰی بہ

امطار الحق

باہتمام تام وکوشش تمام جناب منشی عبد الکریم صاحب

در مطبع دت پرشاد واقع بمبئی طبع شد

Wahabion Ahlehadeeson ka Radd

وَاللّٰہُ یَہْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ رسالہ متبرکہ جو رد تحریر میاں امیر الدین نجیب نقشبند جیلانی کے جسکو بکمال
تحقیق و نہایت تدقیق و بنظر حقانی حق و ابطال باطل جناب فیض مآب عالم جلیل الشان مولانا
نذیر احمد خان صاحب مدظلہ نے تالیف
فرمایا

مسمّٰی بہ

اِمطارُ الحق

باہتمام تام و کوشش تمام جناب منشی عبد الکریم صاحب

در مطبع دت پرشاد واقع بمبئی طبع شد

یہ کتاب مستطاب آج سے ایک سو چوبیس سال پہلے کی تصنیف ہے۔

فہرست مضامین

بہترین جزاء

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے سرپرست ادارہ ہذا جناب

الحاج عبد الرشید قریشی (چیف انجینئر ریٹائرڈ و ستارہ خدمت)

کو بہترین جزاء عطاء فرمائے جن کی خصوصی و مخلصانہ معاونت سے ایسی عظیم الشان اور نایاب تحقیقی و علمی ذخیرہ پر مبنی کتاب قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی عمر و حسن عمل و نور ایمان میں برکتیں عطا فرمائے۔

آمین۔ (ناظم ادارہ ہذا)

التوزیع: من الادارۃ المرکزیۃ لاشاعۃ القرآن والسنۃ بھیمن مارکیٹ گلبرگ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم المرسلین وآلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین **اما بعد** واضح ہو کہ ایک صاحب شافعی المذہب نے بمقابلہ شخص ایک امیر الدین لامذہب یعنی غیر مقلد وہابی کے واسطے ثبوت تقلید شخصی ایک امام معین کے ائمہ اربعہ میں سے یہ عبارت فتح المعین شرح قرۃ العین کتاب شافعی المذہب کے اذا تمسک العامی بمذہب لزمہ موافقتہ پیش کی جس کا مطلب یہ ہے کہ جب عامی کسی مذہب کو پکڑے تو اس مذہب کی موافقت اس کو لازم و واجب ہے تو مسمی امیر الدین جس کا بے علم ہونا اس کے اقوال سے ظاہر ہے اور مولوی نذیر حسین دہلوی جو مکہ معظمہ میں توبہ اپنے مذہب لامذہبی سے کر چکے ہیں چنانچہ توبہ نامہ خاص مکہ شریفہ کے مطبع میں اسی ہی زمانہ میں جب وہ وہیں تھے چھپ کر ملکوں میں شائع ہوا اور ہندوستان تک بھی پہنچا اور جب کسی نے اس کا انکار کیا تو دوبارہ پھر اس کی تصدیق مکہ شریفہ سے مع مواہیر علمائے کرام مطبوع ہوئی ان کی کتاب معیار الحق کو دلیل بنانا امیر الدین کا اس کی بے علمی و بے فہمی کی برہان قوی ہے مسمی امیر الدین کو اتنی خبر نہیں کہ معیار الحق کے ساتھ عین کسے کہتے ہیں اور اس معیار الحق کا رد ایک کتاب مولوی محمد شاہ صاحب دہلوی کی ہے جس کا نام مدار الحق ہے جس کا جواب آج تک کسی مذہب سے نہ ہو سکا مطبوع ہو چکی ہے اس کے رد میں بحر زخار جو کسی لامذہب نے لکھا ہے تو اس نے اسمیں اُسکے پورے پورے اقوال انتصار الحق کے ذکر نہیں کئے ہیں اسواسطے کہ اگر وہ لامذہب پورے پورے قول ذکر کر دیتا تو ہر ایک ادنی تمیز والا بھی جان لیتا کہ یہ ہرگز جواب انتصار الحق کا نہیں ہے اب اسقدر دیکھنے والوں وقت ہوگی کہ انتصار الحق اپنے پاس رکھ کر اول انتصار الحق کا قول دیکھ کر پھر بحر زخار والے کا ہذیان دیکھینگے تو بخوبی جان لینگے کہ بحر زخار ہرگز جواب انتصار الحق کا نہیں ہے اس واسطے اسکے جواب لکھنے کی چنداں حاجت نہ تھی تب بھی مقتضائے دروغگو را تا بدروازہ باید رسانید

...ب جواب دا سپر میں موجود ہو جسکو ضرورت ہو نقل کر لیگا اور اسکے طبع ہونے تک ہی راقم کو خبر نہیں ہے چونکہ یہ لوگ عادت
...م کو جہانتک ہوسکتا ہے کسی نہ کسی حیلہ و بہانہ سے بہکاتے و گمراہ کرتے ہیں اور دھوکہ و فریب کذب و افترا سے کبھی پرہیز نہیں کرتے
...سواسطے مسمی امیرالدین نے وہی اقوال مردودہ معیار الحق کو جسکی تفسیر اغلاط و دھوکہ و فریب و بے علمی سے بھرے ہوئے ہیں
...م کو دھوکہ دیکر فتح المبین کی عبارت کی رد میں لکھکے رسالہ اوس ہی معیار الحق کا دیا اگرچہ معیار الحق کے اقوال کی
...ے جواب دینے کی اور انکے دھوکہ و فریب کے اظہار کی بیان کی ضرورت نہیں فقط اسیقدر کافی ہے کہ معیار الحق کے اقوال
...مردودہ کا رد انتصار الحق میں خوب تفصیل و بسط سے موجود ہے منصفین کو چاہئے کہ انتصار الحق مطبوع طلب کرکے معیار الحق
...اقوال کی مردودیت پر واقف ہوجاویں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب تقلید مجتہدین کی رضی اللہ عنہم انکے نزدیک ناجائز و حرام و خلاف
...قرآن ہے اور انکے زعم باطل کے موافق تو مولوی نذیر حسین اور مولوی اسمٰعیل دہلوی مقتول والا معین رسالات انکے کے اقوال کو ماننا
...اس بارہ میں کہ تقلید مذہب معین کی ناجائز ہے بھی تو انکے قول کی تقلید ہوا اور ان بیچاروں کی تو غلطیوں معتبر ہیں کوئی حقیقت
...نہیں جانتے ہیں نہ انکے عقیدہ کا ٹھکانہ اور نہ انکے تمام اقوال مقلدین کے نزدیک موافق عقیدہ اہل سنت و جماعت کے
...بلکہ خلاف عقیدہ اہلسنت و جماعت کے ہیں مولوی اسمٰعیل دہلوی مقتول نے امکان کذب باری کا مسئلہ خلاف عقیدہ
...سنت و جماعت کے تیرھویں صدی میں گھڑا اور یہ عقیدہ اختراع کیا کہ آنحضرت صلعم کی تعظیم بڑے بھائی کی سی چاہئے اور
...آنحضرت صلعم کو بڑا بھائی بتایا اور دوسری اسی قسم کی باتیں کہ ان کو نے کتب اہل سنت و جماعت میں تصریح ہے کہ اعتقاد امکان
...باری کا اور آنحضرت صلعم کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کرنا اور آنحضرت صلعم کو بڑا بھائی بتانا اور سے کے اہلسنت و جماعت
...سے کوئی انکا قائل ہوا ہو اور نہ اسکی تصریح کتب عقائد میں دیکھو جسکو دعوی ہو وہ خارج ہوا اہل سنت و جماعت میں سے
...مولوی اسمٰعیل مقتول کا واضح ہو مولوی نذیر حسین بھی مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ایسے اقوال کی تصدیق کرتے ہیں سب
...مولوی اوسی کے مذہب کے مقلد اور ان مزخرفات کے ثبوت کے واسطے وہابی لوگ جو آیات و احادیث پیش کرتے ہیں تو وہ ویسے ہی ان آیات
...احادیث سے ان مزخرفات کا ثبوت تصنیف کرنا بھی انکا وہم فاسد ہے اہل سنت محققین معتبرین کی کتب میں ہرگز ان آیات و احادیث
...سے ان مزخرفات کا اثبات نہیں کیا ہے پس ان آیات و احادیث سے ان مزخرفات امکان کذب باری اور ترک تعظیم آنحضرت صلعم کی
...بھائی کی سی کرنا اور آنحضرت کو بڑا بھائی بتانا ثابت کرنا بھی خود انہی وہابی لوگوں کا کام ہے نہ ائمہ مجتہدین محققین و متکلمین و مدققین کا کسی
...مسئلہ ہو تو ثابت کرے کہ ان آیات و احادیث سے یہ مزخرفات کسی محقق نے ثابت کئے ہیں پس اون آیات و احادیث کو
...مزخرفات کے ثبوت کی دلیل قرار دینا بھی انکا مسلک اہل سنت و جماعت کے نہیں ہے فقط انہیں متعصبین کا گمان فاسد
...موافق ہے والا معین کو رسالات مطبوع لاہور کے صفحہ ۱۲ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اور انکے ہمراہی حضرت خاتم

کو انت زید نے مضمون اشتہار میں لکھا ہوا مسئلہ رد انفض کا ہو اس سے ملا معین کا مذہب رفض واضح ہو اور بھی کتاب کے
میں ہے کہ امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ کی بعثت میں جو لوگ مر گئے ہیں اونکے زمانہ میں قبل قیامت کے سب قبروں سے زندہ ہو کر
مستفید ہونگے یہی مذہب روافض کا مسئلہ ہے پس اس امیر الدین بے علم و بے فہم کو اتنی خبر نہیں کہ جب مولوی نذیر حسین و مولوی
دہلوی کو اہل سنت و جماعت مقلدین اہل سنت و جماعت سے نہیں جانتے ہیں بلکہ اونکو عالم کامل و محقق بھی نہیں مانتے
تو انکے اقوال باطلہ تقلید مذہب معین کی عدم جواز کو کس طرح قبول کرینگے اور ان لوگونکا قرآن و احادیث کو مقلدین
مقابلہ میں پیش کرنا اس امر کو نہیں چاہتا کہ یہ لوگ تمام عقاید میں موافق اہل سنت و جماعت کے ہیں اور جس مدعی پر قرآن
و احادیث پیش کرتے ہیں وہ مدعی نفس الامر میں قرآن و احادیث سے ثابت ہے اور حق ہے کیونکہ سوا اہلسنت و جماعت کے جو
فرقے اہل بدعت ضلالت روافض خوارج معتزلہ جبریہ قدریہ وغیرہم کے ہیں اونمیں کونسا ایسا فرقہ ہے کہ اپنے مدعی فاسد کے واسطے قرآن
و احادیث پیش نہیں کرتا ہے پس جیسے اون فرقوں ضالہ کا قرآن و احادیث پیش کرنا ہے ایسے ہی ان وہابیونکا قرآن و احادیث
پیش کرنا ہے پس جیسے اونکے یعنے فرقوں ضالہ روافض وغیرہم کا قرآن پیش کرنے سے انکا مدعا فاسد ثابت نہیں ہوتا ہے ایسے
ان وہابیوں کا مذہب بھی قرآن و حدیث پیش کرنے سے عدم جواز تقلید مذہب معین وغیرہ انکے مزعومات فاسدہ کا ثبوت نہیں
ہوتا ہے الغرض ہم سب اہلسنت و جماعت مقلدین کے نزدیک یہ لوگ مولوی اسمعیل و ملا معین الدین و مولوی نذیر حسین وغیرہم
اہل سنت و جماعت میں نہیں اور نہ انکا قول کسی پر حجت و دلیل ہے اور نہ انکے قرآن و حدیث پیش کرنے سے انکا مدعی فاسد ثابت ہے پس
پھر انکے اقوال پیش کرنا سراسر حمق و سفاہت ہے منصفین کے نزدیک یہ جواب اجمالی واسطے تردید تحریر پرتزویر امیر الدین اور اوسکے دو
بھائیوں وہابیوں کا کافی و وافی ہو سکتا ہے کیونکہ شخص امیر الدین بے علم و بے فہم آدمی معلوم ہوتا ہے اسیواسطے مولوی اسمعیل و ملا معین الدین
و مولوی نذیر حسین کے اقوال جو ہم سب اہل اسلام اہل سنت مقلدین کے نزدیک مسلم نہیں اور نہ معتبر ہیں پیش کرتا ہے ورنہ طالب
و اہل فہم سے انکے اقوال کا پھر پیش کرنا من حیث العلم والفہم نہایت مستبعد بلکہ قریب محال ہے اگر جواب کبھی اوسکو نہ دیا
جاویگا تو جہال میں فخر کریگا اپنی جہالت کے سبب سے اسواسطے کچھ بطور تفصیل کہنا مناسب جانا پس جاننا چاہیے
کہ امیر الدین غیر مقلد نے عبارت فتح المعین کی اذا تمسک العامی بمذهب لزمه موافقته اول نقل کرکے اپنے
خصم شافعی المذہب صاحب کو یہ جواب دیا کہ یہ دلیل تمہاری یعنے عبارت فتح المعین کی جو تمنے ثبوت تقلید مذہب معین کے
واسطے پیش کی ہے بالکل خلاف امر اللہ اور امر الرسول کے ہے اس دعوی فاسد کے ثبوت کے واسطے وہی مولوی نذیر حسین و
مولوی اسمعیل کے زعم فاسد کو دلیل بنایا کہ اللہ تعالی قرآن شریف میں فرماتا ہے اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من
دون الله یعنے پکڑا اہل کتاب نے اپنے عالموں اور درویشوں کو رب جب عدی بن حاتم نے جو اول نصرانی تھے

مسلمان ہو گئے تھے تو آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم کبھی علما و درویشوں کی حالت نصرانیت میں کبھی عبادت نہیں
کیا کرتے تھے اونکی نسبت جو خدا تعالیٰ ہماری طرف کرتا ہے تو اونکی عبادت میں آنحضرت صلعم نے جواب دیا کہ وہ جس بات کو اپنی
خواہش سے مخالف حکم کتاب اللہ کے تمہارے واسطے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہدیتے تھے تو تم قبول نہیں کرتے تھے عدی
بن حاتم نے کہا ہاں ایسا تو تھا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہی اونکی عبادت کرنا ہے اور فاسق اگرچہ مومن کہے شیطان کے کام کرتا ہو
شیطان کو اپنا حاکم جانکر اوسکی اطاعت نہیں کرتا بلکہ شیطان پر لعنت کرتا ہو اسواسطے وہ کافر نہیں ہوا پس عدی ان لوگوں کے حق میں
نہیں جو اپنے مولویوں اور درویشوں کی عظمت وصدق سے خلاف حکم خدا تعالیٰ کے متابعت کرتے ہیں انتہی ملخصاً اقول
وباللہ التوفیق امیر الدین مقلد مولوی نذیر حسین اللہ ذہب نے فتح المبین کی عبارات سے جو ثابت ہو کہ عامی کے مذہب متمسک کے
موافقت لازم ہو اور اوسکو خلاف ما امر اللہ و امر الرسول کہا تو اس کہنے میں لوث خدا تعالیٰ و رسول اللہ صلعم پر افترا کیا ہو اور جاہ ضلالت
میں گرا ہو اس افترا کرنے خدا تعالیٰ و رسول اللہ صلعم پر اس ما واقفنے کتاب مبین کی آیت و حدیث نبوی میں امر ترک
موافقت مذہب متمسک کا عامی کو خدا تعالیٰ و رسول اللہ صلعم نے نہیں کیا ہے اسطرح خدا تعالیٰ و رسول اللہ صلعم نے ارشاد نہیں فرمایا
ہے کہ جو عامی ان مسایل کو جاننے کی قدرت نہیں رکھتا ہو جنکا جاننا قرآن و حدیث کو کسی قسم کے اجتہاد پر موقوف ہے اور وہ
اونکی قدرت نہونے کے سبب کسی مجتہد صالح کے مسایل مذہب پر چلتا ہو اور اوسکو اپنا مذہب جانتا ہو اور ایسے جاننے کی قدرت ہونیکی
سبب اوس مجتہد مذکور کو مبین احکام الٰہی جانکر اوسکے مذہب کے ساتھ تمسک کیا ہو تو اوسکو وہ تمسک ترک کر دینا چاہیے اور
اوس مجتہد کی موافقت کو چھوڑ دینا چاہیے تو امیر الدین اور اوسکے پیشوا نذیر حسین کا خلاف ما امر اللہ و رسولہ اوسکو کہنا سراسر
تہمت باندھنا خدا تعالیٰ و رسول اللہ صلعم پر ہو جو موجب ضلال و اضلال ہو اور آیت اتخذوا احبارہم ورہبانہم و حدیث
عدی بن حاتم سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ مومنین غیر مجتہدین کو تقلید صالحین مانند ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ امام شافعی امام مالک امام
احمد بن حنبل رحمہم اللہ کی تقلید کرنا خدا تعالیٰ و رسول اللہ صلعم نے منع فرمایا ہو امیر الدین معہ نذیر حسین و غیر مقلد مذہب ہم کو سخت
نقصان نہیں کرتے آیت و حدیث میں احبار و رہبان کا ذکر ہے جنسے نصاریٰ کے علما اور یہود کے درویشوں کا ذکر ہو جو جانکر اور
رشوت یا واسطے لالچ دنیا کے اپنے جہال معتقدین کی خواہش نفسانی کے واسطے جو انجیل و توراۃ میں حکم صریح ہوتا تھا اوسکے
خلاف ان جہال کو جو کا فتوے جاری کرتے تھے اور ائمہ اربعہ موصوفین کو کیا امیر الدین و نذیر حسین وغیرہ غیر مقلد مذہب مسلمان نہیں
سمجھتے ہیں یا انکے اظہار احکام خفیہ فی الکتاب والسنت و مرتو فی علی الاجتہاد کو مانند حکم مرتشیہ علماء نصاریٰ و درویش
یہود کا خیال کرتے ہیں اگر ایسا یہ لوگ خیال کرتے ہیں تو اپنے ایمان کا گریبان دیکھیں کہ کہاں گیا اسی طرح مقلدین جو ائمہ
اربعہ میں سے کسی ایک امام معین کی تقلید کرتے ہیں وہ ایسے ہرگز نہیں ہیں کہ جن احکام میں اونکی وہ تقلید کرتے ہیں اونمیں

اونھیں کو وہ حاکم وشارع جانتے ہوں بلکہ وہ مقلدین ائمہ اربعہ موصوفین کو مبین احکام الہی جانکر اونکی تقلید کرتے ہیں او
یہ جانتے ہیں کہ ائمہ موصوفین خدا اللہ ورسول اللہ صلعم کے کلام سے احکام خدا اللہ ورسول کو ظاہر کرنے والے ہیں اپنے
علم کامل وقوت اجتہاد باشرائطہ سے جو ہم میں نہیں ہیں اور یہ تقلید خدا اللہ ورسول کی راہ وشریعت پر چلنے کو کرتے ہیں نہ اسواسطے
کہ اطاعت خدا اللہ ورسول سے انکار کرتے کو وہ تقلید کریں کہ نعوذ باللہ من ذلک اور جو لوگ کہ احبار ورہبان کی اطاعت کر
تے تو اونکو مبین احکام کب جانتے تھے فقط اونھیں کو حلال وحرام کرنیوالے جانتے تھے اور اونھیں کو حاکم ومخترع احکام کا خیال
کرتے تھے پس جب ائمہ اربعہ موصوفین نہ خدا اللہ ورسول کے احکام کو منکر ہیں جیسے احبار ورہبان منکر تھے اور نہ اپنی طرف سے
بغیر دلیل ہانے قرآن وحدیث کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے والے ہیں جیسے احبار ورہبان تھے اور نہ اونکے مقلد اس
غرض سے اونکی تقلید کرتے ہیں کہ خدا اللہ ورسول کی شریعت کا انکار کریں اور کہیں کہ ہم خدا ورسول کے احکام کو نہیں مانتے
اور نہ اونکے مقلد اونکو جیسے ائمہ اربعہ موصوفین کو حاکم مستقل بذاتہ احکام شرع اپنے نفس سے نکالنے والے ان ائمہ کو
کرجانتے ہیں جیسے کہ احبار ورہبان کو مقلدین احبار ورہبان کے حاکم اور اپنے نفس سے احکام نکالنے والے جانکر اونکی تقلید
کرتے تھے وہ اونکو مبین احکام الہی جانکر تو اس آیت اتخذوا احبارهم ورهبانهم الآیۃ اور حدیث عدی بن حاتم کو ائمہ اربعہ
کے مقلدین کی تقلید کی حرمت اور شرک ہونیکی دلیل بنانا اور یہ کہنا کہ اس آیت وحدیث سے ائمہ اربعہ کے مقلدین کی تقلید حرام
ہے شرک ہے اور خدا ورسول ان ائمہ کے مقلدین کی تقلید کو شرک وحرام فرماتا ہے بلاشبہ قرآن وحدیث وخدا رسول پر افترا
محض ہے اور گمراہ ہونا اور عوام کو گمراہ کرنا ہے جب ایسے ہی بغیر اون اوصاف ذمیمہ کے پائے جانیکے ائمہ اربعہ میں جو احبار
ورہبان میں تھے اور بغیر پائے جانے اون قبائح کے مقلدین ائمہ اربعہ میں جو مقلدین احبار ورہبان میں تھے اس آیت اتخذوا
احبارهم ورهبانهم الآیۃ اور حدیث عدی بن حاتم کا مصداق ٹھہرا دینا ائمہ اربعہ اور انکے مقلدین کو ان لامذہب
کے نزدیک درست ہے تو ان لامذہبیوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل ومولوی نذیر حسین وغیرہما کو اور اکثر یہ جہال کو جو مولوی
مولوی نذیر حسین وغیرہما کے اقوال لامذہبی کا اعتبار کرتے ہیں کہ یہی اونکی تقلید ہے اس آیت اتخذوا احبارهم ورهبانهم
الآیۃ وحدیث عدی کا مصداق بنا دینا بھی درست ہو جائیگا اور ان لامذہبیوں کا بھی شرک کا مرتکب ہونا ثابت ہو جائیگا
اس آیت وحدیث کو پس جس قسم کے جوابات یہ لامذہب اس آیت وحدیث کے مصداق بننے سے بچنے کو دینگے اوسی قسم کے
جوابات اسطرف سے دئے جائینگے الحق ماننا ائمہ اربعہ اور اونکے مقلدین کا مصداق آیت اتخذوا احبارهم
ورهبانهم الآیۃ وحدیث عدی بن حاتم کی ہرگز نہیں ہوسکتے ہیں امام قرطبی کی تفسیر آیت واذا قیل لهم
اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا کے تحت میں جو اونھوں نے فرمایا ہے اوس سے مقلدین

مجتہدین کو آیت اتخذوا احبارھم و رھبانھم الآیۃ سے خارج بتانا صریح جہالت ہے قال التقلید المذموم ھو تقلید قوم
اھل الزیغ والبطلان بلا دلیل وتمسک لیس تمسکھم فیہ الا قولھم انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی
آثارھم مھتدون وھم کالیھود والنصاری والفرق الضالۃ مثل الروافض والخوارج فمن قلدھم کان مثلھم
اما الاتباع الی اھل الحق والتقلید الیھم فھو اصل من اصول الدین وعصمۃ من عصم المسلمین یلتجی
الیہ المقصر عن ترک النظر انتہی محصل الکلام منقولا عن رسالۃ علی القاری اس تفسیر امام قرطبی سے ثابت ہے کہ تقلید مذموم
ناجائز وہ کرنا اور لینا قول اہل کجی و بطلان کا بغیر دلیل و تمسک کے کہ وہ مانند یہود و نصاریٰ و فرقہ ضالہ روافض خوارج
ہیں جو ایسے لوگوں کی یعنے مانند یہود و نصاریٰ وغیرہم کی تقلید کریگا تو وہ ویسا ہی ہوجائیگا لیکن اتباع اہل حق کی اور
تقلید انکی پس وہ ایک اصل ہے اصول دین سے اور ایک عصمت ہے عصمتوں مسلمانوں سے یعنے بچاؤ و نگہبانی ہے
نگہبانیوں مسلمانوں سے وقال فی تکملۃ مجمع البحار فی صفحہ ۱۷ اصلح لی دینی الذی ھو عصمۃ امری وان من
الدین لہ عصمۃ لنفسہ وشئ من امرہ) اس امام قرطبی کی عبارت میں عصمت سے مراد دین ہو سکتا ہے کہ وہ عصمت
اور عصمت نفس ہے پس اس عبارت امام قرطبی سے واضح ہو کہ اہل حق کی تقلید یعنے مثلاً ائمہ اربعہ کی تقلید اصل دین و عصمت
دین ہے اور مذموم تقلید اہل زیغ و بطلان کی ہو کہ وہ مانند یہود و نصاریٰ و روافض و خوارج وغیرہم کے ہیں پس مصنفین ذیشعور
پر واضح ہے کہ آیت اتخذوا احبارھم و رھبانھم الآیۃ سے یہود و نصاریٰ و روافض و خوارج اور انکے مقلدین جہال ضلال
مراد ہیں یا ان اس آیت اتخذوا احبارھم و حدیث عدی بن حاتم کی مصداق فرقہ لامذہب لہم متبوع و تابعین ہر دو ہو سکتے
ہیں بصفت ذمیمہ خوارج کی انمیں ہو کہ جو آیات متراد حق کفار و ضالین ہیں یہ وہ فرقہ لامذہب ہیں ائمہ مومنین مجتہدین
معتبرین اور انکے مقلدین صالحین کے حق میں پڑھتے ہیں چنانچہ بخاری وغیرہ میں ہے کان ابن عمر یراھم شرار
الخلق لانھم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المومنین یعنی خصلت قبیحہ کا اس فرقہ لامذہب
میں ہونا اسی سے معلوم ہوگیا کہ آیت منزلہ حق الکفار اتخذوا احبارھم الآیۃ مومنین مجتہدین اور انکے مقلدین صالحین
کے حق میں انہوں نے گردانے جسکے سبب سے صحابہ رسول اللہ صلعم کے نزدیک شرار الخلق ٹھہرے جس سے الحاد ثابت ہوا اور یہ خ
ہر دو بری خصلتیں ذمیمہ بھی انمیں موجود ہیں تو لاشبہ بمصداق آیت اتخذوا احبارھم الآیۃ کو موافق بیان امام
قرطبی کی ہوئی اور انکے تابعین جو انکے پس رو ہیں اقوال لامذہبیہ کو انسے قبول کرتے ہیں یہی انکی تقلید ہوا ائمہ کی تقلید کی ذمت
آیت قرآنیہ و حدیث سے ثابت ہوئی تقلید ائمہ اربعہ کی **قولہ** کہا امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں کہ دیکھا کئی مقلد
لوگوں کو کہ پڑھتے تھے ایسی آیتیں قرآن کی درباب کئی مسایل کہ جو مخالف تھیں ان مسایل میں انکے مذہب کے پس

نہ مانیں انھوں نے وہ باتیں اور سخن گیا ان کی طرف اور حیران سے ہو کر میری طرف دیکھنے لگے کہ کیونکر عمل ہو سکے ان …
کہ جماعہ بزرگوں نے انکے مخالف روایتیں انکی ہیں اگر ان سو مخاطب تامل کرے شتاب شتاب تو بات تو من مرض کو گھسا …
کی رگوں میں تمام ہوا ترجمہ عبارت نیشاپوری کا **قول** وباللہ التوفیق اس سے قبل جو عبارت منقولہ امیر الدین کی جو گذ…
جسکا جواب مجھے دینا ہو اور اسکو مخلص کر کے مجھے طوالت سے بچنے کو ذکر کیا ہو وہ عبارت ہے یہ عبارت رد وزن علامہ نظام نیشاپو…
کی عبارت کا ترجمہ مولوی نذیر حسین صاحب سلامہ بہم نے فرمایا ہو اور امام فخر الدین رازی کیطرف ایسا کہنے کی تفسیر کبیر میں نس…
کی ہو تفسیر کبیر مطبوعہ استنبول جلد رابع صفحہ ۷۰۰ کے آخر سطر سے یہ عبارت شروع ہے قال شیخنا ومولانا خاتم المحققین
والمجتہدین رضی اللہ تعالی عنہ شاہدت جماعۃ من مقلدۃ الفقہاء وقرأت علیہم آیات کثیرۃ …
اس سے واضح ہو کہ یہ قول امام رازی کا نہیں ہو وہ اپنے شیخ کا کہنا بیان کرتے ہیں اور اس عبارت میں اجمال ہو یا مجھے کہ معلوم …
کہ وہ فقہاء متعصبین تھے یا کسی فرقے کے تھے اور انکے مسائل کو نسے تھے ممکن ہو کہ وہ فقہاء فرقوں ضالہ میں سے ہوں اور ان…
مسائل مخالف مذہب اہل سنت وجماعت رد مخالف نصوص کر رہے ہوں جیسے روافض و معتزلہ کا مسئلہ انکار دیدار الہی کا …
اور معتزلہ سے انکار شفاعت کا حق عاصیوں میں شیخ امام الرازی نے انکے سامنے آیت مثبتہ دیدار الہی وجوہ یومئذ …
ناظرۃ الی ربہا ناظرۃ پڑھی ہو اور رد شفاعت واستغفر لذنبک وللمومنین پڑھی ہووے اور انھوں نے …
شیخ امام رازی کیطرف التفات نہ کیا ہووے اور ان آیات کے احکام کو بسبب اسکے کہ انکے پیشوا روافض و معتزلہ جو فقہ…
انکے بیان خلاف کرتے تھے ہوں انکے اقوال کے خلاف ہو نیکی سبب سے قبول نہ کیا ہووے جب یہ امکان و احتمال …
اس عبارت میں قول شیخ امام الرازی میں ہے تو احتمال موجود ہو کہ رفع یہ کوئی برہان ساطع و دلیل قاطع قائم کرنا ضروری ہے …
اس احتمال موجود کا رفع بہ دلیل قاطع و برہان ساطع قائم نہیں ہوا اس سے ائمہ اربعہ سو صوفیوں کو مقلدین مراد ہونا …
تو اول قبول ثابت نہیں تو اس عبارت سے تقلید مقلدین ائمہ اربعہ کا ثابت کرنا اس عبارت سے … وہ جو کہ …
کہ وہ اپنے شیخ کا قول مذکور بالا ذکر کرکے امام رازی صفحہ ۷۳ میں فرماتے ہیں القول الثانی فی تفسیر ہذہ الربوبیۃ ان …
الجہال والحشویۃ اذا بالغوا فی تعظیم شیخہم وقدوتہم فقد یمیل طبعہم الی القول بالحلول والاتحاد …
وذلک الشیخ اذا کان طالب الدنیا بعیدا من الدین فقد یلقی الیہم ان الامر کما یقولون ویعتقدون وشاہد…
بعض المزورین ممن کان بعیدا من الدین کان یأمر اتباعہ واصحابہ بان یسجدوا لہ وکان یقول …
انتم عبیدی فکان یلقی الیہم من حدیث الحلول والاتحاد اشیاء ولو خلا ببعض الحمقی من اتباعہ …
فربما ادعی الالہیۃ فاذا کان مشاہدا فی ہذہ الامۃ فکیف یبعد ثبوتہ فی الامم السالفۃ …

امام رازی سے واضح ہو کہ آیت اتخذوا احبارهم الآیۃ اُن جہال وحشویہ کو شامل ہے جو ایسے پیر و شیخ لوگوں کے معتقد
ہو کر پیر و مرشد و شیخ طالب دنیا اُن جہال وحشویہ کے واسطے خدا تعالیٰ کا حلول و اتحاد مخلوق کے ساتھ بھی درست بتاتے
ہیں کیونکہ دیکھتے ہیں اُنکی طبیعت کا میلان و رغبت اسطرف سے معلوم کرلیتے کہ وہ یعنی جہال وحشویہ معتقدین ایسے
پیر و مرشد و نکے جیسے کہتے ہیں ویسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں اور ایسا ہی سمجھتے ہیں حق ہے اور یہ آیت اُنکو بھی شامل ہے جو ایسے پیر
رہے ہیں کہ اپنے اتباع و اصحاب سے اپنے کو سجدہ کرواتے ہیں اور اُن سے کہتے ہیں کہ تم سب میرے بندے ہو اور عقیدۂ حلول و
اتحاد کو اُنکے ذہن میں ڈالتے ہیں اور اپنے بعضے اتباع مقربوں کے سامنے خلوت میں اپنے حق میں دعویٰ خدائی کا کرتے ہیں پس ان سب
عبارت امام رازی نے اپنے شیخ و استاد کے حال کو نقل کیا جس میں ذکر عقائد فقہا کا ہو وہ عقائد اور فقہا ایسے ہی ایسے جو حشویہ
ہیں من الفرق الضالۃ ہونگے وہ فقہا فرقۂ ضالہ کا ذکر تھا ہو وہ فرقہ ضالہ کا ذکر ہو وہ فقہا صالحین خصوصاً
حنفیہ اور اُنکے مقلدین کا جنمیں کلام ہو اور تفسیر کبیر کی عبارت میں جو لفظ حشویہ کا آیا ہے اس سے مراد فرقۂ مجسمہ ہو چنانچہ ملا علی
قاری شرح قصیدہ بدء الامالی میں تحت شعر و رب العرش فوق العرش لکن بلا وصف تمکن و [illegible]
اتصال فرماتے ہیں ای بلا وصف الاستقرار ولا نعت الاتصال لان کلا منهما فی حق الله تعالیٰ من المحال و فیہ
رد علی الکرامیۃ والمجسمۃ فی اثبات الجہۃ فان الکرامیۃ یثبتون جہۃ العلو من غیر استقرار علی العرش
والمجسمۃ وهم الحشویۃ یصرحون بالاستقرار علی العرش ولا حجۃ لهم فیہ لان الاستواء له
معان کالاستیلاء ومنه قول الشاعر قد استوی بشر علی العراق من غیر سیف ودم مهراق والکمال
ومنه قوله تعالیٰ ولما بلغ اشده واستوی والاستقرار ومنه قوله تعالیٰ واستوت علی الجودی فلا استدلال مع
تعدد الاحتمال انتهى پس اس عبارت سے واضح ہوا کہ مجسمہ ہی حشویہ ہیں علاوہ عبارت ہذا کے واسطے تحقیق
کے کہ ان غیر مقلدین حقیقی بالکل ملاؤں کا اور اکثر [illegible] کا یہی عقیدہ ہو کہ نسبت باری تعالیٰ عرش پر بہ نسبت استقرار کے
نواب صدیق حسن قنوجی وغیرہ کی تحریرات سے واضح ہوگا معلوم ہوجاوے کہ یہ فرقہ لامذہب بھی مجسمہ میں سے ہے وہ خدا کو
جہت و جسمانیت سے خارج ہے اور معلوم ہوجاوے کہ جہت صفت استقرار علی العرش بہ نسبت خدا تعالیٰ کے محال ہے اور
جو جہت کے قائل ہیں اور مجسمہ جو استقرار علی العرش کے قائل ہیں انکے واسطے کوئی حجت و دلیل اپنے عقیدہ کے اثبات میں
نہیں کیونکہ استواء کے معنی استیلاء کے بھی آتے ہیں جیسے قد استوی بشر علی العراق میں معنے استواء
استیلاء و غلبہ کے ہیں اور استواء معنے تمام و کمال کے بھی ہیں چنانچہ آیت قرآن ولما بلغ اشده واستوی میں استواء
کے معنے تمام و کمال کے ہیں اور استواء کے معنے استقرار کے بھی آتے ہیں چنانچہ واستوت علی الجودی میں استواء

ہیکہ استقرار کے معنی میں بس باوجود اسقدر احتمالات کے کر امید جہمیہ کا استدلال اوسپر آیت قرآنی شل الرحمٰن علی العرش
استویٰ سے واجب الاستقرار کیونکر صحیح ہو سکتا ہو اور جب اوس فرقہ اللہ بیہم کے بعض علما کا یہ استقرار کا قول ہو
اونکے متقدمین جو اونکے اقوال کو اسبارہ میں قبول کرتے ہیں کیا ہی اونکی تقلید لازم و جہمیہ میں سے ہوئے کہ وہی
تو موافق بیان امام رازی کے اسبات کے مذمت لیتے ہیں لامذہب نیچر کے کتاب بعض اہل سنت و جماعت مقلدین
اربعہ کی اور امام رازی تو خود اپنی تفسیر کے جلد ثالث تحت آیت اذا جاءهم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو
ردوه الى الرسول والى اولى الامر لعلمه الذين يستنبطونه منهم الاية کے صفحہ ۲۰۴ میں فرماتے ہیں
العامي يجب عليه تقليد العلماء في احكام الحوادث اس قول امام رازی سے صراحۃً ثابت ہو کہ عامی پر تقلید
علما کی واجب ہے دیکھو امام رازی خود فرماتے ہیں کہ عامی پر تقلید علما کی واجب ہے جب وہ عامی پر تقلید واجب
ہوئی میں تو کسی کو آیات پڑھنے سے وہ عامی کے سامنے جو اونکے معنی کما حقہ سمجھنے پر قادر نہیں ہو اور ناسخ و منسوخ و معارض
نہیں جانتا ہو اور اس ہی نہ جانے کے سبب سے تقلید اوسپر واجب ہوئی ہو تو امام رازی کس طرح اوسکی تقلید چھوڑ
ہو اوسکے سامنے آیات پڑھنے والوں کی تقلید کو مذموم و حرام و شرک فرماوینگے ہرگز نہیں فرماوینگے کیونکہ اوسکے سامنے
پڑھنے سے تمام شرائط کما حقہ معنی آیات پہچانے کہ وہ ناسخ و منسوخ و معارض عام و خاص وغیرہا میں اوسکو حاصل نہیں
ہو جاتے میں جسکے سبب سے اوسکو تقلید چھوڑنا جائز واجب یا فرض ہو جاوے ایسے ہی امام رازی کی استاد کی
میں بھی ایسا گمان نہیں ہو سکتا ہو کہ ایسے عامی کو تقلید چھوڑنیکے سبب سے پڑھنے جن آیات کہ اوسکے سامنے مرتکب
کفر و شرک کا بتاوین کیونکہ یہ تو انصاف و عقل سے نہایت ہی بعید ہو پس بالضرور امام رازی کے اوستاد کی قول میں
وہی مقلدین اور انکے متبوعین میں جو فرقہ ضالہ میں سے ہیں مانند روافض و خوارج و معتزلہ و جہمیہ کے مولوی نذیر حسین
لامذہب نیچر کے پیشوا نے نیشاپوری کی عبارت نقل کی اور اسکا ترجمہ کیا لیکن تفسیر نیشاپوری دیکھنے سے جو ان اسعد
بالاسر وجہ ذکر کئے ہیں بعد قطع نظر کرینگے واسطے قصر مسافت کے اور واسطے اخفا و عناد کے بھی تسلیم کیے کہ امام
نے یا اونکے اوستاد نے مقلدین متقدا صالحین مانند ائمہ اربعہ کے حق میں ایسا کہا ہو اوس قول امام رازی یا اونکے اوستاد
کا جواب اپنی تفسیر میں دیدیا ہو مقلدین متقدا صالحین کو مذمت و قباحت سے بچایا ہو لیکن مولوی نذیر حسین سرگروہ
نیچر نے خیانت کی ہو کہ صاحب نیشاپوری کی عبارت میں سے جواب مذکور کو ساقط کر دیا ہو واسطے دھوکہ دہی عوام کے
وہ جواب صاحب نیشاپوری کا یہ ہو قلت ولعلهم توقفوا لحسن ظنهم بالسلف لانهم وقفوا من
الآتي ما لم يقف عليه الخلف انتهى یعنی اون مقلدین متقدا نے آیتین سنکر توقف کیا اور اونکے مضمون

عوام پر علما کی تقلید فرض ہے

قبول نہ کیا تو شاید انھون نے قبول نہ کیے اسواسطے توقف کیا کہ وہ سلف صالحین جیسے اپنے ائمہ مجتہدین کے حق مین
کے مقلد تھے یہ گمان نیک رکھتے تھے کہ وہ سلف صالحین مطالب آیات پر ایسے کمال کے ساتھ واقف تھے اپنے خطابت و
اجتہاد کے سبب کہ خلف کو ان آیات کے مطالب سمجھنے مین وہ کمال حاصل نہ تھا مسلمانونکو غور کرنا چاہیے کہ الذین یون
کے پیشوا ایسی حیا نہین نقل عبارت مین کہ کے عوام بیچارون کو گمراہ کرنا چاہتے ہین اور یہ فرقہ باوجود ایسے حال ہونے
خود کو مسلمان و دیندار و موافق قرآن و حدیث کے بتاتا ہے اور وہ خواہ مخواہ آیات و احادیث جو کفار ضلال کے حق
مین ہین اونکو مومنین کے حق مین قرار دیکے اونکو کافر و مشرک ٹھہراتا ہے اگر کسی مسلمان اہل سنت وجماعت دیندار کے سامنے
کوئی آیت پڑھی اور اسکے مذہب کو مخالف آیات کے وہ آیت پڑھنے والا بتاتا ہو اور وہ مسلمان دیندار اپنے مذہب کا اون آیات
مخالف ہونا اوس آیات پڑھنے والے کے کہنے سے قبول نکرے اور اپنے پیشواے دین کے ساتھ ایسا حسن ظن رکھے کہ وہ اوس
آیات کو پڑھنے والے کو علم و فہم و اجتہاد و عدالت و دیانت مین زیادہ تھے یہ کسطرح ہو سکتا ہے کہ ایسے پیشواے دین آیات قرآنیہ کے خلاف
مسایل جو ادنے تابت مین بیان کیے مین یہ آیت پڑھنے والا جو مسایل کو خلاف آیات کے بتاتا ہے چونکہ یہ علماے پیشواے
دین کے امور مذکورہ بالا مین کم ہین سمجھنے مطالب اور مراد آیات مین اسنے خطا کی ہوگی اور علماے پیشوا کے مسایل کو خلاف
آیت بتانا اوس پڑھنے والے کی خطا کے باعث ہو گا تو اسمین کوئی قباحت شرعی و عقلی نہین ہے اگر لا مذہب کے نزدیک اسمین قباحت
ہے اور آیات پڑھ دینے والی کی آیت پڑھ دو اور اسکے ایسا کہدینے کے تمہارے پیشواؤ کے مسایل مخالف آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ
کے ہین اسکو چھوڑ دینا اون پیشواؤن کے دین کے مسایل و اقوال کا ضروری ہے اور نہ چھوڑنا کفر و شرک ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ
جب کوئی معتزلی یا رافضی منکر رویت خدا تعالی کا آخرت مین کسی عامی ناقص العلم کے سامنے آیت لا تدرکہ الابصار وھو
یدرک الابصار پڑھے اور کہے کہ تمہارے پیشوا اہل سنت جماعت کا مذہب دربارہ دیدار الہی ہونیکے آخرت مین اس آیت کے مخالف ہے اور
ایسے ہی معتزلی منکر شفاعت گنہگاران اہل سنت و جماعت عامی ناقص العلم کے سامنے فما تنفعھم شفاعۃ الشافعین
پڑھکر کہے کہ سنت و جماعت کا یہ مذہب ہے کہ رسول اللہ صلعم شفاعت گنہگارونکی نجات مین کرینگے تو یہ مذہب مخالف اس
آیت کے ہے تو موافق مذہب لامذہبیہ کے وہ عامی بیچارہ اپنے مذہب کو کہ وہ دیدار الہی قیامت مین ہونیکا ہے اور گنہگارون کی
شفاعت قیامت مین ہونیکا ہے مخالف آیات مذکورہ کے جانے اور مذہب معتزلہ و روافض کا قبول کرے تو کافر و مشرک ہو جانا چاہیے
نعوذ باللہ لامذہبیہ مذہب کو مخالف آیت کے جانکر چھوڑ دے تو رافضی و معتزلی ہو جائے ایسی ہی تفسیر کبیر کی جلد چوتھی صفحہ ۱۳۶
مین ہے کہ یہود و نصاری مین ایک فرقہ ہے کہ اوسکا یہ اعتقاد ہے کہ محمد علیہ الصلوۃ والسلام اللہ کے رسول تھے لیکن مخصوص
عرب کے ساتھ تھے اور دلیل اوس فرقہ کی یہ آیت قرآنی ہے وھذا کتاب انزلناہ مبارک مصدق الذی بین یدیہ

ولتنذر ام القریٰ ومن حولها وہ فرقہ کہتا ہے کہ حضرت نے رسول اللہ صلعم پر یہ قرآن نازل فرمایا ہے تاکہ تبلیغ احکام
اہل ام قریٰ کو کریں یعنے اہل مکہ کو اور ان قریوں کے رہنے والوں کو جو مکہ معظمہ کے گرداگرد ہیں اور تبلیغ احکام کریں پس مراد
اس آیت سے فقط جزیرہ عرب کا ہے اور آپ کل عالمین کیطرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور کل کیطرف رسول ہیں جیسے تمام
مسلمانوں کا عقیدہ ہے تو خدا تعالیٰ نے اس آیت میں جو قید لتنذر ام القریٰ ومن حولها کی لگائی ہے تو وہ باطل ہوئی
جاتی ہے پس کسی مسلمان عامی کے سامنے جسکو قدرت جواب دینے کی نہیں اور وہ اپنے پیشوایان دین سے سنکر یہ اعتقاد رکھتا ہے
کہ رسول اللہ صلعم مشارق و مغارب کیطرف ہیں سوائے اسکے آنحضرت کے پیشوایان دین سے سنکر اعتقاد رکھا ہو اور کسی
نص سے وہ یہ اعتقاد حاصل نہیں کر سکتا ہے اور فرقہ یہود کا یہ آیت پڑھے تو وہ مسلمان عامی اس فرقہ کی اس مراد کو
جواب سے قاصر ہوتا ہے تو قبول کرے تو مولوی نذیر حسین کے گروہ انکے نزدیک کافر و مشرک ٹھیرتا ہے اور اتخذوا احبارهم
ورهبانهم الآیة کا مصداق بنتا ہے اور اگر اس فرقہ کو کہے کہ نعوذ باللہ من ذالک رسول اللہ صلعم کو فقط جزیرہ عرب کا
ہی نبی مانا ہے تب بھی کافر ہوتا ہے کیونکہ موافق زعم مولوی نذیر حسین کے تو اسکو آیات پڑھنے والوں کی اس بات کو کہ یہ مذہب مخالف
نصوص قرآن کے ہے تو مان لینا ضرور تھا پس اس عامی کا معتزلی اور رافضی و یہودی ہو جانا درست بلکہ ضرور ہوا جاتا
ہے پس مسلمانو تمکو غور کرنا چاہیے کہ ان لامذہبوں کے ایسے مزخرفات دلیلوں کو قبول کرنے سے عوام کا رافضی و معتزلی و یہودی ہونا لازم
آتا ہے بلکہ نہیں اس فرقہ کے اقوال و ادلہ کا یہ حال ہے جنسے عوام کا خارج از اہل سنت وجماعت کے ہونا بلکہ خارج اسلام
سے ہونا لازم آتا ہے باوجود اسکے اس فرقہ کو دعوی حقیت در اسلام کا ہے جب اس فرقہ کے نزدیک یہ بات حق ہے کہ جس عامی کے
مذہب کے مخالف آیات و احادیث پڑھی جاویں اور وہ اپنے پیشواؤں کی تقلید کو نہ چھوڑے اور احادیث و آیات پڑھنے
والوں کے قول کا کہ تیرا مذہب ان آیات و احادیث کے مخالف ہے اعتبار نہ کرے تو اس اعتبار نہ کرنے اور اپنا مذہب نہ چھوڑنے
سے کافر مشرک ہو جاتا ہے تو اس فرقہ کے زعم کے موافق اسی دلیل سے اسکا کافر مشرک ہونا ثابت ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اس فرقہ
کا یہ مذہب ہے بعض با کل کا کہ تراویح فقط آٹھ رکعات پڑھنا چاہیے اور اکثر یہ لوگ آٹھ ہی پڑھتے ہیں اور آٹھ ہی کو
سنت اور بیس کو بدعت بتلاتے ہیں اب ہم کہتے ہیں کہ بعد تسلیم اس امر کے کہ رسول اللہ صلعم نے تراویح فقط آٹھ
ہی پڑھیں بھی اور انکا فعل فقط آٹھ پر ہی واقع ہوا ہے لیکن زمانہ خلفاء راشدین حضرات عمر و عثمان و علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہم میں تو بیس رکعات تراویح پر عمل واقع ہونا باسناد صحیح کے ساتھ ثابت ہے کما قال العینی في شرح البخاري
واحتج اصحابنا والشافعية والحنابلة بما رواه البيهقي باسناد صحيح عن سائب بن يزيد الصحابي
قال كانوا يقومون على عهد عمر بعشرين ركعة وعلى عهد عثمان وعلي رضي الله عنهما

مسئلہ جب خلفاء راشدین کا فعل بیس رکعت پر واقع ہوا اور یہ بیس تراویح سنت وطریقہ خلفاء راشدین موصوفین کا
ہوا تو اونکے طریقہ کی اتباع بسبب فرمانے رسول اللہ صلعم کو واجب ہے کما قال صلعم فانہ من یعش منکم یرٰی
اختلافا کثیرا وایاکم ومحدثات الامور فانھا ضلالۃ فمن ادرک ذالک منکم فعلیہ بسنتی وسنۃ الخلفاء
الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا جس سے ثابت ہے کہ اختلاف
کے وقت میں جیسے آنحضرت صلعم کی سنت کی اتباع ہم پر واجب ہے ایسے ہی خلفاء راشدین کی سنت کی اتباع ہم پر واجب ہے
اور تراویح کے بارہ میں اونکی سنت وطریقہ بیس رکعات قرار پایا ہیں تو اونکی سنت پر عمل جب ہی ہوگا کہ جب ہم بیس پڑھینگے
اور جب بیس رکعت نہ پڑھیں گے اور آٹھ ہی پڑھیں تو لا بد اوسنے سنت خلفاء راشدین کو ترک کیا اور رسول اللہ صلعم
کے اس فرمانے کو کہ خلفاء راشدین کی سنت کی بھی اتباع تم پر واجب ہے اوسے ترک کیا اور آپ کے قول پر تراویح کے بارہ
میں عمل نہ کیا اگرچہ بالفرض آپ کے فعل پر کہ وہ آٹھ پڑھنا ہے اوسے عمل کیا لیکن قول پر تارک عمل ہوا اور آپ کے قول پر تارک
عمل ہونے سے قرآن پر بھی تارک عمل ہوا کہ وہ قول اللہ تعالیٰ کا وما اتاکم الرسول فخذوہ الآیۃ کیونکہ جب رسول اللہ
صلعم نے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنے کو فرمایا اور بیس رکعات کے تارک نے بیس رکعات پر عمل نہ کیا تو رسول اللہ
صلعم کے کہنے کو نمانا جب رسول اللہ صلعم کے کہنے کو نمانا تو خدا تعالیٰ کے فرمانے کو بھی کہ جو نبی تمکو دین وہ تم لو تو اوسنے نمانا
یعنی وہ آیت ما اتاکم الرسول اور حدیث فعلیہ بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین کی مخالف ہوا اور دوسرے
یہ کہ خلفاء راشدین کا اولوا الامر ہونا صحیح وواضح ہے اور اولو الامر کی اطاعت موافق فرمانے خداتعالیٰ کے ہم پر واجب ہے اطیعوا
اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم جب بیس رکعات تراویح کے بارہ میں اونکے قول وفعل کو لامذہب
نہیں مانتے تو اطاعت اولی الامر کی نہ ہوئی مخالف آیت کی ہوئی اور بیس رکعات میں آٹھ بھی آجاتے ہیں پس بیس
پڑھنے میں اتباع رسول اللہ صلعم کی کہ وہ بالفرض آٹھ پڑھنا ہی ہو گئے اور اتباع سنت خلفاء راشدین اولی الامر
کے بھی ہوگئی آیات واحادیث پر عمل بخوبی ہو گیا اور آٹھ پڑھنے میں بیس نہیں آتی ہیں اور اتباع سنت خلفاء راشدین
واولی الامر کے نہیں ہوتی ہے پس لامذہب نام کا یہ مسئلہ کہ آٹھ پڑھنا چاہئے نہ بیس مخالف قرآن وحدیث کے ہوا اب ہمنے
کہ قرآن وحدیث سے یہ بیان کیا اور قرآن حدیث سے لامذہب کے مسئلہ کا مخالف ہونا بتا دیا اور کسی لامذہب پر یہ
آیات وحدیث پڑھکر ہم یا کوئی دوسرا مسلمان اوس لامذہب کے مسئلہ کا مخالف ہوا گو وہ لامذہب غلطی اور قبول کرنے
سے توقف کرے و قبول کرنے میں تو موافق زعم مولوی نذیر حسین پیشوا لامذہبوں کا اوس لامذہب کا کافر مشرک ہونا نظر
آتا کیونکہ اوسنے آیات واحادیث سنکر اوپر عمل نہ کیا اور اپنے پیشوا کے مسئلہ کو نہ چھوڑا تو وہ موافق زعم مولوی نذیر حسین

جیسے قول امام رازی وغیرہ سو مقلدین متصوفین کی تقلید کی مذمت و حرمت و شرک ثابت نہیں ہوتی جیسی کہ قاضی ثناء ا
پانی پتی رح کے قول سے بھی ثابت نہیں ہو یہ جو ہے کہا کہ مقلدین ائمہ اربعہ میں ایسا کوئی ہونا مسلم نہیں الخ تو اس سے
ہماری یہی ہو کہ جسکو یہ امور مذکورہ بالا حاصل ہیں وہ تو اجتہاد کا کوئی نہ کوئی درجہ رکھتا ہو یا وجود اسکے جوابوں مذہب
نہیں پھرتا تو وہ اس سبب سے نہیں پھرتا کہ وہ حدیث مخالف مذہب میں کوئی وجہ عدم حجیت کی مانند منسوخیت
ماؤلیت و مرجوحیت و عدم صحت وغیرہا جانتا ہو اگرچہ کسی دوسرے کے گمان میں ایسے وجوہ عدم قبولیت میں سے کچھ
اور جسکو یہ تمام امور حاصل نہیں یا کوئی امر بھی انمیں سے حاصل نہیں تو وہ ایسا ہوا کہ جسکے نزدیک صحت حدیث
وغیرہا من الامور جنکو قاضی ثناء اللہ رح نے ذکر کیا ہو اجمالا اور ہمیں کچھ انکی تفصیل کر دی ہو ثابت ہوں کیونکہ بسبب
عدم لیاقت دریافت صحت وغیرہ کا اوسکے نزدیک کسطرح یہ صحت وغیرہا ثابت ہو سکتی ہو پس وہ بھی اونکے قول
خارج ہوا اوسکے حق میں بھی وہ حکم متابعت حدیث کا نہیں لگاتے ہیں اسواسطے یہ قید وا انھوں نے لگائی ہیں پھر جب
قول قاضی صاحب کا مقلدین ائمہ اربعہ پر صادق ہونا مسلم نہیں ہوا اگر کوئی کہے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح نے نص
عام و خاص وغیرہ جاننا جو کہ ذکر کیا ہو عمل بالحدیث اور ترک مذہب کیواسطے شرط نہیں کیا بغیر اسکے جانے کے عمل بالحدیث
و ترک کرنا مذہب انھوں نے بیان کیا ہو تو جواب یہ ہو کہ یہ قول سو اگرچہ صراحۃ ثابت نہیں ہو لیکن دلالۃ والتزاما واقعہ
ثابت ہونا مسلم نہیں ہو جسکو علم اصول سے حصہ ملا ہو اور منصف ہو وہ جانتا ہو ولامذہب لہم ناقص العلم وناقص الفہم
ناانصاف کرکے نہ کیا ہو تا ہو اور وہ کیا جانیں اور جانیں تو تعصب ایسے ہیں کہ حکم مانتے ہیں اونکو تو عوام کو دھوکہ و فریب میں
ڈالنا منظور ہو وہ اگر جانتے یا تعصب سے خالی ہو کر مانتے تو ایسے بڑے فریب کا بیان کرتے یہاں بھی ہم وہی کہتے ہیں کہ
لامذہب لہم اسیقدر کہتے ہیں کہ حدیث صحیح مرفوع غیر معارض ہو اور نہ معلوم ہو ناسخ اوسکا اور چاروں اماموں میں
سے اوس حدیث کیطرف کوئی گیا بھی نہ ہو تو متابعت حدیث کی واجب ہے بدون بعض کا بعض کو سب پکڑنا لازم
آویگا تو ہمنے ساتھ روایت صحیح الاسناد کے بقول بیہقی کے حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالی عنہم کے زمانہ میں
بیس رکعات تراویح ہونا ثابت کر دیا ہو اور یہ بھی ثابت کر دیا ہو حدیث صحیح مرفوع سے کہ جیسے آنحضرت صلعم کی سنت
اتباع واجب ہے ایسی ہی خلفاء راشدین کی سنت کی اتباع بھی واجب ہے پس تقریر دلیل کی اسطرح ہوئی کہ
بیس رکعت تراویح سنت خلفاء راشدین کی ہو جو حدیث صحیح الاسناد و بقول بیہقی ثابت ہے اور جو سنت خلفاء
راشدین کی ہو اوسکی اتباع بقول رسول اللہ صلعم کے واجب ہے پس نتیجہ یہ نکلا کہ بیس رکعت تراویح کی اتباع بقول
رسول اللہ صلعم واجب ہے اور اس امر کو تسلیم کرنا واجب و لازم ہو کہ بیس رکعت تراویح سنت ہو اس صورت میں

بیس رکعت تراویح کی سنت کا قائل ہونا واجب ہوا اور لامذہب لہم اتباع سنت خلفاء راشدین کی کہ وہ بیان بیس رکعت
تراویح کو قبول نہیں کرتے ہیں اور یہ حدیث حسن سے اتباع سنت خلفاء راشدین رض کی ثابت ہے اور یہ حدیث
مرفوع بھی ہے اور معارض بھی کوئی نہیں ہے اور اسکا ناسخ بھی معلوم نہیں ہوا اور اسکی طرف چاروں امام رح بھی گئے
ہوئے ہیں پھر جائے کہ کوئی ایک امام اب اس صورت میں لامذہب لہم اتباع حدیث موصوف نہیں کرتے کیونکہ بیس
رکعت نہیں پڑھتے آٹھ ہی پڑھتے ہیں تو انکی یہ تقلید کرنا اپنے پیشوا کی کہ مضمون ذٰلک ہو انھیں فقط آٹھ پڑھنا سمجھایا ہو
ایسی ہوئی کہ جسکی مخالفت حضرت قاضی صاحب کے قول سے ثابت ہے اور اسمیں بعض کا بعض کو رب بکڑنا لازم
آتا ہے پس لامذہب لہم بھی قاضی صاحب کے قول کے بھی مصداق ہوئے نہ مقلدین ائمہ اربعہ **قولہ** اور تائید
کرتی ہے اسکی یہ عبارت جو رد المحتار میں ہے اذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذهب عمل بالحدیث
ویکون ذلک مذهبه ولا یخرج مقلده عن کونه حنفیا بالعمل یعنی جب اپنے مذہب کے خلاف صحیح
حدیث مل جائے تو اس حدیث پر عمل کیا جائے اور حدیث پر عمل کرنے سے حنفی پن سے نہ نکلیگا **قول** وباللہ التوفیق یہ
لامذہبیہم کی دینداری اور عمل بالحدیث ہے فنعوذ باللہ من ذلک کہ عبارت علامہ شامی صاحب رد المحتار کے اول کی تو
نقل کر دی اور اسکا ترجمہ کر دیا اور واسطے دھوکہ دہی عوام کے یہ عبارت آخر کی چھوڑ دی نقل الامام الشعرانی عن
الائمۃ الاربعۃ ولا یخفی ان ذلک لمن کان اھلا للنظر فی النصوص ومعرفۃ محکمہا من منسوخہا
جس کو صاف ظاہر ہے کہ حدیث کو خلاف مذہب پر عمل کرنا اور اس عمل بالحدیث سے مقلد کا مذہب سے باہر نہ ہونا اس شخص
کے واسطے ہے جو اہل نظر اور فکر فی النصوص ہو اور لائق پہچاننے محکم اور منسوخ نصوص کا ہو یعنی جسکو کسی درجہ کا اجتہاد
حاصل ہو دیکھو صاحب رد المحتار کا قول ہے تو حدیث مخالف مذہب پر عمل کرنا اس شخص کے ساتھ خاص ہونا واضح ہے
جو کسی درجہ کا مجتہد ہو اس لامذہب نے آخر کی عبارت کاٹ ڈالی تاکہ عوام کو دھوکہ و فریب دیوے کہ عامی اور غیر مجتہد کے
حق میں بھی اپنے مذہب کے خلاف جو حدیث ہو اس پر عمل کر لینا درست ہے یہ جان بوجھکر گمراہ کرنا عوام کا ہے یا نہیں اور یہ
خیانت دین میں اور سرقہ ہے یا نہیں اگر عبارت کتاب کی آخر کی چھوڑ دی جسکے ذکر سے حق بات معلوم ہو جاتی کہ اپنے
مذہب کے مخالف جو حدیث ہووے اوس پر عمل کرنا اوس شخص کے ساتھ خاص ہے کہ جسکو کسی قسم کا اجتہاد حاصل ہووے
اسکے غیر کے واسطے کہ اسکو کوئی درجہ کا اجتہاد حاصل نہیں ہے عمل بالحدیث انکے واسطے نہیں ہے انکے واسطے تو وہی اپنے امام
کا قول پر عمل کرنا ہے اگر کوئی لامذہب یہ دھوکہ دے کہ رد المحتار کی اس آخر عبارت کے جواب بھی واسطے خیانت ثابت کرنے اور
حق ظاہر ہو جانے کو ذکر کی ہے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ جسکو عمل حدیث مخالف مذہب پر عمل کرنا چاہیے تو وہ وہی شخص ہے

اس عبارت شاہ ولی اللہ صاحب سے ثابت ہوا کہ کوئی شخص ہووے اور وہ تقلید کرے کسی مرد کی فقہاء میں سے اس اعتقاد
کے ساتھ کہ اس مجتہد وفقیہ سے جیسا ہر مجتہد سے خطا ہوتی ہی نہیں ہو اور اسکے دلمیں یہ بات جگی ہووے کہ اگر کسی دلیل کا
ظہور اسکے خلاف ہوجاوے تب بھی اوسکی تقلید کو میں نہ چھوڑونگا تو مصداق حدیث عدی بن حاتم کا ہے جو اوپر گذرا
ہو یہ مولوی نذیر حسین اور انکے مقلد امیر الدین کی سراسر نادانی و ناانصافی و فریب دہی عوام کو ہے کہ اس سے تقلید ائمہ اربعہ
کے مقلدین کو مشرک بتاتے ہیں مقلدین ائمہ میں کسی کا یہ عقیدہ نہیں ہو کہ ہمارے مجتہد سے خطا ہوتی ہی نہیں ہو بلکہ مقلدین
ائمہ اربعہ کو درمیان مشہور ومعروف ہے کہ المجتهد يخطي ويصيب یعنے مجتہد سے خطا وصواب دونوں ہونیکا
احتمال ہے اور اسی طرح اون مقلدین موصوفین کا یہ عقیدہ بھی نہیں ہو کہ ہمارے امام کے خلاف کا ظہور بھی ہمکو ہوجاوے
یعنے ہمارا رتبہ اجتہاد کو بھی پہنچ جاوے جسکے سبب سے ہمکو ظاہر ہو دلیل خلاف مذہب ہمارے امام کا سو اسے تب بھی ہم اپنے
امام کی تقلید کو نہ چھوڑینگے پس اس قول شاہ ولی اللہ صاحب سے بھی مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کا شرک وکفر عدم
جواز ہرگز ثابت نہیں ہو **قولہ** مولوی اسمٰعیل نے تنویر العینین میں لکھا ہو کیونکر جایز ہوگا التزام کرلینا ایک شخص
معین کی تقلید باوجود قدرت کے رجوع کرنے پر اون روایتوں کی طرف جو منقول ہیں نبی صلعم سے صاف صاف دلالت
کرتی ہیں خلاف پر اس امام کی بات کے جسکی تقلید لازم کیا ہو بغیر اگر نہ چھوڑا کسی نے اپنے امام کی بات کو تو اسکے دلمیں
شرک گھسا ہوا ہو جیسی کہ دلالت کرتی ہو اوسپر حدیث ترمذی کی بروایت عدی بن حاتم انتہی **اقول** وباللہ التوفیق فقط
اسی قدر قول مولوی اسمٰعیل سے بھی کہ جس قدر کو مولوی نذیر حسین کے مقلد امیر الدین نے نقل کیا ہو یہی واضح ہے
کہ جس شخص کو قدرت رجوع کرنے کی ہو اون روایتوں کی طرف جو رسول اللہ صلعم سے منقول ہیں اور صاف صاف دلالت
کرتی ہیں خلاف پر اوس امام کی بات پر جسکی تقلید اوس شخص نے کی ہو باوجود اسکے وہ چھوڑے امام کی تقلید کو تو اوسکی
تقلید مذموم ہے جسکو خدا تعالے نے فہم وعلم وانصاف دیا ہو وہ جانتا ہو کہ اون روایات کیطرف جو رسول اللہ سے منقول
ہیں رجوع کرنے کی قدرت معتبرہ اوسی وقت ثابت ہوتی ہو نزدیک اہل علم اہل حق کے کہ اوس شخص کو کسی قسم کا درجہ
اجتہاد حاصل ہوجاوے اور بغیر اسکے قدرت معتبرہ رجوع کرنیکا ثابت ہونا ہرگز مسلم نہیں ہو پس جو لوگ مقلدین میں سے
درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچے ہیں تو اونکے حق میں یہ قول مولوی اسمٰعیل کا ہرگز صادق نہیں آتا اور جو لوگ مقلدین میں سے کسی
درجہ اجتہاد کو پہنچ گئے ہیں اونکے حق میں بھی یہ قول مولوی اسمٰعیل کا صادق آنا مسلم نہیں کیونکہ کوئی روایت صاف
صاف مخالف امام پر دلالت کرنے والی موجود نہیں اگرچہ گمان فاسد اہل مذہب و دیگر مذہب اپنے خیال میں ایسی روایت
موجود ہونا گمان کریں اور صاف صاف مخالف امام پر اون روایتوں کا دلالت کرنا بھی وہی شخص جسکو کسی قسم

کا اجتہاد حاصل ہو جاتا ہو والا مذہبیم مانند مولوی نذیر حسین وغیرہ کے جنکو کسی قسم کا اجتہاد تو کجا تبحر فی العلم بھی
حاصل نہیں ہو وہ ہرگز نہیں جان سکتے ہیں پس ان لامذہبیم کا یہ کہنا کہ فلاں روایت صاف صاف اور
مخالف مذہب کسی امام کی ائمہ اربعہ میں سے ہو دلالت کرتی ہو ہرگز قابل قبول نہیں ہو اور صاف صاف دلالت اسی وقت
ثابت ہوتی ہو کہ اس روایت کو سند و متن دونوں کے اعتبار سے ساتھ قواعد معتبرہ کے جانچا ہووے اور کسی طرح سے اسکے
ثبوت میں اور دلالت میں کلام نہ رہا ہووے اور کوئی شبہ نہ ہووے اور کوئی جواب اس روایت کے عدم قبولیت کا میسر نہ ہووے
باوجود استقصاء تمام اور کوئی نسخہ معارض ہو اس روایت کا محتمل ہووے تو یہ سوائے روایت متواترہ و قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ
کے دوسری روایت میں ہرگز نہیں پایا جاتا ہو پس حاصل اس عبارت مولوی اسمعیل کا یہ ہوا کہ آیات قطعی الدلالۃ جنکے مطلب
میں کوئی شبہ و تاویل وغیرہ نہ ہووے اور ایسے ہی حدیث متواتر الالفاظ و قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ جسکا مدلول قطعی اور بغیر
وہم و بغیر معارضہ کسی دلیل کے ہو اور ایسی آیت و حدیث کی مخالف مذہب کسی امام کا ہو اور یہ مخالفت ایسی آیت و حدیث مذکورین
کے اور اسکے مقلد کو معلوم ہو جاوے بعد ہی اوسکا مقلد اوسکی تقلید کو نہ چھوڑے تو اسکے دل میں شرک گھسا ہوا ہو اسکا انکار ہم مقلدین
کو کب ہے لیکن ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام ایسا نہیں ہو کہ جسکا کوئی قول ایسی حدیث و آیت کا مخالف ہو جسکے عدم ترک سے
مقلدین اوسکے مشرک ہوں جسکو دعوی ہو کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام ایسی آیت و حدیث کے خلاف مذہب رکھتا ہو تو ثابت
کرے ورنہ جیسے قول امام رازی کے استاد و قول قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اور قول شاہ ولی اللہ اور قول شاہ عبدالعزیز کا مخالف
ائمہ اربعہ کے مقلدین نہیں ہو اور انسے مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کی مذمت ثابت نہیں ہو ایسے ہی مولوی اسمعیل کے قول سے
بھی مقلدین ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کی مذمت ثابت نہیں ہو اگر لامذہبیم یہ کہے چلے جاتے ہیں کہ انکے اقوال سے مقلدین
ائمہ اربعہ ہی مراد ہیں تو ہم کہینگے کہ ایسے اقوال سے لامذہبیم ہی مراد ہیں جو مولوی نذیر حسین کے ایسے اقوال کی تقلید کرکے
مقلدین ائمہ اربعہ کو کافر و مشرک انکے قول سے بتاتے ہیں اور مولوی نذیر حسین کی تقلید کرنے میں یعنے اسکے ایسے اقوال ماننے میں
مانند یہود و نصاری کے مستغرق و منہمک ہیں اور آیت اتخذوا احبارہم و رہبانہم الآیۃ و آیت فلا تجعلوا
الآیۃ و حدیث عدی بن حاتم کی ہیں لامذہبیم مولوی نذیر حسین کے اقوال کو ماننے والا مصداق ہیں اور انکا یہ کہنا کہ ہم تو
کسی کی تقلید نہیں کرتے یہ صرف دھوکہ و فریب ہے با حماقت و سفاہت ہو کیونکہ مولوی نذیر حسین کے اقوال کی اتباع
کو ایسا واجب جانتے ہیں یہ لوگ کہ کسی عالم واجب التقلید شخص معین کی نہیں کیا جاتا اور کیسا ہی اسکا ثبوت آیات و احادیث
سے دیا جاوے یہ لوگ وہی مولوی نذیر حسین کے قول پر ہستے ہیں کہ تقلید شخصی حرام و بدعت سیئہ و شرک و کفر ہے یہ لوگ
ائمہ اربعہ میں سے ایک امام معین کی تقلید کو منع کرتے ہیں اور حرام و شرک کہتے ہیں مولوی نذیر حسین ایک کم علم ذی کو

قول کی تقلید یہہ خود کرتے ہین اور اسکے مقابلہ مین کوئی دلیل اہل حق کی نہین مانتے ہین تو بلا شبہ انکی تقلید حرام و شرک ہ
چاہیے واضح ہو کہ بعد جواب شروع اس کلام مین یہہ کہا ہو کہ فقط اسیقدر قول مولوی اسماعیل ہے بہی کہ جسقدر
مولوی نذیر حسین کے مقلد امیر الدین نے نقل کیا ہو جو واضح ہوا تو یہہ اسواسطے کہا ہو کہ امیر الدین نے اس کلام کو آخر مین
جو مولوی اسمٰعیل کا کلام ہو اوسکو چہوڑ دیا ہو واسطے دہوکہ دہی عوام کے اگرچہ انکے امام مولوی نذیر حسین نے اپنے معیار الحق
مین جسکو امیر الدین اپنی سند و حجت جانتا ہو وہ آخر کلام مولوی اسمٰعیل کا بہی نقل کیا ہو اگرچہ اوس آخر کلام سے بالفرض
مفہوم نہو ولکن جسکو امیر الدین نے دلیل بنایا ہو اس سے تو یہی مفہوم ہوتا ہو جو معلوم ہوا پس امیر الدین نے جو دلیل
بنائی تہی اوسکا دلیل ہونا بیان بطور واضح کے ناقض ہو آخر کلام کا اوسنے دلیل نہ بنایا تو اسکے اظہار عدم دلیل بنے سے
نے تعرض کیا اس محل مین اقوال آئندہ مین جس سے تعرض ہو جاوے تو عجب نہین ہو **قولہ** حاصل یہہ ہو کہ جو شخص
کسی کی تقلید اپنے اوپر لازم سمجہلے اور باوجود مخالف معلوم ہونے حکم اسکے کو ساتہ حکم خدا اور اسکے رسول کے اسکا اتباع
نہ چہوڑے تو اوسنے بحکم آیت اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله کے خدا کا شریک ٹہہرایا
مستحق ہمیشہ دوزخ مین رہنے کا ہوا فرمایا اللہ تعالے ومن یشرک بالله فقد حرم الله علیه الجنة وما
النار وما للظالمین من انصار اور فرمایا اللہ تعالے ان الله لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دو
ذلك لمن یشاء ومن یشرک بالله فقد ضل ضلالا بعیدا یہہ دونون آیتین صریح دلیل اسبات
پر ہین کہ مشرک ہمیشہ دوزخ مین جلتا رہیگا اور اسکی بخشش کبہی نہوگی اسی سبب سے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو اگر جلا
جاوے اور ٹکڑے ٹکڑے کیا جاوے تو بہی شرک نہ کر تو اللہ تعالے کے ساتہ اور اسبات مین کچہ بہی شک نہین کہ تقلید کسی کی خواہ ائمہ اربع
مین سے ہو خواہ انکے سوای شرک ہے **اقول** وباللہ التوفیق ہان یہہ مسلم ہو باوجودیکہ یہہ یقینا معلوم ہو جاوے کہ کسی
کہ جسکی وہ تقلید اور اتباع کرتا ہو اوسکا حکم خدا اور رسول کے مخالف ہے اور باوجود اسکے اسکی اتباع نہ چہوڑے بلکہ اوسی کو
حاکم بحکم مستقل مانے تو بحکم آیت اتخذوا احبارهم ورهبانهم الآیة کے اوسنے خدا تعالے کا شریک ٹہہرایا اور اسی
ہو اور ہمیشہ دوزخ مین رہنے کا مستحق ہوا بلکہ ہم کہتے ہین کہ قطعا و یقینا وہ دوزخ مین رہیگا اور دونون آیت سے اوس
دوزخ مین رہنا بلا شبہ ثابت ہو بشرط موت علی الشرک ولکن امیر الدین نادان مقلد مولوی نذیر حسین لا مذہب کا یہہ کہنا
کہ تقلید کسی کی خواہ ائمہ اربعہ مین سے ہو خواہ انکے سوای شرک ہے سراسر سفاہت وحماقت وضلالت ہو ہرگز آیات واحادیث
وعبارات مذکورہ بالا سے ائمہ اربعہ مین سے کسی کے مقلدین کی تقلید کی مذمت وحرمت وکراہت وشرک وکفر کا ثبوت نہین ہو جیسا
اوپر کچہ ہی معلوم ہو گیا ہو آیات واحادیث وعبارات مذکورہ بالا جو مولوی نذیر حسین کی کتاب سے اس امیر الدین نے نقل

ہیں وہ تمام یہود و نصاریٰ و فرقون بدعیہ روافض و خوارج وغیرہم بلکہ فرقہ لامذہبیہم کے گروہ کو بھی شامل ہین کہ اونکی
تقلید حرام و شرک و کفر ہو اور لامذہبیہم کا انکار بظاہر تقلید ہو کر اس امر کو نہین چاہتا ہو کہ وہ اپنے پیشوا مولوی اسمعیل
دہلوی اور مولوی نذیر حسین کے مقلد فی الواقع نہین ہین کیونکہ تقلید کہتے ہین ماننا قول غیر کا بلا دلیل کے اور ادلۂ اربعہ میں سے
ان لوگون پر یہی صادق ہو کہ اونکے جہال و نادان انکے قول یعنے مولوی اسمعیل اور مولوی نذیر حسین کے قول کو مانتے ہین اور
انکا قول اس قسم کا کہ تقلید مجتہدین صالحین کی جو مسلمان کرتے ہین اور جسکا رواج ہو وہ حرام و کفر و شرک ہے بلا دلیل ہو
کیونکہ ابھی معلوم ہو چکا کہ جن آیات و احادیث و عبارات کو مولوی نذیر حسین نے دلیل بنایا ہو اونسے ہرگز تقلید مروج
مقلدین ائمہ اربعہ کا حرام ہونا اور کفر و شرک ہونا ثابت نہوا پس یہہ قول مولوی نذیر حسین کا بلا دلیل رہا پس قول بلا
دلیل کو دوسرے لامذہبیہم نے تسلیم کیا تو بلا شبہہ یہہ تقلید مولوی نذیر حسین کی ہوئی اور یہہ لامذہبیہم مولوی نذیر حسین
و مولوی اسمعیل کے ایسے تقلید کرتے ہین کہ کتنی آیات و احادیث اونکے اقوال کے بطلان پر پیش کیے جاوین اونکے قول
کو نہین چھوڑتے ہین پس اس فرقہ کے لوگون کی تقلید کو ہی شرک و حرام و مذموم جاننا چاہیے مولوی اسمعیل کی تنویر العینین
کی عبارت کا مضمون اول ذکر دیا امیر الدین نے اور آخر کے عبارت کا مضمون چھوڑ دیا باوجودیکہ امیر الدین کے امام مولوی
نذیر حسین نے اپنے معیار الحق میں مولوی اسمعیل کی عبارت ذکر کی ہو وہ عبارت جسکا مضمون امیر الدین نے چھوڑ دیا یہ
ہو ولیس المراد به التقلید مطلقا والا لزم تکلیف کل عامی بالاجتهاد ولیس المراد به رد النصوص
وانکارها فی مقابلة قول ائمتهم والا لم یکونوا نصاری بل المراد هو تاویل الدلائل الشرعیته
الی قول ائمتهم فعلم من هذا ان اتباع شخص معین بحیث یتمسک بقوله وان ثبت علی
خلافه من السنة والکتاب یاول الی قوله شوب من النصرانیة وحظ من الشرک مولوی
اسمعیل نے بعد ذکر کرنے حدیث عدی بن حاتم کے اول تو یہہ کہا کہ اس سے مراد تقلید فی العقائد نہین ہو اسلیے کہ تحلیل و
تحریم کا استعمال افعال میں ہوتا ہو اسکے بعد یہہ عبارت مولوی اسمعیل کی ہو جو ہمنے نقل کی جس سے صاف ظاہر ہو کہ حدیث
عدی بن حاتم سے جس تقلید کی مذمت میں ثابت ہو اس تقلید سے مراد تقلید مطلقا نہین ہو اگر تقلید مطلقا مراد ہوتی تو
ہر عامی کو تکلیف دینا ساتھ اجتہاد کے لازم آجاویگا اور اس حدیث عدی میں جو مذکور ہو اس سے مراد نصوص کا رد کرنا اور
انکار کرنا اپنے پیشوا اونکے قول کے مقابلہ میں بھی نہین ہو یہ مراد ہونگے تو وہ نصاریٰ نہونگے اس سے تاویل کرنا اور پھیر دینا دلیلون
شرعیہ کا طرف قول پیشواؤن اپنے کے مراد ہو اس کلام مولوی اسمعیل سے واضح ہو کہ عامی غیر مجتہد کی تقلید کی مذمت حدیث
عدی بن حاتم سے ثابت نہین ہو اس عبارت کے مضمون کو امیر الدین نے اسواسطے ذکر نکیا کہ جاہلون کو فریب دینا اوسکو

منظور تھا اور اس عبارت کا مضمون کہ ذکر ہو چکا ہے اول نقل ہو لا ابھی جانا جاتا ہے کہ جو مجتہد نہیں ہو اوسکے حق مین مولوی
اسمٰعیل کا یہہ کہنا نہیں ہے اور مقلدین ائمہ اربعہ خصوصاً اس زمانہ مین کوئی بھی مجتہد نہیں ہے پھر اونکی تقلید یہہ امیرالدین بعض
اپنے پیشوا نذیر حسین کے شرک بتاتا ہو چنانچہ نصر الحق جواہر لیعنی امیرالدین نے یہہ کہا کہ اس بات مین شک نہیں کہ تقلید کسی
کے خواہ ائمہ اربعہ مین سے ہو خواہ انکے سوا کی شرک ہے اور اسکی دلیل قول مولوی اسمٰعیل وغیرہ کا قرار دیا ہو یہہ امیرالدین کا دہوکہ
و فریب اور افترا علی اللہ اور رسول اللہ صلعم اور ان لوگون پر ہو جنکی عبارت نقل کی ہین اور یہہ کافر و مشرک بتاتا اسکا موافق حدیث
کے اسی کی ہو طرف عود کرتا ہو اس دغابازی کے واسطے امیرالدین مکار نے اس عبارت مولوی اسمٰعیل کے مضمون کو چھپایا اور یہہ
جو مولوی اسمٰعیل نے کہا کہ اگر اس سے مراد نصوص کو رد کرنیوالا اور انکار کرنیوالا اپنے پیشواؤن کے قول کے مقابلہ مین ہونگے
تو وہ نصاریٰ ہونگے جیسا کہ ظاہر ہو کہ جن مقلدون کی تقلید کی مذمت اس حدیث مین مراد ہو تو وہ نصاریٰ ہی ہین اور
نصاریٰ ہی مراد ہونا چاہیے اسی واسطے مولوی اسمٰعیل نے رد اور انکار کرنیوالے مراد ہونیکی دلیل یہی بیان کی کہ مراد ہونگے
تو وہ نصاریٰ ہونگے یعنے اس حدیث مین تو اونصاریٰ ہی ہین ایسی مراد لینا چاہیے کہ نصاریٰ ہی مراد ہین اس سے
بھی بخوبی واضح ہو کہ اس حدیث مین ائمہ اربعہ کے مقلدین ہرگز داخل نہیں ہین اور آخر مین مولوی اسمٰعیل نے یہہ کہا
کہ بلا دلائل شرعیہ تاویل کرکے اپنے پیشواؤن کے قول کی طرف پھیرنیوالے ہین تو اونسے مراد بھی نصاریٰ ہونا چاہیے
موافق قول مولوی اسمٰعیل کے جو اوپر ذکر ہو چکا پھر آخر مین جو یہہ کہا کہ فمن ههنا ان اتباع شخص معین
جسکا مطلب یہہ ہو کہ اس سے معلوم ہو گیا کہ کسی شخص معین کا انتہی اتباع کرے اور اوسکے قول کو ایسا تمسک کرے کہ دلیل جب
کہ اوسکے خلاف پر دلائل قرآن اسکے نزدیک ثابت ہو جاوین تب بھی اوسکو قبول نکرے اور اونہین تاویل کرکے اوس شخص
معین کے قول کیطرف پھیرے تو اسمین ملونی نصرانیت اور حصہ شرک ہے سو اس قول سے بھی مراد مقلدین ائمہ اربعہ
ہرگز نہیں ہو سکتے ہین کیونکہ اس قول مین تاویل سے مراد مطلقاً ہرگز نہیں ہو سکتی تو کیونکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
نے تاویل کی اور رسول اللہ صلعم نے جب سنا تو اوسپر سکوت فرمایا کسی کا انکار نفرمایا اور تعنیف اور سختی کسی پر نفرمائی
چنانچہ بخاری شریف مین ہو عن ابن عمر رضي الله تعـ عنهما قال قال النبي صلعم لنا لما رجع من
الاحزاب لا يصلين احد العصر الا في بني قريظة فادرك بعضهم العصر في الطريق
وقال بعضهم لا نصلي حتى نأتيها وقال بعضهم بل نصلي بل لم يرد منا ذلك فذكر
ذلك للنبي صلعم فلم يعنف احدا منهم اسکے تحت مین شارح عینی نے تاویلین صحابہ رض کی ذکر کرکے
یہہ کہا ہے قال الداؤدي فيه ان المتاول اذا لم يبعد في التاويل ليس بمخطي وان السكوت

علی دفعل امر کالقول باجازتہ ۔ و مسلم میں بھی یہ حدیث موجود ہے اسکے تحت میں امام نووی فرماتے ہیں اما الاختلاف
الصحابۃ فی المبادرۃ بالصلوۃ عند ضیق وقتہا و تاخیرہا فسببہ ان ادلۃ الشرع تعارضت عندہم
بان الصلوۃ مامور بہا فی الوقت مع ان المفہوم من قول النبی صلعم لا یصلین احد الظہر او العصر
الا فی بنی قریظۃ المبادرۃ بالذہاب الیہم وان لا یشتغل عنہ بشئ لا ان تاخیر الصلوۃ مقصود فی
نفسہ من حیث انہ تاخیر فاخذ بعض الصحابۃ بہذا المفہوم نظرا الی المعنی لا الی اللفظ فصلوا
حین خافوا فوت الوقت واخذ آخرون بظاہر اللفظ وحقیقتہ فاخروہا ولم یعنف النبی صلعم
واحدا من الفریقین لانہم مجتہدون ففیہ دلالۃ لمن یقول بالمفہوم والقیاس و مراعاۃ المعنی
ولمن یقول بالظاہر ایضا وفیہ انہ لا یعنف المجتہد فیما فعلہ فی اجتہادہ اذا بذل وسعہ فی
الاجتہاد ۔ حدیث بخاری کا یہ مطلب ہے کہ جناب رسالتمآب صلعم نے بعد رجوع کی جنگ احزاب کے صحابہؓ کو بنی قریظہ
جانیکا حکم دیا اور فرمایا کہ صحابہ میں سے کوئی نماز عصر راستہ میں نہ پڑھے بنی قریظہ کو یہاں جا کر پڑھے جب چلتے چلتے وقت آگیا راستہ
میں قبل پہنچنے کے بنی قریظہ کو یہاں تو بعض صحابہؓ نے فرمایا کہ جبتک بنی قریظہ میں نہ پہنچینگے نماز عصر نہ پڑھینگے راستہ میں اور بعضے
صحابہؓ نے حدیث نبوی میں تاویل کی اور فرمایا کہ ہم تو یہاں راستہ میں ہی نماز پڑھے لیتے ہیں رسول اللہ صلعم نے جو یہ فرمایا ہو کہ
بنی قریظہ میں نماز پڑھنا تو اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ راستہ میں باوجود وقت ہو جانیکے بھی نماز نہ پڑھیں بلکہ آپکی یہ مراد تھی کہ ایسی
جلدی جانا کہ نماز عصر کا وقت وہاں بنی قریظہ میں ہووے غرض راستہ میں پڑھ لی جب اس اختلاف و تاویل کا ذکر رسول اللہ صلعم کے حضور
میں ہوا تو آپنے ان فریق صحابہؓ میں سے کسی پر بھی خفگی نہ فرمائی اس حدیث کے تحت میں علامہ عینی حنفی و نووی نے نقل میں کہ تاویل
کرنیوالا ایسی تاویل کرے کہ بعید ہو تو وہ مخطی نہیں ہے اور کسی چیز کو کرتے دیکھکر سکوت کرنا مثل قول کے ہے اجازت دینے میں اور
یہ حدیث بخاری میں جو ہے بہی قدرے تفاوت کیساتھ مسلم میں بھی ہے علامہ نووی کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ صحابہؓ نے جو وقت
تنگ ہونے وقت نماز کی جلدی پڑھنے اور تاخیر کرنے میں جو اختلاف کیا تھا تو اسکا سبب تھا کہ ادلۃ الشرع کو اونکے نزدیک متعارض
تھیں اس طرح سے کہ نماز کو ادا کرنیکا حکم نماز کے وقت میں ہے (لقولہ تعالیٰ ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا)
یعنے نماز فرض کی گئی ہے وقت معین پر باوجود اسکے جو رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو کہ نماز عصر یا ظہر بنی قریظہ میں پڑھنا
تو اس فرمانے سے یہی مفہوم ہو کہ بہت جلدی بنی قریظہ میں جاؤ نہیں دوسری کسی چیز کیساتھ مشغول ہو جاویں تاخیر نماز فی نفسہ
مقصود نہیں ہے سبب اسکے بعض صحابہؓ نے معنی کیطرف خیال کر کے بلحاظ کرنے لفظ کے اسی مفہوم پر عمل کر کے جب وقت کے فوت ہونیکا
خوف کیا تو نماز راستہ میں پڑھ لی اور بعضوں نے ظاہری لفظ انکے معنی حقیقی پر عمل کیا اور رسول اللہ صلعم نے دونوں فریق میں

ے کسی پر سوا سے سختی نہین فرمائی کہ یہ دونون فریق مجتہد تھے اس حدیث سے ثابت ہوتی ہین اون علما کی بھی دلیل ہو جو منصوص و قیاس
اور اجماع و مستنبط کو قائل ہین اور انکے بھی جو قائل ساتھ ظاہر کے ہین اور یہ حدیث دلیل اس امر کی ہو کہ مجتہد اپنے اجتہاد مین خوب کوشش
کرکے مسائل نکالنے والے پر سختی و طعن نہ کرنا چاہیے پس اس حدیث بخاری و مسلم سے تاویل کرنیکا جواز رسول اللہ صلعم اور صحابہ
سے بخوبی ثابت ہے پس اگر مولوی اسمٰعیل کی عبارت مین تاویل سے مطلقاً تاویل کرکے اپنے امام کیطرف پھیرنیکا عدم جواز و
نصرانیت و شرک مراد ہو تو اسکا بطلان حدیث بخاری و مسلم مذکور سے جس سے تاویل کا جواز رسول اللہ صلعم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے
ثابت ہوا ہو ظاہر ہے اور مولوی اسمٰعیل کا یہ قول نے تعریف بھی گھر کا لازم آتا ہو اسکو مولوی اسمٰعیل کے معتقدین مولوی نذیر حسین
و امیر الدین مقلد نذیر حسین اور دوسرے لا مذہب لوگ بھی قبول نہ کرینگے پس بالضرور مولوی اسمٰعیل کے قول مین مراد تاویل سے
کہ وہ تاویل نصرانیت و شرک ہے وہی تاویل ہونا چاہیے کہ جو تاویل بعید ہو کہ وہ تاویل کفار کی ہو اور اسکے مثل تاویل مانند
معتزلہ و فرقون بدعیہ کہ جیسے کہ معتزلہ اللہ تعالی مین صفت تکلم نہین جانتے ہین جب انپر وہ آیات و احادیث صریحہ مشہورہ
پیش کیجاتی ہین کہ جنسے صفت تکلم کی ساتھ خدا تعالی کا متصف ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہو تو اسکی تاویل کرتے ہین کہ اوسنے مراد
تکلم دوسرے چیز مین پیدا کر دینا مراد ہو نہ خدا تعالی کی ذات مین تکلم پایا جانا ایسے ہی معتزلہ دیدار الٰہی کو منکر ہین جب اونپر
آیت وجوہ یومئذ ناضرہ الی ربہا ناظرہ پیش کیجاتی ہو تو تاویلات بعیدہ کرتے کبھی کہتے ہین کہ ناظرہ بمعنی
منتظرہ کے ہے یعنی وہ اقوام انتظار ثواب سب اپنے کا کرنیوالے ہونگے اور کبھی کہتے ہین کہ الی ربہا ناظرہ کے اول مین
مضاف محذوف ہے ای الی ثواب ربہا ناظرہ اور کبھی اور تاویل کرتے ہین یہ تمام تاویلات معتزلہ کی بعیدہ ہین
کیونکہ نظر بمعنے انتظار وہ ہو جو مقرون لفظ الی کے ساتھ نہو چنانچہ قرآن مین ہے انظرونا نقتبس من نورکم و قولہ تعالی
ھل ینتظرون الا تاویلہ و قولہ تعالی ھل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ ان آیات مین نظر بمعنے انتظار کے ہو لیکن
مقرون ساتھ لفظ الی کے نہین ہو اور جو مقرون الی کے ساتھ ہو وہ بمعنے رویت کے ہو ان تاویلات بعیدہ سے بدتر تاویلات ان لا مذہبون
کی تاویلات مین ہین ایک گروہ نیچریہ ہو جنکا امام سید احمد خان ہو فقلنا اضرب بعصاک الحجر کے معنے مین تاویل
کرکے اس پہاڑ پر چلنے کا حکم ہونا لاٹھی ٹیک کر بیان کرتا ہو پھر خود اعتراض کرتا ہو کہ ضرب کے معنے چلنے کے جب ہوتے ہین
فی کا صلہ ہوا ہو یہان اسکا صلہ نہین ہے مگر [illegible] کہ ضرب کے کسطرح ہو سکتے ہین پھر خود جواب فاسدہ و کاسدہ دیتا ہو کہ یہان
صلہ فی محذوف ہو اتنی تمیز نہین کہ بلا دلیل حذف ماننا اور بلا ضرورت ضرب کے معنے ماننیکے ترک کرنا باوجود درستی کے کیونکر
درست ہو سکتا ہو اسی طرح نیچریہ کا امام جنت و حور و دوزخ کو ظاہری معنے سے تاویل کرکے انحراف کیا ہو تاویلات لا مذہب کے
ضروریات دین مین ہین پس ایسے اگر کئی تاویلات فاسدہ و باطلہ تو بلا شبہ حدیث عدی بن حاتم مین داخل ہو سکتے ہین

یہ لوگ لا مذہب ہیں اور اسکا مصداق بن سکتے ہیں نہ بہ مولوی اسمٰعیل کے قول کے اگر ایسی تاویلات وارد ہیں تو ایسے تاویلات مقلدین
ائمہ اربعہ میں ہر کوئی نہیں کرتا ہو اور ایسے تاویلات کرکے اپنے امام کیطرف ظلمات احادیث بظاہر مخالفہ کو ہرگز رجوع نہیں
کرتے بلکہ تاویل کامل تاویل ہیں تا ہو بعید نہیں کہ کے اپنے امام کیطرف رجوع کرتا ہو یہ وہی تاویل ہو جیسے کہ رسول اللہ صلعم
کے تقریر اور صحابہ رض سے ثابت ہو اسیواسطے حنفیہ شافعیہ کو مثلاً بسبب اپنے تمسکات احادیث کا مخالف جانکر بدعتی نہیں
کہتے اور شافعیہ حنفیہ کو اپنے تمسک کی احادیث کا مخالف جانکر بدعتی نہیں کہتے شرح مقاصد مطبوعہ مصر کے جلد ثانی صفحہ ۲۷۱
میں ہو وقد دخل الآن فیما بین الطائفتین اختلاف فی بعض الاصول کمسئلة التکوین ومسئلة
الاستثناء ومسئلة ایمان المقلد وغیر ذلک والمحققون من الفریقین لاینسبون احدهما الى
البدعة والضلالة بخلاف المبطلين المتعصبين حتى ربما جعلوا الاختلاف في الفروع ايضا
بدعة وضلالة كالقول بحل متروك التسمية عمدا وعدم نقض الوضوء بالخارج النجس
من غير السبيلين وكجواز النكاح بدون الولي والصلوة بدون الفاتحة ولا يعرفون
ان البدعة المذمومة هو المحدث من غير ان يكون في عهد الصحابة والتابعين ولا دل
عليه الدليل الشرعي ومن الجهلة من يجعل كل امر لم يكن في زمن الصحابة بدعة مذمومة
وان لم يقم دليل على قبحه تمسكا بقوله عليه الصلوة والسلام اياكم ومحدثات الامور
ولا يعلمون ان المراد بذلك هو ان يجعل في الدين ما ليس منه عصمنا الله من اتباع
الهوى وثبتنا على اقتفاء الهدى بالنبي وآله انتهى اس عبارت علامہ تفتازانی سے واضح ہو کہ اختلاف
فی الفروع کو بدعت وضلالت کہنا اہل باطل واہل تعصب کا کام ہو کہ بعد معلوم ہوجانے حق کے پھر بھی اسکے منکر ہوجاتے ہیں
تو وہ قائلین حلت متروک التسمیہ عمداً کو اور قائلین عدم نقض وضو کو ساتھ خارج نجس کے غیر سبیلین سے کہ وہ شافعیہ ہیں انکو
بدعتی کہتے ہیں اور ایسے قائلین جواز نکاح بدون ولی کو اور قائلین جواز نماز بدون فاتحہ کو بھی بدعتی کہتے ہیں وہ مبطلین اتنا
نہیں جانتے کہ بدعت تو وہی ہے کہ ایسی نئی چیز ہو جو کہ باوجود عہد صحابہ رض وتابعین میں نہ ہو سکے اسکے جواز پر کوئی دلیل شرعی بھی دلالت کرے اور بعض جاہل تو
وہ ہیں کہ ہر چیز کو جو اسی واسطے کہ زمانہ صحابہ میں نہ ہو بدعت مذموم قرار دیتے ہیں اگرچہ اسکے قبیح ہونے پر کوئی دلیل شرعی دوسری دال نہ ہو اور حدیث
ایاکم ومحدثات الامور سے ان قول باطل کی دلیل لاتے ہیں اس قول علامہ تفتازانی سے واضح ہو کہ مذہب سلیم اہل مقلدین ہو اور ان کو بدعتی وضال
کہنا اہل باطل وجاہل واہل تعصب کا کام ہو اور واضح ہو کہ مقلدین ائمہ اربعہ میں سے کسی امام معین کی تقلید ہرگز شرک نہیں بلکہ واجب تقلید
جاہل پر فرض ہے بحکم فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون اس آیت سے تقلید مبہم ہو کہ وہ تقلید مطلق ہو اور تقلید امام معین کی ہو

تقلید مذہب امام معین کی وہی اتباع ہے جسکا حکم واتبع سبیل من اناب میں ہے تو تقریر دلیل بالکل غلط ہے کیونکہ مثلاً مذہب ہر ایک
امام معین کا ائمہ اربعہ میں سے سبیل من اناب ہے کیونکہ ہر ایک امام معین کا ائمہ اربعہ سے من اناب ہونا واضح
ہے اور اسکا منکر معاند ومکابر ہے تو کوئی دوسرا اور اسکا مذہب بھی اوسکا سبیل ہے پس اوسکے مذہب کا سبیل من اناب
ہونا واضح ہے اور سبیل من اناب واجب الاتباع ہے بقولہ تعالیٰ واتبع سبیل من اناب پس مذہب امام معین
واجب الاتباع ہے اسکو بدعت ضلالت وحرام وشرک بتانا نعوذ باللہ مبطل وضلال و بدعتی اور اپنے طرف سے حلال کو حرام کرکر
مصداق اتخذوا احبارہم ورہبانہم اور مصداق حدیث عدی بن حاتم ہوگیا ہے خواہ مولوی نذیر حسین ہو یا اونکے
چیلے اور اسکا مانند مولوی اسمٰعیل کے یا ان دونوں کے مقلدین سفہاء مانند امیر الدین کے **قولہ** چنانچہ علامہ معین الدین نے
دراسات اللبیب میں لکھا ہے کہ ابن عربی نے مذہب کے حاشیہ میں کہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلعم کے سوا کسی اور خاص ایک
ہی شخص کا مذہب پکڑ لیوے اور یہ سمجھے کہ اسی کی بات صحیح ہے اور واجب الاتباع ہے اور کسی کی ائمہ دین سے نہیں وہ گمراہ
جاہل ہے بلکہ کافر ہے **اقول** وباللہ التوفیق خداتعالیٰ ایسی جہالت وحماقت وتعصب سے بچاوے اول معین الدین
کے اقوال کا موافق روافض کے ہونا اونکی اسی کتاب دراسات اللبیب اور یہ مجھے ثابت کر دیا ہے تو لامذہب ہم کے نزدیک
کیا روافض کے موافق قول باطل کہنے والے کے قول ونقل کا معتبر ہونا ہی ضرور ہے اگر اونکے نزدیک یہ ضرور ہے تو تم اہلسنت
وجماعت کا اور بدعتی لوگ کے قول ونقل کا حجت ہونا ان لامذہب ہم نے ثابت کر دیا تب ہم ایسے لوگ کے اقوال کو غیر کیا
ہونا بغیر اسکے پیش کرنا سراسر جہالت وحماقت ہے اس قول سے صراحۃً ثابت ہے کہ یہ قول اوس شخص کا حقیقیں ہے جو یہ
سمجھے کہ ایک ہی شخص معین کا قول صحیح اور واجب الاتباع ہے دوسرے کسی کا ائمہ دین میں سے قول صحیح نہیں ہے اور نہ واجب
الاتباع ہے ائمہ اربعہ کی مقلدین یہ کب سمجھتے ہیں کہ دوسرے کسی کا ائمہ دین میں سے قول واجب الاتباع نہیں ہے مقلدین ائمہ
اربعہ کا کل کا یہی عقیدہ ہے کہ المجتہد یخطی ویصیب اور حنفیہ کب یہ کہتے ہیں کہ شافعیہ کیواسطے امام شافعی
صاحب کا قول مثلاً واجب الاتباع نہیں اور شافعیہ مثلاً یہ کب کہتے ہیں کہ حنفیہ کیواسطے قول ابو حنیفہ رح کا واجب الاتباع
نہیں ہے پس جب شافعیہ اور حنفیہ اور ایسے ہی دوسرے ائمہ کے مقلدین بھی ایسا نہیں جانتے اور ایسا نہیں کہتے تو دراسات
والا قول اونکے حق میں قرار دینا امیر الدین کا سراسر جہالت وضلالت وحماقت ہے ہاں یہ وہابی ایک ہی شخص کی بات حق جانکر
رٹنا اور اسکے ہر قول کو حق کہتے ہیں اور اسکے مخالفین کو بدعتی وضال ومشرک کہتے ہیں چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کذب
باری کا ممکن کہا اور دلیل فاسد یہ بیان کی کہ خداتعالیٰ کو کذب پر قادر نہ کہا جاویگا تو مخلوق کی قدرت خداتعالیٰ کی قدرت سے
زیادہ ہو جاویگی کہ مخلوق کذب پر قادر ہو اور خداتعالیٰ قادر نہیں تو خداتعالیٰ عاجز ہو جاویگا یہ مضمون مع شی اسکے مولوی

اسمٰعیل کے رسالہ یکروزی سے واضح ہے امتناع جمیع عیوب کے تحت قدرت نہونے سے عجز اور قدرت کا کم ہونا لازم نہیں آتا وجہ یہ
ہے نسبت اوسکے محال ہیں اور محال و واجبات وظیفہ و محل قدرت الٰہی کا نہیں ہیں صرف ممکنات صرفہ وظیفہ و محل قدرت کا
ہیں جو ممکن بالذات ہیں نہ بالغیر اور ممکنات صرفہ پر قدرت نہونے سے عجز لازم نہیں آتا ہے جو ممتنع بالغیر کی ہی تحت قدرت نہونے سے عجز
لازم نہیں آتا ہے چنانچہ خیالی کے حاشیہ عبد الحکیم میں اسکے تصریح موجود ہے عبارت عبد الحکیم کی یہ ہے ان عدم القدرة على
الممتنع بالغير ليس بعجز لانه ليس محل القدرة اذ هي متعلق بالممكنات الصرفة الا ترى انه
تعالى لا يقدر على اعدام المعلول مع وجود العلة التامة ترجمہ ختم ہے مولوی اسمٰعیل خود کذب باری
کے ممتنع بالغیر ہونیکا قایل ہے اور باوجود اسکے تحت قدرت کذب باری کا مدعی ہے دلیل فاسد یہی کہ خدا تعالیٰ کا عجز اور مخلوق
سے قدرت میں کم ہونا لازم آویگا اور اس سے بے خبر ہے کہ ممتنع بالغیر کے ہی تحت قدرت نہونے سے عجز لازم نہیں آتا ہے کیونکہ ممتنع
بالغیر محل و وظیفہ قدرت کا نہیں ہے بعضے اس قسم کے بدعتی لوگ اسی دلیل فاسد کے سبب سے کہ جس مخلوق کو قدرت ہے
اگر خدا تعالیٰ کے تحت قدرت وہ نہوگا تو خدا تعالیٰ کا عجز لازم آویگا نعوذ باللہ من ذلک اسکے قایل ہوگئے ہیں کہ خدا تعالیٰ نعوذ باللہ
من ذلک ولد پکڑنے پر بھی قادر ہے اون مبتدعین کو بھی یہی جواب علماء نے دیا ہے کہ ولد پکڑنا خدا تعالیٰ کی نسبت محال ہے اور محال
تحت قدرت نہونے سے عجز لازم نہیں آتا ہے کیونکہ محالات وظیفہ قدرت کا نہیں ہیں یہ مضمون رسالہ یحیوی میں ہے عبارت اسکی
یہ ہے ان كلا من القدرة والارادة لا يتعلق بها كما لا يتعلق بالمستحيلات ولا يلزم من عدم
تعلق القدرة بهما عجز لانهما ليستا من وظيفتها ولانها لو تعلقت بها لزم الفساد ان يلزم
عليه تعلقها باعدام الذات العلية وبسلب الالوهية عنها ونحو ذلك وبهذا يعلم سقوط
قول بعض المبتدعة ان الله قادر ان يتخذ ولدا اذ لو لم يقدر عليه لكان عاجزا انتهى
اس عبارت سے واضح ہے کہ قدرت اور ارادہ واجبات و مستحیلات سے متعلق نہیں ہوا کرتے ہیں چنانچہ واجبات خدا تعالیٰ کی ذات و
صفات اور جو چیزیں کہ اوسکی نسبت کرکے محال و عیوب ہیں اور دیگر محالات تحت قدرت و ارادہ نہونے سے خدا تعالیٰ کا عجز اس واسطے
لازم نہیں آتا ہے کہ ایسی چیزیں وظیفہ قدرت و ارادہ کا نہیں ہیں اور دوسری یہ دلیل ہے کہ تحت قدرت داخل ہونے سے یہ
فساد لازم آویگا کہ خدا تعالیٰ کو جب ان چیزوں پر بھی قدرت ہوگی تو تحت قدرت ہونیکے یہی معنے ہیں کہ چاہے اوس چیز
کو جسپر قدرت ہے معدوم کرے اور چاہے موجود کرے پس خدا تعالیٰ کو اپنی ذات اور الوہیت کا معدوم کردینا بھی درست ہو جاوے گا
مثلا جب وہابیہ مولوی اسمٰعیل کی وہی دلیل ہے کہ جسپر مخلوق کو قدرت ہو اوسپر خدا تعالیٰ کو قدرت نہوگی اور تحت قدرت الٰہی وہ
چیز نہوگی تو خدا تعالیٰ کی قدرت سے مخلوق کی قدرت زاید ہوجاویگی جس دلیل فاسد و باطل سے کذب باری کا ممکن ہونا ثابت

کرتا ہو اور حال یہ ہو کہ کذب کا عیب و نقصان میں ہونا بالاجماع و بالاتفاق ثابت ہے تو یہی ایک دلیل کے سبب سے
تمام عیوب و نقصان جنپر قدرت مخلوق کو ہے اور وہ مخلوق میں موجود ہیں تو انکا خدا اللہ کی قدرت کے تحت میں داخل
ہونا اور انکا خدا اللہ میں پایا جانا بھی ممکن ہونا نعوذ باللہ من ذلک درست ہو جاتا ہے پس اپنے کو ہلاک کرنا اور کھانا اور
پیدا ہونا اور کھیلنا اور کودنا نعوذ باللہ من ذلک تمام وہابیہ کے پیشوا اسمٰعیل کی دلیل سے درست و ممکن ہو خدا اللہ میں
ایسے عیوب کے امکان کی نسبت خدا اللہ کیطرف کرنا سلب ایمان کا سبب ہے چنانچہ وہی امام رازی جنکے قول کو مولوی
نذیر حسین اور امیر الدین دلیل بنا کر اپنے زعم میں مقلدین ائمہ اربعہ کو آیت اتخذوا احبارھم ورھبانھم اور حدیث
عدی بن حاتم کا مصداق ٹھہرا کر اپنے زعم فاسد میں مشرک قرار دیتے ہیں اور وہ اپنی تفسیر کبیر سورہ یوسف کے آخر میں
فرماتے ہیں لان المؤمن لایجوز ان یظن باللہ الکذب بل یخرج بذلک عن الایمان فکیف مثلہ علی
الرسل جس سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان کذب کا کرنیسے ایمان سے خارج ہو جاتا ہے جب وہابیہ اور مولوی اسمٰعیل [illegible]
میں امکان کذب باری تعالیٰ کے قایل ہوئے تو وہ بلاشبہ گمان ساتھ خدا تعالیٰ کے کذب کا ہوا اور کذب کا گمان خدا اللہ کیطرف کرنیسے
مؤمن ایمان سے خارج ہو جاتا ہے تو وہابیہ لوگ غور کریں کہ تمہارے مولوی بسبب گمان کذب کے ساتھ خدا اللہ کے موافق قول
امام رازی کے ایمان سے خارج ہوئے یا نہیں اور تم لوگ یعنے تمام وہابیہ لامذہب جو مولوی اسمٰعیل کو وہ ایک شخص معین ہے
اسبارہ میں مقلد اور تابع ہوئے یا نہیں اور تم مولوی اسمٰعیل کے اس قول امکان کذب بلکہ دوسرے اقوال فاسدہ کو بھی تم ایسے
مقلد ہوئے یا نہیں کہ کسی کی بات اونکے مقابلہ میں نہیں مانتے اور ایک انھیں کو حق اسبارہ میں کہتے ہو دوسرونکو بدعتی و مشرک
بناتے ہو ایسی تقلید کرنیوالے کو ملا معین کے دراسات اللبیب میں جاہل و گمراہ و کافر لکھا ہے وہ کفر و جہالت و ضلالت تمہارے
قول کے لامذہب ہونیکے بموجب تم میں ثابت ہو گئی جو ابھی امام رازی کا قول مقلدین ائمہ اربعہ کی ضلالت و شرک ثابت کرنیکو پیش کرتے
ہو اور ایسے ہی ملا معین الدین کے دراسات اللبیب کا قول جو مقلدین مذکورین کو جاہل و گمراہ و کافر ثابت کرتا ہے جب تم قبول کرچکے
تو انھیں دونو قول سے تم اپنے حق میں بھی جہالت و ضلالت و شرک و کفر قبول کرو اور اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھو
کہ تمہارا کیا حال ہے کہ ویسی تقلید و اتباع ایک شخص معین کی جس سے تم کافر و مشرک ہونا ثابت کرتے ہو تم ہی میں موجود ہے

بیان اسکا کہ بعض لوگوں نے تم میں سے یعنے وہابیہ میں سے امکان کذب باری عز اسمہ سے بڑھکر خدا تعالیٰ کی طرف وقوع کذب کو بھی درست
کر دیا چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی متبع و مقلد مولوی اسمٰعیل نے واسطے طرفداری مولوی اسمٰعیل کے ایک مفتی کے حق میں جو
وقوع کذب باری تعالیٰ کا قایل و مقر ہو گیا تھا اور مولوی رشید احمد گنگوہی سے اسکے حق میں استفتا طلب کیا گیا کہ ایسا شخص
جو وقوع کذب باری کا قایل ہے اسکا کیا حکم ہے تو اسکو ضال و مضل و کافر و فاسق کہنے سے منع کیا اور خود نے وقوع کذب کے

سے درست ہونا تصریح ہے چنانچہ رسالہ صیانۃ الناس مطبوع مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ ۱۳۰۸ ہجری کے آخر ورق میں یہ فتوے
مولوی رشید احمد گنگوہی کا مطبوع ہو چکا ہے اور انکے ہاتھ کا اصل فتویٰ لکھا ہوا انکی مہری ہوئی ہی ہمارے پاس موجود ہے جسکی
عبارت تھوڑی سی یہ ہے (بعض علما وقوع خلف وعید کے قائل ہیں اور یہ بھی واضح ہو کہ خلف وعید خاص ہے اور کذب
عام ہے کیونکہ کذب بولتے ہیں خلاف واقع کو سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے گاہ وعدہ گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود
نوع کا جنس کو مستلزم ہے اگر انسان ہوگا تو حیوان بالضرور ہوگا لہذا وقوع کذب کے معنے درست ہو گئے گو کہ بعض کسی فرد کا ہو پس
بنا علیہ اوس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے) اس عبارت مولوی رشید احمد سے صاف طور سے واضح ہے کہ کذب عام ہے اور وعدہ
وعید وخبر خاص اور کذب کے انواع ہیں جب کذب ہے وعدہ وعید وخبر انواع ہوئی تو کذب وعدہ وعید وخبر کا جنس ہے اور وعدہ وعید
جنس وجزو ہوا تو اسکے لیے وعدہ وعید وخبر کے ماہیت میں داخل ہوا تو نعوذ باللہ من ذلک مولوی رشید احمد گنگوہی کے نزدیک
خدا تعالیٰ کے ہر وعدہ اور وعید اور خبر میں کذب داخل ہوا جیسے حیوان اپنے تمام انواع کی ماہیت میں داخل ہے اور یہی اصطلاح
اہل معقول کی اسیلے کہ موافق کذب کو جنس اور وعدہ وعید وخبر کو نوع مولوی رشید احمد گنگوہی نے کہا اسیواسطے یہی مثال
دی ہے کہ انسان ہوگا تو حیوان ضرور ہوگا پس مولوی رشید احمد گنگوہی کے نزدیک کوئی وعدہ وعید وخبر خدا تعالیٰ کا کذب سے خالی نہیں
ہے بلکہ کذب سے خالی ہونا ممکن نہیں ہے اسواسطے کہ جب کذب جنس وجزو وعدہ وعید وخبر کا ہو تو بغیر جنس وجزو کے پایا جانا وعدہ
ووعید وخبر کا محال ہے جیسے انسان کا بغیر حیوان کے پایا جانا محال ہے چنانچہ خود مولوی رشید احمد نے کہا ہے کہ انسان ہوگا تو حیوان
ضرور ہوگا جس سے واضح ہے کہ انسان کا بغیر حیوان کے پایا جانا محال ہے پس جب وعدہ وعید وخبر خدا تعالیٰ میں کذب ضرور ہوا تو صدق
جو نقیض کذب کا ہے اوسکا پایا جانا خبر وغیرہ میں محال ہو گیا کیونکہ ایک محل میں کہ وہ خبر وغیرہ ہے جب ایک نقیض کا پایا جانا ضرور
ہوا تو اوسکے نقیض کا اوسمیں یعنی خبر وغیرہ میں پایا جانا محال ہے اور نہ ایک محل میں اجتماع نقیضین جو محال ہے لازم آویگا پس
مولوی رشید احمد گنگوہی کا قول ہے نعوذ باللہ من ذلک واضح ہے کہ تمام وعدہ ووعید وخبر خدا تعالیٰ کا کاذب وجھوٹ ہیں بلا صادق
ہونا اوسکا ممکن نہیں ہے اور یہ عقیدہ آیت ومن اصدق من اللہ قیلا کے خلاف وکفر ہے ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ
امکان کے ثابت کرنے سے وقوع کذب بلا خدا تعالیٰ کے وعدہ ووعید وخبر میں کذب کا ضرور ہونا بیان کر دیا ہے خود مولوی رشید احمد گنگوہی تصریح
کرتے ہیں (لہذا وقوع کذب کے معنے درست ہو گئے) وقوع کذب کے معنے کیا درست ہو گئے بلکہ کذب کو جنس وجزو وغیرہ کہکر وقوع
کذب ضروری ہونا اور عدم اسکا محال ہونا گنگوہی صاحب نے ثابت کر دیا ہے نعوذ باللہ من ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ مولوی
اسمٰعیل کا قول اسی نحو سے کہ بات سچ نہ سمجھنے کیا معنے بلا خدا تعالیٰ کے وعدہ ووعید وخبر کو جھوٹا بنا دیا اب وہابیہ مذہب نجدیہ میں
کی ایسی تقلید جو تم لوگ مولوی اسمٰعیل کی کرتے ہو تو کیا کفر نہیں ہے ایسی تقلید کا اسلام ہونا کیونکر معلوم نہیں اب وہابیہ کوئی نقص

پیش کرتے ہیں اُسکے معنے میں تحریف کرکے اگر یہ وہابیہ آیت إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کو دلیل بناتے ہیں امکان
کذب و وقوع کذب کے درستی کی جیسے کہ قول مولوی رشید احمد گنگوہی کا ہے بلکہ وجوب کذب باری کی جو مولوی رشید احمد کے قول سے
لازم ہے اور وہ لازم بھی ایسا ہے کہ جسکو دینی طالب علم بھی جانتا ہے اور لزوم بعد علما کے حکم میں التزام کے ہے جس سے کفر ثابت ہوتا ہے
تو اسکا جواب بطلان اقوال سابقہ سے ہوا مصنف کے نزدیک واضح ہے کہ جب کذب نقص اور عیب ہوا اور اس عیب ہو سکنے کے
مولوی اسمعیل وہابیہ کا امام اوسکو ممتنع بالغیر کہتا ہے اور عبارت عبد الحکیم مذکورہ بالا سے واضح ہے کہ ممتنع بالغیر بھی تحت قدرت
نہیں ہے تو امکان کذب باری تحت قدرت ہونا ثابت ہے دوسرے یہ کہ وہابیہ لوگ خود کو اہلسنت وجماعت کہتے ہیں تو اہل سنت وجماعت کی
کتب عقاید اور تفاسیر سے واضح ہے چنانچہ شرح مواقف و تفسیر بیضاوی میں بھی ہے کہ اس آیت إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
میں شیء سے مراد اہل سنت وجماعت کے نزدیک وہ ہے جو موجود حال یا مآل میں ہو جب کذب باری تعالی اسمہ موجود حال یا مآل میں
تم مانتے ہو تو وہی کفر لازم آیا اور موجود حال یا مآل میں نہیں مانتے تو موافق مسلک اہلسنت وجماعت کی آیت مذکورہ میں شیء سے جو مراد
ہو کر وہی جو حال یا مآل میں موجود ہو وہ کذب باری پر صادق نہیں ہے پس سنت وجماعت کا مذہب اختیار کرکے إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ سے استدلال امکان کذب پر صحیح نہ ہوا ہاں مذہب اہلسنت وجماعت سے انحراف اپنا قبول کرکے موافق معتزلہ
شیء سے مراد ما یجوز وجودہ لیکر عبارت سے اہلسنت وجماعت کے معاذ میں آیت إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ سے امکان کذب پر
استدلال کروگے تو چونکہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک معنی شیء کی آیت مذکورہ میں ما یجوز وجودہ مسلم نہیں ہیں اور کوئی استدلال بھی
ایسے کام کا نہیں ہے تو یہ استدلال تمہاری سفاہت وجہالت کا موجب ہوگا پھر معتزلہ کے نزدیک بھی مطلوب حاصل نہ ہوگا کیونکہ معتزلہ ما یجوز وجودہ
معنے لیکے شیء کی آیت مذکورہ کو مخصوص کہتے ہیں کہ جس سے تمام عیوب مانند کذب باری وغیرہ کی ایسی ہی اخراج ہوا واضح ہو
ہاں معتزلہ میں ایک فرقہ لا ابالی ہو گذرا ہے وہ امکان کذب اور دوسرے خرافات کفریہ کا قائل ہے وہ بیشک استدلال آیت إِنَّ اللّٰهَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ سے کرے گا تو وہی جواب اسوقت تمام اہل سنت وجماعت کیطرف سے دیگا جو انکو دیا جاتا ہے بعض وہابی شرح
مواقف کی عبارت سے امکان کذب باری پر ثبوت کا دھوکا عوام کو دیتے ہیں اوسکا جواب سیف الصیانۃ الناس میں موجود ہے
کہ وہ بطور الزام کے ہے معتزلہ وغیرہ کو بطور تحقیق کے ہونا مسلم نہیں ہے بلکہ چند مواضع میں جہاں بطور تحقیق کے ذکر کیا ہے وہاں کذب
باری تعالی کو محال ممتنع ہونیکی شرح مواقف میں تصریح کردی ہے صیانۃ الناس کو دیکھو الغرض امکان و وقوع کذب باری کو
درست سمجھ کر افراد کذب باری کو بعض وعدہ وعید و خبر کے جیسا کہ کہا بدلیل قرآن و حدیث و اجماع و قیاس معتبر مجتہدین کفر
ہے یہ کفریات وہابیہ نے تیرھویں صدی و چودھویں صدی میں گھڑی ہیں ایسے اپنے کفریات کو توبہ وہابی بھولنے لگے مثل مشہور ہے
چوری اور سرزوری مقلدین ائمہ اربعہ کو بھی مشرک و کافر کہتے ہیں بتاکر اپنا دل خوش کرتے ہیں اور عوام کو ایسے فریب

بیشک گرایا سا بھی جانے لگے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم **قولہ** شیخ محی الدین عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے
کہ جب صحیح ہو کوئی حدیث اور اسکے مقابل پایا جاوے قول کسی صاحب امام کا تو نہیں ہے راہ طرف پھر جانیکی حدیث سے مگر
چھوڑ جاویگا قول اس امام اور صاحب کا اوس حدیث کی خاطر پر کیا کہ نہیں جائز ترک کرنا کسی آیت کا یا کسی حدیث کا
کسی صاحب امام کے قول سے اور جو کوئی ایسا کرے پس وہ گمراہ ہوا اور نکل گیا خدا کے دین سے **اقول** وباللہ التوفیق اس
قول محی الدین ابن عربی کو یہ کہاں سمجھا گیا کہ جو شخص کسی درجہ کا اجتہاد نہیں رکھتا ہو اوسکو بھی قول امام کا چھوڑ دینا درست
ہے تو اوس شخص کے حق میں یہ بات من کل الوجوہ صحت حدیث پہچاننے کی رکھتا ہے کہ کسی درجہ کا مجتہد ہو اور بدون حصول
مرتبہ اجتہاد کے من کل الوجوہ پہچاننا صحت حدیث کا حاصل ہونا ہرگز مسلم نہیں تو پس ائمہ اربعہ کے مقلدین کے حق میں یہ قول
محی الدین عربی کا ہرگز مستقیم نہیں ہو سکتا جو مقلدین مذکورین خصوصاً اس زمانہ کے مقلد محض ہیں کوئی درجہ اجتہاد کا اونکو حاصل
نہیں ہے جو صحت حدیث من کل الوجوہ پہچان سکیں اونکو صحت حدیث پہچانکر عمل بالحدیث کا دینا تکلیف مالا یطاق ہے جو نص
قرآنی سے منع ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اور ایسے لوگوں کو تقلید منع بتانا مخالف آیت فاسئلوا اہل الذکر
ان کنتم لا تعلمون کی بھی ہے ضرور ہے کہ یہ قول محی الدین ابن عربی کا اور جب کسی کا ایسا قول جو مجتہدین کے حق میں ہو خاص کر
جانا ضرور ہے ورنہ مخالف نصین مذکورین کے ہوگا اور ائمہ اربعہ کو جو منع تقلید وارد ہے وہ بھی مجتہدین کے حق میں ہے چنانچہ اوپر بحوالہ
رد المحتار حاشیہ در مختار کے گذر چکا ہے اور بھی یوں قال السید السمہودی الشافعی نقلا عن الصید لانی وکان ابن
حزم یدعی الاجماع علی النہی عن التقلید مطلقا وحکی ذالک عن کلام الشافعی ومالک وغیرہما
ولم یزل الشافعی فی جمیع کتبہ ینہی عن تقلیدہ وتقلید غیرہ وہکذا رواہ المزنی عنہ قلت قال الصید
لانی انما نہی الشافعی عن التقلید لمن بلغ رتبۃ الاجتہاد واما من قصر عنہا فلیس لہ الا التقلید انتہی
اس عبارت سید سمہودی صاحب عقد الفرید سے واضح ہوا کہ ائمہ مجتہدین نے جو دوسروں کی تقلید سے منع کیا ہے تو اوسکو منع کیا ہے جسکو رتبہ اجتہاد
کا حاصل ہو گیا ہو اور جو اس رتبہ سے قاصر ہو اوسکو سوا تقلید کے اور کچھ درست نہیں ہے اسکے بعد جو سید امیر الدین نے امام شعرانی کی میزان شعرانی
سے نقل کیا ہے کہ ہر مومن ہمیشہ ایک ہی کا مقلد رہے نہیں کہا بلکہ حاصل اوسکا ایسا ہے کہ وہ لا مذہبی کی [illegible] کہ لا مذہب کو یہ خبر نہیں
ہے کہ جو قول وہ نقل کرتا ہے وہ اوس تدوین مذہب کا مطلب ثابت ہوتا ہے جیسا امیر الدین ذکر کرتا ہے وہ کہہ چکا ہے کہ تقلید کسی کی خواہ
ایک ہی کی ہو خواہ اوسکے سوا کی [illegible] امام شعرانی کا قول خود نقل کرتا ہے کہ وہ ایک ہی کا مقلد نہ
رہے [illegible] مومن ہمیشہ ایک کا مقلد رہے [illegible] جو [illegible] ہے اس سے امیر الدین
[illegible] مقلدین ائمہ اربعہ کو مشرک کہنا باطل ہو گیا اور امام شعرانی کو امیر الدین نے ایسے مومن کا جو عمل کامل نہ ہونا

مسلم نہیں ہو اور امام طحاوی کے اس قول سے کہ ذکر کیا ہے کہ جو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا ہے میں بھی وہی کہونگا فقط اسی قدر مفہوم ہو کہ امام طحاوی کو ہر مسئلہ میں تقلید امام ابو حنیفہ رحمۃ کی واجب و ضرور نہیں ہے کیونکہ امام طحاوی رتبہ اجتہاد کو پہنچ گئے تھے بعض مسائل میں اگرچہ مجتہد مطلق نہ ہوں چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب بستان المحدثین میں فرماتے ہیں باید دانست کہ مختصر طحاوی دلالت میکند کہ وے مجتہد منتسب بود محض مقلد مذہب حنفی نبود زیرا کہ در ان مختصر چیزہا اختیار کردہ کہ مخالف مذہب ابو حنیفہ است رحمۃ اللہ علیہ ولہذا آن مختصر در فقہای این مذہب معروف و مشہور از چندان شیوع پیدا نکردہ انتہی اس عبارت شاہ عبد العزیز صاحب سے ثابت ہو کہ امام طحاوی محض مقلد نتھے مذہب حنفی کے بلکہ مجتہد منتسب تھے اور یہ دلیل ان کے محض مقلد نتھے مجتہد منتسب ہونے کی شاہ صاحب یہ لائے ہیں کہ مختصر طحاوی میں بہت چیزیں مخالف مذہب حنفی کہ انھوں نے اختیار کی ہیں اس دلیل کے لانے سے شاہ صاحب کے واضح ہو کہ امام طحاوی کو جو انھوں نے مخالفت کی اسواسطے کہ اپنے امام سے اجتہاد ضرور دلالت ہو اگر شاہ صاحب کے نزدیک بغیر حصول ملکہ اجتہاد کے بھی مخالفت اپنے امام کی درست ہوتی تو مخالفت کرنی امام طحاوی کی ہو اونکے مجتہد ہو جانے پر کیونکر دلیل ہوتے اور نیز اس علامت کو دلیل کیونکر ہو سکتی ہو احتمال ہو کہ مخالفت اپنے امام کی بغیر اجتہاد حاصل ہو جانے کے بھی اگر درست ہو تو مخالفت میں دو احتمال ہو نگے مخالفت کرنیوالا مجتہد ہو نگا یہ بھی احتمال ہو اور مجتہد نہو نگا یہ بھی احتمال ہو جب مخالفت کو شاہ صاحب نے دلیل بنایا واسطے ثبوت اجتہاد امام طحاوی کے اور اسمیں احتمال منفی بھی ہو کہ وہ مجتہد نہوں اور اور جس دلیل میں احتمال خلاف مثبت کی ہو وہ تو بمقتضای قاعدہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال شاہ صاحب کو استدلال باطل ٹھہرتا ہو اور اسکو اونہوں نے ہم بھی مانتے ہیں کہ شاہ صاحب البتہ علم نہیں کہ ایسے باطل استدلال کے مرتکب ہوں پس ضرور ہو کہ شاہ صاحب کے قول کی مراد یہی ہو کہ مخالفت اپنے امام کی اگر بعد اجتہاد پایا جاتا مخالفت کرنیوالے میں لازم و ضرور ہو پس واضح ہو کہ بغیر اجتہاد کیا مخالفت اپنے امام کی جایز نہیں ہو اور امام طحاوی کو مخالفت اسی واسطے درست ہوئی کہ ان میں اجتہاد جو شرط جواز مخالفت ہو موجود تھی پس امام طحاوی کا قول تو بھی مقلدین کا حاصل ہو اور یہ جو شاہ صاحب نے فرمایا کہ ولہذا آن مختصر در فقہای این مذہب کہ محض مقلد اند چندان شیوع نکردہ اسکے مطلب ذی شعور منصف مزاج یہی خیال کر سکتا ہو کہ فقہا محض مقلد جنکو کسی قسم کا درجہ اجتہاد کا حاصل نہیں ہو انھوں نے جانا کہ امام طحاوی نے جو چند چیزوں میں مخالفت امام ابو حنیفہ رحمۃ علیہ کی اپنے مختصر میں کی ہو تو اس مخالفت کا مدار اجتہاد امام طحاوی کا ہو اور ہم میں اجتہاد حاصل نہیں ہو تاکہ اپنے اجتہاد کے سبب سے ہمکو بھی مخالفت اپنے امام کی درست و جایز ہووے اور اپنے امام کی تقلید سے انحراف جایز ہووے اسواسطے انھوں نے اوس مختصر امام طحاوی کیطرف التفات نکی اور اسکا ظہور و شہرہ ہونا فقہاء کے درمیان نہوا اس قول شاہ صاحب سے بھی مفہوم ہوا کہ ترک تقلید بدون حصول رتبہ اجتہاد کو درست نہیں ہو تو یہ معنی بناء ہو اور شرح جامع صغیر کی جلد پنجم صفحہ ٢٩٣ میں ہو وقد ذکر ناعن الطحاوی فی اول الباب انہ ذکر فی ہذا الباب خمسة اقوال وساق دلیل کل واحد منہم ثم

ذکر ان الصحیح من ذلک کله والقول الذی ذهب الیه مالک والشافعی واحمد وابطل بقیة الاقوال وصرح ببطلان ما ذهب الیه ابوحنیفة وما ذهب الیه ابویوسف ومحمد فهذا الذی سلکه هو طریق المجتهدین المستنبطین للاحکام من الکتاب والسنة فکذا الترک تقلید لابی حنیفة وصاحبیه فی هذه المسئلة انتہی عبارت عینی شرح بخاری ترجمہ واضح ہو کہ امام طحاوی نے جو حضرات امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ تعالی کے قول کو صحیح بتلایا اور امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے اقوال کو باطل کہا تو یہ راستہ مجتہدین کا ہے جو کتاب و سنت سے احکام نکالتے ہیں اور انکا چلنا اسی واسطے امام ابوحنیفہ رح کے مذہب کو اس مسئلہ میں امام طحاوی نے تقلید ترک کی پس اس سے بھی بسبب اجتہاد پر چلنے کے تقلید امام ابوحنیفہ رح کے مسئلہ خاص میں ترک کرنیکا ثبوت ہوا پس تعجب ہے کہ باوجودیکہ امام طحاوی رح مجتہد تھے اور لسان المیزان و مفاتیح الاسرار میں وہ کلمات کہ جنکا نقل کیا ہے [illegible] انھوں نے وہ کلمات کہے ہیں تو اسی واسطے کہے ہیں کہ وہ مجتہد تھے انکو ترک تقلید کے بعض مسائل میں درست تھی اور انکے اقوال سے ہرگز ثابت نہیں کہ غیر مجتہد کو بھی تقلید ترک کرنا چاہیے انکے قول کو ایسا سمجھنا سراسر جہالت و حماقت و ضلالت مذہب [illegible] ہے اسکے بعد جو امیر الدین مقلد مولوی [illegible] حسین نے کہا ہے [illegible] نقل کرکے کہ ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے اگر تو عالم ہو اور تجھکو اللہ تعالی نے دلیل دی ہو اسکے برخلاف عمل کرنا حرام ہے اور جب تجھکو دلیل حاصل ہو سکتی ہو تو پھر تجھے اپنی ذات کی سوا اللہ کی تقلید حرام ہے اور اگر تو اس درجہ پر نہیں ہے بلکہ مقلد ہے تو [illegible] تجھے کسی ایک ہی مذہب کو خاص کر لازم کر لینا چاہیے جیسے تجھکو اللہ تعالی نے حکم فرمایا ہو ویسے ہی عمل کیجو اور وہ یوں ہے کہ تو اگر عالم نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھ اور اہل ذکر وہ لوگ ہیں جو قرآن و حدیث سے واقف ہیں اور خوب جانتے ہیں اور [illegible] کہنا کہ اگر تجھے مفتی یوں کہے کہ تیرے مسئلہ میں اللہ تعالی اور اسکے رسول کا حکم ہے تو وہ جواب لے لینا اور اگر یوں کہے کہ یہ میری رائے ہے تو اسے نہ لیجو [illegible] حماقت امیر الدین مولوی [illegible] حسین کے مقلد کی ہے کہ اپنے [illegible] دعوے کی تائید میں کہ تقلید کسی کی ہو خواہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی خواہ انکے سوا کی شرک ہے یہ قول محی الدین ابن عربی کا انکے فتوحات سے نقل کرتا ہے حماقت و ضلالت ہے اتنا نہیں جانتا کہ [illegible] ابن عربی نے مقلدین کی تقلید کو شرک کہاں کہا ہے جو تیری دلیل ہے اس سے واضح ہے کہ تجھکو اللہ تعالی نے دلیل دی ہو تو تجھے دوسرے کی تقلید حرام ہے اور دلیل حاصل ہونا مسائل اجتہادیہ میں سوا مجتہد کے اور ممکن نہیں ہے پس مراد یہ ہوئی کہ جب تو مجتہد ہو تو تجھکو دوسرے کی تقلید حرام ہے اس حالت میں بھی محی الدین عربی نے تقلید کو شرک نہ فرمایا جو دلیل دعوی [illegible] کے کہ مجتہد کو دوسرے کی تقلید کا حرام ہونا فرمایا ہے اسی واسطے کہ یہ [illegible] انکا مجتہد کے حق میں ہے اور انکے مقابل فرماتے ہیں کہ اگر تو اس درجہ پر نہیں ہے بلکہ مقلد ہے یعنی مجتہد نہیں اور مجتہد کا مقابل کہ وہ مقلد ہے تو مقلد کو اسطرح سوافق آیت فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون اہل ذکر سے سوال کرنے کا حکم دیتے ہیں یعنی تقلید کرنے کا حکم

دیا ہو تو اونکا مذہب بلحاظ خصوصیات امر الدین کے وہی ہے کہ تقلید کسی کی خواہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی ہو سوائے کے شرک کہنا ہو بلکہ
مخالف ہو اور یہ جو محی الدین عربی رحمہ نے فرمایا کہ خاص کی تقلید لازم نہ پکڑے تو یہ بھی مقلدین ائمہ اربعہ کا مخالف نہیں ہے کیونکہ
اس سے مراد یہ ہو سکتی ہے کہ ایسی لازم نہ پکڑ لینا کہ وقت ضرورت و حرج لازم آ جاوے یہی ہو وقت اضطراب کے یہی ہے ایسے وقت تو
مردار و شراب و خنزیر بھی خدا نے حلال فرمایا ہے اوس وقت میں بھی ایک امام معین کی تقلید چھوڑنا ایسا لازم پکڑنا مقلدین
ہرگز نہیں کرتے ہیں پس وہ معنے مقلدین کے ہرگز مراد اس قول سے نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ مقلدین ائمہ اربعہ اگرچہ
کیا ایک امام معین کی تقلید کو واجب و لازم جانتے ہیں لیکن ایسا لازم نہیں جانتے ہیں کہ وقت ضرورت و لزوم حرج اور وقت
اضطرار کے بھی کسی دوسرے امام کے قول پر عمل درست نہ جانیں پس مقلدین مذکورین اس قول شیخ محی الدین رحمہ میں ہرگز داخل نہیں ہیں
اور شیخ محی الدین رحمہ نے جو فرمایا کہ (اگر رونے کے کو میری رائے میں آیا ہو ترک کریں) یہ بھی مقلدین ائمہ اربعہ کے حق میں نہیں
ہو سکتا ہے کیونکہ مقلدین مذکورین کے ائمہ ہرگز نہیں کہتے کہ ہماری رائے میں مسئلہ آیا ہو کیونکہ وہ اپنی رائے غیر مستنبط من الکتاب
والسنۃ کو حکم شرعی بیان نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ تو کتاب و سنت کے احکام اجتہادیہ کو جو بغیر اجتہاد کے حاصل نہیں ہو سکتے
ہیں اور بمقتضائے قولہ تعالی فاعتبروا یا اولی الابصار کے جس کا موں مجتہدین کو اعتبار کرنیکا حکم ہو کہ وہ اپنے اعتبار رد کرنا
کو کہ ہو بحرف نظر اوس شوق کے اور مسائل متعلق ہوا میں خواہ وہ عبادات ہوں یا معاملات کیونکہ العبرۃ لعموم اللفظ
لا لخصوص السبب وہ جو مجتہدین منصوصین پر قیاس کرینگے ماموربین اوس رائے قیاسی ماموریہ شارع سے جو احکام
کتاب و سنت میں پوشیدہ اور خفیہ ہیں بہ نسبت عوام کے اونکا وہ مجتہدین فقط اظہار کر دیتے ہیں پس اونکے احکام قیاسیہ بھی
وہی خدا و رسول کے احکام پوشیدہ ظاہر کئے ہوئے ہیں اونکے احکام قیاسیہ کو اونکی رائے صرف بتانا جہال ضلال کا کام ہے
جیسے فرقہ اہل زیغ و اہل بدعت مانند روافض و خوارج وغیرہم کہ جو نصوص صریحہ غیر مؤولہ وغیر منسوخہ خلاف اپنی
رائے مسائل نکالتے ہیں وہ رائے مذموم ہے اور سلف صالحین صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اوسی رائے کو
مذموم فرمایا ہے اور اسی کا انکار کیا ہے اور جو رائے و قیاس ایسا نہیں ہے بلکہ کتاب و سنت سے مستنبط ہو اوسکا ثبوت ایک جماعت
صحابہ سے بطور تواتر کے ہو اور صحابہ کے درمیان میں قیاسات کثیرہ بلا انکار کے مشہور و معروف ہیں جس سے اجماع صحابہ اوپر
حجیت قیاس کے واضح ہو یہ مضمون کتب اصول فقہ میں بخوبی ثابت و مبرہن ہے تلویح میں ہے قولہ عمل الصحابۃ اشارۃ
الی دلیل علی حجیۃ القیاس بوجہین احدہما انہ ثبت بالتواتر عن جمع کثیر من الصحابۃ
العمل بالقیاس عند عدم النص وان کانت تفاصیل ذلک آحادا والعادۃ قاضیۃ بان مثل
ذلک لا یکون الا عن دلیل قاطع علی کونہ حجۃ وان لم یعلم بالتعیین وثانیہما ان عملہم بالقیاس

وباحثہم فیہ بمقابلہ بعض علی البعض بکثرۃ وشاع من غیر نکیر وہذا اوفاق واجماع علی حجیۃ
القیاس وما نقل من ذم الرای عن عثمان وعن علی وابن عمر وابن مسعودؓ انما کان فی البعض
لکونہ فی مقابلۃ النص اولعدم شرائط القیاس وشیوع الاقیسۃ الکثیرۃ بلا انکار مقطوع بہ
الجزم بان العمل کان بہا لظہورہا لا لخصوصیاتہا انتہی اس عبارت سے واضح ہو کہ صحابہؓ سے عمل قیاس پر
کرنا وقت نہ ہونے نص کے بالتواتر ثابت ہے اور انکا باہم قیاس میں مباحثہ کرنا اور بعض کو بعض پر ترجیح دینا مشہور و معروف
بغیر انکار کے واضح ہو اس سے اتفاق و اجماع اور حجت ہونے قیاس کا ثابت ہے اور حضرت عثمان و علی و ابن عمر و ابن مسعود رضی اللہ
عنہم سے جو مذمت کرنا رائے کا منقول ہے تو وہ بعض قیاس کا حقین ہے کہ وہ بعض قیاس مخالف نص کے یا بغیر شرائط قیاس
کے پایا گیا تھا رائے و قیاس مجتہدین صالحین خصوصاً رائے و اجتہاد ائمہ اربعہ کا حق اور حجت شرعیہ ہونا اس بیان سے ثابت ہو
بہت سے روایات صحابہؓ سے منقول ہیں قیاس کرنے اور قیاس و رائے کا حکم دینے کے بارہ میں وقت عدم نص کے اور اکثر صحیح
سے بھی قیاس و رائے مستنبط من الکتاب والسنۃ کا حجت ہونا ثابت ہے اس مختصر میں گنجائش نہیں ہے جب لامذہب لوگ حسب عادت قدیم
اپنی کے رائے و قیاس کی مذمت بیان کرینگے اور عوام کو دھوکہ دینگے کہ وہ روایات و حکایات رائے و قیاس کے پیش کرینگے کہ جن میں
اوس قیاس و رائے کی مذمت کا بیان ہے جو مخالف نص و بغیر شرائط قیاس کے ہو تو اسوقت انشاء اللہ تعالیٰ ہم اونکے اظہار و فریب کیلئے
ہم روایات جواز قیاس و رائے پیش کرینگے اور انکے یعنی لامذہب لوگوں کی جہالت و ضلالت ظاہر کرینگے کہ اون روایات و حکایات سے تو مذمت
اوسی قیاس و رائے کی وارد ہے جو مخالف نصوص و بغیر شرائط قیاس کے ہو نہ مطلق قیاس و رائے کے اور یہ بھی سفاہت و ضلالت
و جہالت و رذالت لامذہب لوگوں کی ہے کہ فقہاء رحمہم اللہ کو لفظ اہل رائے کا بطور طعن و مذمت کے قرار دیتے ہیں اپنی حماقت و جہالت سے
کہ محدثین جو فقہاء کو اہل رائے کہتے ہیں تو بطور طعن اور عیب کے کہتے ہیں ہرگز محدثین بطور عیب و طعن کے نہیں کہتے ہیں چنانچہ
ملا علی قاری شرح شفا قاضی عیاض کی فصل ان الصلوٰۃ علی النبی صلعم فرض جلد ثانی صفحہ ۹۰ مطبوعہ مصر میں فرماتے
ہیں من اہل الرای الثاقب الذی ہو من اہل المناقب وقد عابہم ائمۃ الحدیث بالاخذ ہم فی
اشکل من الحدیث بالرای ورد الحدیث بآرائہم انتہی اس عبارت سے واضح ہو کہ اہل الرائے الثاقب بہت بڑے
مناقب اور اوصاف حمیدہ میں سے ہے اور یہ عیب ائمہ حدیث نے انکا لکھا ہے اس واسطے کہ ائمہ حدیث اونکی رائے کو لیتے
جب حدیث میں کوئی اشکال ہوتا ہے اور جسجگہ کسی حادثہ میں حدیث وارد نہیں ہوتی تو اس سے واضح ہو کہ اہل الرائے تو ائمہ حدیث
متقدمین میں کہ اشکال کے وقت اونکی رائے قبول کرتے ہیں حل اشکال حدیث میں اور وقت نہ ہونے حدیث کے اونکی رائے پر چلتے
اور عبدالباقی زرقانی شرح موطا امام مالک کی جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۳۴۳ تحت حدیث ان رسول اللہ صلعم

قال ماثرون فی النار بجمع السارق والزانی وذلک قبل ان تنزل فیہم الحدود انکے فرمانے میں کہ صریح فی جواز
الحکم بالرای لانہ لو کان ما سالہم لیقولوا فیہ انتہی یعنے رسول اللہ صلعم کا اپنے صحابہ سے یہ فرمانا کہ تم اپنی رائے میں کیا
کہتے ہو بیچ حق شراب خوار اور چور اور زانی کے اور کا کیا حکم ہو اور یہ اسوقت آپ نے فرمایا کہ ان تینوں کے حق میں کوئی وحی نازل نہیں
ہوئی تھی تو فرمانا دلیل اس امر کی ہو کہ رائے سے حکم کرنا جایز ہو اسی واسطے صحابہ سے سوال رسول اللہ صلعم نے کیا تھا وہ حکم اپنے
رائے سے بیان کریں اگر یہ جایز نہ تھا تو رسول اللہ صلعم سوال کیوں کرتے کہ صحابہ اپنی رائے ظاہر کریں اور بخاری شریف میں ہے
کہ ابو قتادہ نے ایک کافر کو جنگ حنین میں قتل کیا اوسکے بعد جناب رسالتمآب صلعم نے فرمایا کہ جو کسی کافر کو قتل کرے تو اس کافر
کا اسباب اوسکے قاتل کو ہے تب ابو قتادہ نے وقت میں کہ میں اوٹھا میں نے بہت دعوی کرنے اسباب اپنے مقتول کے تو میں اپنے
دلمیں کہا کہ میری گواہی کون دیگا سو چکر میں بیٹھ گیا پھر آنحضرت صلعم نے یہی فرمایا پھر میں ایسا سوچکر بیٹھ گیا پھر آپ نے ایسا
فرمایا تیسری مرتبہ میں اوٹھا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تجھکو کیا ہوا ہے اے ابو قتادہ تو میں نے اپنا قصہ اوس کافر کے مارنیکا بیان کر دیا
ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ یہ سچا ہو اور اسکے مقتول کا اسباب میرے پاس ہو تو اسکو راضی کر کے اسباب مجھکو دلا دیجئے تو
حضرت ابوبکر صدیق نے جواب اس مرد کو دیا کہ قسم اللہ کی نہیں قصد کرینگے رسول اللہ صلعم طرف ایک شیر کے شیروں
اللہ سے کہ مقابلہ کرتا ہو اللہ اور رسول کیطرف سے کہ اوسکا اسباب تجھکو دلا دیں یعنے رسول اللہ صلعم ابو قتادہ کا
اسباب تجھکو نہ دلا دینگے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سچ کہا یعنے ابوبکر صدیق نے دیکھو یہ فرمانا حضرت ابوبکر صدیق کا
اپنی رائے سے تھا جسکی تصدیق رسول اللہ صلعم نے فرمائی پس اہل رائے یعنے مجتہد کو رائے سے حکم شرعی بیان کرنا بوقت
عدم مخالفت نصوص کے اس حدیث بخاری سے بھی درست ہوا بخاری میں ہو حضرت عمر رض نے آنحضرت صلعم سے عرض
کیا کہ اپنی بی بیوں کو آپ پردہ کرادیں رسول اللہ صلعم پردہ نہیں کراتے ہو رہے تھے قبل نزول آیت پردہ کہ پردہ آپ نہیں کرتے
منتظر وحی کے تھے ایک روز حضرت سودہ رات کو نکلیں واسطے حاجت پاخانہ کی تو حضرت عمر رض نے آواز دیا کہ او
سودہ ہمنے تمکو پہچان لیا یہ آواز دینا واسطے حرص اس امر کے تھا کہ آیت پردہ کی نازل ہو جاوے تو خدا تعالے نے آیت
حجاب نازل فرمائی یہ وحی موافق رائے جناب حضرت عمر رض کے نازل ہوئی جس حدیث کا یہ مضمون ہمنے بیان کیا
اس حدیث کے تحت میں عینی شرح بخاری جلد اول صفحہ ۱۳۴ میں ہو کہ یہ ایک اون چیزوں کا ہو جنمیں حضرت عمر رض موافق
ہوئے نزول قرآن کو اور دوسری جگہ یہ ہو جسکی بیان طالقکی اور تیسری یہ ہو واتخذوا من مقام ابراہیم
مصلی اور چوتھے موافقت قیدیوں بدر کے بارہ میں ہو اور پانچویں موافقت منافقین پر نماز پڑھنے سے منع
کرنے میں اور چھٹی موافقت آیت مومنین کے بارہ میں کہ ابو داؤد طیالسی نے اپنی مسند میں روایت کی ہو کہ حضرت

عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے رب سے موافقت کی اسطرح کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ثم انشأناہ خلقا آخر
تو اسکے بعد میں نے کہا تبارک اللہ احسن الخالقین پس یہ آیت نازل ہو گئی اور ساتویں موافقت حضرت
عمرؓ کی تحریم خمر میں اور آٹھویں موافقت آیت من کان عدوا للہ وملئکتہ الآیۃ میں اور ابن العربی نے
ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے موافقت کی ہے اپنے رب کی گیارہ جگہ میں اور ترمذی میں روایت صحیح ہے ابن عمرؓ سے
کہ نہیں پایا گیا کوئی حادثہ جسمیں مسئلہ کی ضرورت ہو اور اسمیں لوگوں نے بھی اپنی رائے سے اقوال کہے ہوں اور حضرت
عمرؓ نے بھی اپنی رائے سے قول کہا ہو مگر حضرت عمرؓ کے کہنے کے موافق آیت نازل ہوئی یہ ادلہ واضحہ ہیں رائے صائب مجتہد کے
حجت شرعیہ ہونیکی میں اور مسند امام احمد میں ہے اور تاریخ الخلفاء میں جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ابی وائل نے کہا
کہ میں نے عبد الرحمن بن عوفؓ سے کہا کہ تم نے حضرت عثمانؓ سے بیعت کی اور حضرت علیؓ سے بیعت کرنا چھوڑ دیا تو عبد الرحمن
نے جواب دیا کہ اسمیں میری خطا نہیں ہے میں نے پہلے حضرت علیؓ سے بیعت کرنا چاہا تھا اور انسے کہا کہ میں تمسے کتاب اللہ
وسنت رسول اللہ اور سیرت وعادت حضرت ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما پر بیعت کرتا ہوں تو حضرت علیؓ نے
فرمایا کہ جسمیں مجھکو استطاعت حاصل ہو اسپر بیعت کرو تو بیعت میں نے پیش کی حضرت عثمانؓ پر تو انھوں نے قبول کرلی
یعنے انھوں نے کتاب وسنت کی ساتھ سیرت حضرت ابوبکر صدیقؓ وعمرؓ پر بھی چلنے چلانے پر بیعت لی اور حضرت عثمانؓ
نے ان تینوں پر چلنے چلانے پر بیعت قبول کی حضرت علیؓ کی غرض یہ تھی کہ میں بھی مجتہد ہوں اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا
اور اسپر چلونگا حضرت شیخین رضی اللہ عنہما بھی مجتہد تھے میں انکی تقلید نہ کرونگا اسواسطے کہ حضرت علیؓ کا یہ مذہب تھا کہ
ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید جائز نہیں ہے اپنے ہی اجتہاد پر چلنا واجب ہے اور حضرات عثمانؓ وعبد الرحمن بن
عوفؓ کا مذہب یہ تھا کہ ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید جو اپنے سے افقہ اور اعلم ہو جائز ہے چنانچہ یہ مضمون
ملا علی قاری رحمۃ اللہ کے اس عبارت شرح فقہ اکبر سے واضح ہے قال القونوی وانما اجمعوا علی امامۃ عثمان
لوجود شرائط الامامۃ فیہ وقد روی ان عمرؓ ترک امر الامامۃ بین ستۃ انفس
عثمان وعلی وطلحۃ والزبیر وعبد الرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم وقال لا
یخرج الامام منہم فجعلوا الاختیار الی عبد الرحمن بن عوف ورضوا بحکمہ یعنی حین
امتنع لنفسہ من قبول ھذا الامر من اصلہ فاخذ بید علیؓ وقال اولیک ان تحکم
بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ الشیخین فقال علیؓ احکم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ
واجتہد رائی ثم قال لعثمان مثل ذلک واجابہ وعرض علیہما ثلث مرات وکان علی

يجيب بجواب الاول وعثمان بجواب يجيبه الى ما يدعوه ثم بايع عثمان وبايعه الناس ورضوا به
وفي هذا دليل واضح على صحة خلافة الشيخين واعتقاد الصحابة امامتهما وطريقتهما وقول
علي لا اجتهد رائي لا يدل على مجانبة اياهما واعتقاد ذلك لان مذهبه ان المجتهد يجب عليه اتباع اجتهاده
ولا يجوز تقليد غيره من المجتهدين ومذهب عثمان وعبد الرحمن بن عوف ان المجتهد يجوز له ان يقلد غيره
اذا كان افقه منه واعلم بطريق الدين وان يترك اجتهاد نفسه ويتبع اجتهاد غيره انتهى وهو المروي عن
ابي حنيفة لا سيما وقد ورد في الصحيحين اقتدوا بالذين من بعدي ابي بكر وعمر فاخذ عثمان وعبد الرحمن
بعموم هذا الحديث وظاهره ولعل عليا اوّله بان الخطاب لمن لا يصلح للاجتهاد او خصص نفسه لما
ظهر عنده من دليل كقوله عليه السلام عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين فانه لا شك انه داخل
في تعيين تقليده ولا يتصور ان يكون شخص واحد مقلَّدا ومقلِّدا انتهى اس عبارت شرح فقہ اکبر
سے یہ مضمون بھی واضح ہو جو ہم نے اول ذکر کیا ہو کہ حضرت علی رضہ نے اپنی رائے اجتہادی ہونے پر اور کتاب اور سنت
پر چلنا قبول کیا اور شیخین رضہ کی سیرت پر چلنا اور انکی تقلید کرنا اختیار نہ کیا اونکے مذہب میں ایک مجتہد مطلق کو دوسرے
مجتہد مطلق کی تقلید درست نہ تھی اور حضرت عثمان رضہ نے کتاب و سنت پر اور سیرت شیخین رضہ پر چلنا اور انکی تقلید کرنا
قبول کیا اور اسی سبب سے عبد الرحمن بن عوف رضہ نے اونکو خلیفہ اور ولی بنایا اور انسے بیعت کی اور حضرت عثمان رضہ اور
عبد الرحمن رضہ کے مذہب میں تقلید کرنا مجتہد مطلق کو دوسرے مجتہد مطلق کی جو اپنے سے علم و فقہ میں زیادہ ہو درست تھی
دوسرے یہ بھی اس عبارت سے واضح ہو کہ امام ابو حنیفہ رحمہ سے بھی ایسا ہی مروی ہو اپنے سے مجتہد مطلق کو دوسرے مجتہد مطلق کی
تقلید درست ہونا اور حدیث میں جو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے بعد ابو بکر صدیق رضہ اور عمر رضہ کی اقتدا تم کرنا جس
سے واضح ہو کہ دوسرے صحابہ سکو ان دونوں صاحبوں کی تقلید کرنیکا حکم آنحضرت صلعم نے دیا تو اس حدیث کو عموم و ظاہر پر
حضرت عثمان و عبد الرحمن رضی تعالی عنہما نے کیا اور حضرت علی رضہ نے شاید یہ تاویل کی ہوگی اس حدیث میں کہ اس
حدیث میں آپ نے تقلید کرنیکا حکم ان لوگوں کو دیا ہو جو صلاحیت اجتہاد کی نہیں رکھتے ہیں یا حضرت علی رضہ نے حدیث کو
عموم سے اپنی ذات کو خاص کر لیا کسی دلیل سے جو اونکے پاس موجود ہوگی مانند قول علیہ السلام کے علیکم بالسنتی
وسنة الخلفاء الراشدين اس واسطے کہ حضرت علی رضہ ان دونوں صاحبوں میں سے تو نہیں جنکی تقلید کرنا معین ہو اور یہ تصور
نہیں کہ ایک ہی شخص مقلِّد اور مقلَّد دونوں ہو وے اس مذکور بالا سے واضح ہو کہ حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر و حضرت
عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہم کا رائے و قیاس کو حجت جانتا بلکہ خود رسول اللہ صلعم کا رائے مجتہد کو حجت جانتا

ثابت ہو چنانچہ شرح موطا سے واضح ہو اور حضرت ابوبکر صدیق رضنے جو آپکے سامنے رائے ثابت سے مسئلہ بتایا اور ابو قتادہ رضکو
اونکے مقتول کا اسباب دلوایا آنحضرت صلعم نے اونکی تصدیق کی اور حضرت عمرؓ کی موافق سترہ کے آیات نازل ہوئین اور
ابوداود کے باب قضاء القاضی اذا اخطاء مین ہے عن النبی صلعم قال یختصمان فی مواریث واشیاء فقال انی
اقضی بینکم برأیی فیما لم ینزل علی فیہ یعنے رسول اللہ صلعم فرماتے ہین کہ جس حادثہ مین مجہپر وحی نازل نہین
ہوئی اوسمین مین تمہارے درمیان رائے سے حکم کرتا ہون اسی ابوداود مین بعد چند احادیث کے ہو ان رسول اللہ صلعم
لما اراد ان یبعث معاذاً الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال بکتاب اللہ فان لم
تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ ولا فی کتاب اللہ
قال اجتہد برأیی ولا آلو فضرب رسول اللہ صلعم صدرہ فقال الحمد للہ الذی وفق
رسول رسول اللہ صلعم لما یرضی رسول اللہ یعنے یہ قول معاذ کا سنکر کہ کتاب و سنت مین نہ پاونگا تو اپنی رائے
سے اجتہاد کرونگا رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حمد و ثنا ہو اوس خدا کیواسطے کہ جسنے توفیق رسول اللہ کے قاصد معاذ
کو دی اوس چیز کی کہ اوس سے خوش ہے رسول اللہ صلعم اصلی یہ حدیث باعتبار اسناد کے اگرچہ صحیح نہین ہو لیکن اسکے ساتھ
تمسک علماء الزمان نے کیا ہو اور استدلال علماء معتبرین بھی وجوہ تصحیح حدیث مین [illegible] اور یہ استدلال حدیث کو ثابت
الاصل ہونے پر دال ہو چنانچہ کتب محققین علماء مین یہ موجود ہو پس عدم صحت باعتبار اسناد مضر نہین ہو اور دوسرا جواب
کہ اس حدیث معاذ رض کو شواہد موقوفہ بہت سے ہین چنانچہ مرقاۃ الصعود شرح ابی داود مین بعد نقل مجروحیت حدیث معاذ
کی یہی جواب مجروحیت حدیث معاذ رض کا دیا ہو کہ اوسکی یعنے حدیث معاذ رض کی شواہد بہت ہین عبارت اوسکی یہ ہو قلت لکن
الحدیث لہ شواہد موقوفۃ عن عمر بن الخطاب وابن مسعود وزید بن ثابت وابن عباس رض وقد اخرج
البیہقی فی سننہ عقیب تخریجہ لهذا الحدیث تقویۃ لہ انتہی فی مسلم مین اس مضمون کی حدیث ہو کہ
رسول اللہ صلعم صحابہؓ کے درمیان سے اوٹھکر تشریف باہر لیگئے سب پیچھے آپکی خدمت مین ابوہریرہ رض جا کر
حاضر ہوئے آپنے ابوہریرہ رض کو اپنی دونون جوتی مبارک دیکر روانہ فرمایا کہ جو کوئی لا الہ الا اللہ سے شہادت دینے والا
ولمین یقین رکھنے والا تمکو ملے تو اوسکو جنت کی خوشخبری دیدو اول ہی اول حضرت عمر رض اونکو ملے اونسے ابوہریرہ رض
ایسا ظاہر کیا تو انہون نے یعنے حضرت عمر رضنے ابوہریرہ رض کو مارا اور آنحضرت صلعم کیطرف لوٹا دیا اور پیچھے پیچھے اونکے
حضرت عمر رض بھی چلے دونون رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے ابوہریرہ رضنے یہ حالت عرض کی آپنے حضرت
عمر رض سے دریافت فرمایا کہ تمنے ایسا کیون کیا تو حضرت عمر رضنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم آپ پر میرے ماں اور باپ قربان

کے جا دین کیا آپنے ابوہریرہ رض کو یہ فرمایا جو کہ لا الہ الا اللہ کی شہادت ساتھ یقین دلکے دیوے اوسکو خوشخبری جنت کی دیوین تو
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہان حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ آپ ایسا نہ کیجئے مجکو خوف ہو کہ لوگ اوسی پر بھروسا کر لین یعنے بھروسہ
کرکے تارک عمل نہ ہووین آپ لوگونکو چھوڑ دیجئے کہ عمل کرین آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ چھوڑ دو کہ وہ عمل کرین اس حدیث صحیح
سے بھی ظاہر ہو کہ حضرت عمر رض نے جو یہ مسئلہ رائے ثاقب اجتہادی سے بیان کیا تو رسول اللہ صلعم نے اوسکو قبول کیا علامہ
نووی اس حدیث کی شرح مین شرح مسلم مین لکھتے ہین وفیہ اشارۃ بعض الاتباع علی المتبوع بما یراہ مصلحۃ
وموافقۃ المتبوع لہ اذا راہ مصلحۃ ورجوعہ عما امر بہ بسببہ یعنے اس عرض کرنے حضرت عمر رض مین
اور قبول فرمانے آنحضرت صلعم مین اشارہ کرنا بعض تابعدارون اور خادمون کا ہو اپنے متبوع اور مخدوم و حاکم کو ساتھ
اوس چیز کے کہ اوسکے بعض خادم کی رائے مین وہ مصلحت ہو اور موافقت کرنا مخدوم و متبوع و حاکم کا اوسکے خادم کی رائے
کیطرف جبکہ وہ حاکم و متبوع موافقت کر اپنی رائے مین مصلحت جانے اور رجوع کرنا ہو اس متبوع و حاکم کا اپنے امر سے ایسے ہی
حضرت رسول اللہ صلعم نے وقت انتقال کے اس دنیا فانی سے قلم و دوات طلب فرمایا حضرت عمر رض کی رائے اوسوقت قلم و دوات
دینے کی نہ تھی اوسکو رسول اللہ صلعم نے قبول فرمایا الغرض قرآن و احادیث مرفوعہ و موقوفہ بیشمار سے قیاس اور رای مجتہد کا
حجت شرعیہ ہونا اور نزدیک شارع علیہ السلام کے مقبول ہونا واضح ہو مجتہد کی قیاس و رای کو حجت نہ جاننے والا اور اس امر
مین کسی کا قول نہ قبول کرنے والا مخالف آیات و احادیث و اجماع صحابہ رض کے ہو اور انکار کرنے حجت ہونے قیاس کا مذہب
بدعت و محدث کا ہو کیونکہ انکار کرنا حجت قیاس کا بعد زمانہ ثالث یعنے تبع تابعین کے حادث ہوا ہو چنانچہ تلویح بحث سنت حدیث
مشہورہ کے بیان مین ہو والقول بنفی القیاس انما حدث بعد القرن الثالث انتہی بلکہ علامہ نووی
امام الحرمین سے ناقل ہین کہ علماء اہل تحقیق اسی طرف گئے ہین اور انکا یہی مذہب ہو کہ منکرین قیاس علماء امت اور حملہ
شریعت مین سے نہین شمار کئے جاتے ہین عبارت اوسکی حاشیہ نسائی کی صفحہ ۳۰۹ مین منقول ہو یہ ہو قال النووی فی تہذیب
الاسماء واللغات قال امام الحرمین الذی ذہب الیہ اہل التحقیق ان منکری القیاس لا
یعدون من علماء الامۃ وحملۃ الشریعۃ لانہم معاندون ومباہتون فیما ثبت استفاضۃ
وتواترا ولان معظم الشریعۃ صادرۃ عن الاجتہاد ولا تفی النصوص بعشر معشارہا وہؤلاء
ملتحقون بالعوام انتہی بحل تجویز العمل بقول الظاہریۃ النافین للقیاس امرلا الصحیح عدم
الجواز کذا حققہ العلامۃ الخفاجی فی نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض انتہی
پس جبکہ رائے ثاقب مجتہدین اور قیاس مجتہد خصوصاً ائمہ اربعہ کا ثبوت قرآن و احادیث و اجماع سے ہو تو رائے اور قیاس

ہے مسئلہ جو مجتہد بتاوے تو اوسکے حق میں بہ گمان حسن یہ کہنا کہ حق تعالیٰ نے بتایا ہے تو یہ صریح مخالف قرآن و حدیث و اجماع کے ہے بلکہ موافق
مصداق آیۃ اتخذوا احبارھم اور حدیث عدی کی شرک میں داخل ہو تو ضرور ہوا کہ محی الدین عربی نے جو اوسنے
بتایا ہو اس مسئلہ کو قبول کرنے سے منع فرمایا تو اس راہ سے وہی علماء مراد ہونگے جو ایسی بات کہیں کہ وہ مجتہد صاحب خصوصاً
ائمہ اربعہ میں سے کسی کے تابع ہوں علماء اہل زیغ و رد روافض و خوارج و لامذہب لوگوں کی بات ہووے رائے ناحق مجتہد کی حجیت کی
بارہ میں اسی واسطے ہمنے تطویل کی کہ یہ فرقہ محدثہ لامذہب ہم مجتہدین کی بات نا ثابت اجتہادی و قیاس کا منکر ہو اور جاہلوں
دھوکہ دیتا ہو کہ رائے و قیاس کی مذمت قرآن و حدیث و صحابہ سے ثابت ہو اسقدر تو ہمنے اوسے علماء مجتہدین کی حجیت
کے بارہ میں نقل کرتے ہیں۔ ابھی اور ساتھ میں جب اس فرقہ محدثہ میں امیر الدین کا کوئی ہم مشرب رائے مجتہد و قیاس
مذمت میں کچھ بیہودہ سرائی کریگا تو اوس وقت اوسکے بطلان کا اظہار میں انشاء اللہ تعالیٰ وہ اوراق باقی نقل کیے جاوینگے
اسکے بعد جو امیر الدین نے مسیب رائی سے نقل کیا ہو کہ ملا عابد سندی نے طوالع الانوار حاشیہ درمختار میں لکھا ہو کہ مجتہد
معین کی تقلید واجب ہونے پر کوئی بھی تو دلیل نہیں نہ شریعت کی رو سے نہ عقل کی جہت سے حنفیہ میں سے ابن الہمام نے
فتح القدیر اور تحریر میں ذکر کیا ہو اور مالکیہ میں سے شیخ ابن السلام نے مختصر منتہی الاصول میں اور شافعیہ میں سے عضد الدین
نے اسکے واجب نہونیکی تصریح کی اور امیر ابن الحاج نے شرح تحریر میں ذکر کیا ہو کہ سلف میں اجماع رہا ہے کہ کسی
حاکم یا مفتی کو ایک ہی شخص کی تقلید اسطرح کہ سب مسئلوں میں بھی اوسکے قول کو لیوے اور کسی کے قول پر نہ وہ عمل اور نہ فتویٰ
سب حلال نہیں۔ اسکا جواب یہی ہمارے اقوال سابقہ سے واضح ہو کہ ان علماء کے قول میں اسکی تصریح کہاں ہو کہ جسکو
کوئی درجہ اجتہاد کا حاصل ہو وہ بھی تقلید کسی امام معین کی واجب نہیں ہو اور اوسکی تقلید امام معین کے وجوب
پر بھی دلیل شرعی و عقلی نہیں ہو۔ اس امیر الدین اور اسکے پیشوا اور امام مولوی نذیر حسین لامذہب لوگوں کو ابھی تمیز نہیں کہ ابن
ہمام کا حنفیہ میں سے ہونا اور ابن السلام کا مالکیہ میں سے ہونا اور عضد الدین کا شافعیہ میں سے ہونا خود ذکر کیا ہو اور انھیں
عدم وجوب تقلید نقل کرتے کہ غیر مجتہد پر تقلید امام معین واجب نہ ہونا بیان کرتے عوام کو دھوکہ دیتا ہو وہ صاحب حنفیہ و شافعیہ و
مالکیہ تو جب قرار پاتے کہ ایک ایک ہی مذہب پر چلنے والے ہیں اگر یہ ایک ایک مذہب کی اتباع واجب نہیں جانتے تھے تو
ایک مذہب کیطرف منسوب کیوں ہوتے جب نہ صحابہ میں بسبب عدم تقلید ایک امام معین کی نہ تھی تو اوس وقت ایک
ہی مجتہد جانا نہ کیطرف منسوب کیوں نہیں کیے جاتے تو ادنیٰ عقل والا منصف مزاج بھی جانتا ہو کہ جس کسی مذہب کیطرف
کوئی منسوب کیا جاتا ہو تو جب ہی کیا جاتا ہو کہ اوسی مذہب کی پیروی کو وہ اپنے اوپر لازم جانتا ہو ورنہ ہرگز نہیں منسوب کیا جاتا
ایک ہی مذہب کیطرف یہ امام معین کی تقلید کا واجب و لازم جانتا ابن الہمام اور ابن السلام و عضد الدین رحمہم اللہ تعالیٰ

کا اسی سے مفہوم و معلوم ہوگیا کہ اونکا ایک مذہب کیطرف منسوب ہونا مشہور و معروف ہے اور منسوب ہونا امیر الدین و مولوی نذیر حسین
کو بھی مسلم ہے بہر حال اون اقوال کی جگو مولوی نذیر حسین و اونکے مقلد امیر الدین نے تقلید امام معین کی واجب ہونیکی
دلیل بنایا ہے مراد ہرگز نہیں ہو سکتی ہے کہ غیر مجتہد کو بھی خصوصاً اس زمانہ میں بھی امام معین کی تقلید واجب نہیں ہے اور اونکے
اقوال مذکورہ کا مراد یہ ہونا بھی جائز و ممکن ہے کہ امام معین کی تقلید واجب ہونیپر دلیل ہونا مجتہد کیحق میں فرماتے ہیں
جیسے جو شخص مرتبۂ اجتہاد کو پہنچ جاوے اوسپر تقلید مجتہد معین کی واجب ہونیپر کوئی دلیل نہیں ہے چنانچہ عبارت منقولہ الاول
کا مطلب ہے کہ کسی حاکم یا مفتی کو ایک ہی شخص کی تقلید اسطرح کہ کسی مسئلہ میں [illegible] اسی امر کو چاہتا ہے کہ علماء موصوفین حکم
عدم دلیل وجوب تقلید مذکورہ کا مجتہد کی ہی حق میں لگا رہے ہیں کیونکہ وہ یہ حکم حاکم اور مفتی کے حق میں دے رہے ہیں اور حکم
کرنا ایسے ہی حاکم و عالم کو درست ہے جو اہل واسطے حکم کے ہے کہ وہ مجتہد ہے اور جو اہل حکم کا نہیں ہے جیسے مجتہد نہیں ہے اوسکو شرع
سے حکم کرنا درست نہیں ہے اور اوسکا حکم موافق حق کے ہو یا مخالف دونوں حالتوں میں اوسکو گناہ ہے اور اوسکی موافقت حق کا
اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ موافقت دلیل شرعی کیساتھ نہیں ہے بلکہ اتفاقیہ ہے اور رسول اللہ صلعم نے خبر فرمایا ہے چنانچہ مسلم میں
ہے اذا حکم الحاکم فاجتهد ثم اصاب فله اجران واذا حکم فاجتهد ثم اخطاء فله اجر جسکا مطلب
ہے کہ حاکم حکم اجتہاد کیکے کرے اور حق کو پہنچے تو اوسکو دو ثواب ہیں اور حق کو نہ پہنچے تو ایک ثواب ہے اسی حدیث کی تحت
میں امام نووی تصریح فرماتے ہیں کہ علماء نے اجماع کیا ہے کہ مراد اوس حاکم کے حق میں ہے جو اہل حکم کا ہو کہ وہ مجتہد ہو جو اہل
نہیں ہے وہ حکم کرنے میں خطا کرنیسے معذور نہ ہوگا اور اوسکا حکم موافق حق کے ہو یا نہو حلال نہ ہوگا اور وہ اپنے تمام احکام میں
گنہگار ہوگا وہ عبارت جسکا یہ مضمون ہے یہ ہے قال العلماء اجمع المسلمون علی ان هذا الحدیث فی حاکم
عالم اهل للحکم فان اصاب فله اجران اجر باجتهاده واجر باصابته وان اخطاء فله اجر باجتهاده
وفی الحدیث اذا اراد الحاکم فاجتهد قالوا فاما من لیس باهل للحکم فلا یحل له الحکم فان حکم فلا
اجر له بل هو آثم ولا ینفذ حکمه سواء وافق الحق ام لا لان اصابته اتفاقیة لیست صادرة عن
اصل شرعی فهو عاص فی جمیع احکامه سواء وافق الصواب ام لا وهی مردودة کلها ولا یعذر
فی شیء من ذلک انتهی اور یہی طیبی میں ہے هذا فیمن کان جامعاً لآلة الجهاد ای الاجتهاد
عارفاً بالاصول عالماً بوجوه القیاس فاما من لم یکن محلا للاجتهاد فهو متکلف ولا یعذر بالخطأ
بل یخاف علیه الوزر ویدل علیه قوله صلی الله علیه وسلم القضاة ثلثة واحد فی الجنة
واثنان فی النار انتهی ان دونوں عبارتوں سے واضح ہے کہ حکم کرنا اوسکو جائز ہے جو اہل واسطے حکم کے ہے پس جب

لفظ حاکم کا علماء موصوفین کی عبارت میں موجود ہو جسکو امیر الدین مقلد نذیر حسین نے نقل کیا ہو تو اس لفظ حاکم سے بالضرور مجتہد ہی
مراد ہو اور اسی طرح کتب فقہ میں صحیح ہو کہ مفتی تاہی حقیقت میں مجتہد ہی ہوتا ہو اور مجتہد کی قول کے ناقل کو مفتی کہنا مجازا ہو جب
علماء موصوفین کی قول میں حاکم کے معنی سے مجتہد مراد ہونا ثابت ہوا تو بخوبی واضح ہو گیا کہ امام معین کی تقلید مذہب نہ سوے مجتہد
عالم مجتہد کے جو متعین کرتے ہیں اوسکا کسکو انکار ہے کلام غیر مجتہد میں ہو کہ اوسپر تقلید امام معین کی واجب ہو اوسکا رد ان علما
کے اقوال سے ہرگز نہیں اور دوسری یہ کہ عبارت مذکورہ امیر الدین میں ہو کہ ایک ہی شخص کی تقلید اسطرح سے لیوے کہ کسی مسئلہ میں تو
اوسکے قول کو سوا کسی کے قول پر نہ وہ عمل کرے اور نہ فتویٰ دیوے جس سے واضح ہو کہ ایک ہی کی تقلید ایسی کرے کہ ایک مسئلہ
میں بھی کسی کے قول پر حکم اور فتویٰ نہ دیوے جبکی مراد یہ ہو سکتی ہو کہ خواہ کیسی ہی ضرورت ہو اور کیسی ہی حالت اضطراری کی ہو
اس مقلد کو بعد حصول درجۂ اجتہاد کے اپنے امام کی خطا کا ظہور خوب کامل طور پر ہو جاوے اور دوسرے امام کی حقیت کا بموجب
اجتہاد کے ظن غالب ہو گیا ہو تب بھی وہ اپنے ہی امام کی تقلید کرے اور انکے قول پر اڑا رہے اور اس دوسرے امام کے قول پر کبھی
بحالت مذکورہ میں بھی فتویٰ و حکم نہ دیوے تو حلال نہیں ہو یہ مقلدین ائمہ اربعہ کے حق میں ہرگز نہیں ہو سکتا ہو اور اس سے وجوب
تقلید امام معین کا رد نہیں ہو سکتا ہو پس علماء موصوفین کی اقوال سے ہرگز مقصود والا مذہب ہم حاصل نہیں ہو سکتا
بعد جو امیر الدین مقلد مولوی نذیر حسین کے معیار الحق سے نقل کیا ہو کہ ملا علی حنفی نے شرح عین العلم میں لکھا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے
کسی کو تکلیف نہیں دی کہ حنفی بنے یا مالکی بنے یا حنبلی بنے بلکہ اونہیں یہ تکلیف دی ہو کہ وہ سنت کے بموجب عمل کریں
اگر عالم ہوں یا علما کی پیروی کریں اگر ناواقف ہوں اسکا جواب یہ ہو کہ ملا علی قاری رح شرح عین العلم میں صراحۃً یہ
فرماتے ہیں کہ اگر کوئی التزام کرے کسی مذہب کا مانند ابی حنیفہ رح و شافعی رح کے تو اوسکو اوس مذہب پر استمرار و ہمیشگی رہنا
لازم ہو کسی غیر کے مسئلہ میں تقلید نہ کرے چنانچہ اونکی عبارت شرح عین العلم میں یہ ہو فلو التزم احد مذھبا کابی حنیفہ
والشافعی رحمہما اللہ تعالیٰ فلزم علیہ الاستمرار فلا یقلد غیرہ فی مسئلۃ من المسایل دوسرا
جواب اوسکا یہ ہو جو اوپر مذکور ہوا کہ عرف میں کسی مذہب کیطرف منسوب کوئی شخص جب کیا جاتا ہو کہ جب اوسی مذہب
معین پر وہ شخص رہے اور کسی دوسرے کی اتباع بدون ضرورت و بغیر حصول رتبۂ اجتہاد کے نہ کرے اور ملا علی قاری رح کو خود یہ
امیر الدین مقلد مولوی نذیر حسین کا حنفی لکھتا ہو پس اگر ملا علی رح کے نزدیک اس قول کا جو معیار الحق سے امیر الدین نے نقل
کیا ہو یہی مطلب ہو کہ مذہب معین حنفی وغیرہ کی تقلید کرنا درست و جائز نہیں ہو اور تقلید مذہب معین حنفی وغیرہ کی نعوذ باللہ
من ذالک قرآن کے مخالف و ناجائز ہو تو خود ملا علی قاری رح نے تقلید مذہب معین حنفی کی کر کے حنفی کیوں کہلائے چنانچہ
امیر الدین مقلد مولوی نذیر حسین بھی ملا علی قاری رح کو حنفی لکھتا ہو پس واضح ہو کہ مراد ملا علی قاری رح کے قول مذکور سے یہ نہیں

ہے کہ تقلید مذہب معین حنفی وغیرہ کی ممتنع و ناجایز ہو ورنہ خود حنفی کیوں ہوتے جب یہ مراد ہوئی تو بالضرور اس قول کی مراد بھی
یہ ہو سکتی ہو کہ بالذات و بالتخصیص حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی ہونے کا حکم خدا تعالی و رسول اللہ صلعم نے نہیں کیا لیکن چونکہ جو
مسایل ایسے ہیں کہ بغیر رتبہ اجتہاد کے وہ معلوم نہیں ہو سکتے ہیں قرآن و حدیث سے تو غیر مجتہد خود انکے معلوم کرنے سے عاجز ہے
اور تکلیف مالا یطاق جایز نہیں ہے لقولہ تعالی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اور بسبب وقوع حوادث کے اون مسایل
پر عمل کرنیکی اوسکو حاجت و ضرورت ہے اب سوا اسکے کہ دوسرے شخص مجتہد کے نکالے ہوئے مسایل اجتہادیہ وہ معلوم کرے
اور دریافت کرے دوسرا چارہ و علاج نہیں اسی واسطے خدا تعالی نے اپنے قول فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون
میں غیر مجتہد کو تقلید مجتہد کی واجب کیا ہے اور چاروں امام دین سے ہر ایک ایسا ہے کہ اوسکے مسایل اجتہادیہ جنمیں تقلید کی
ضرورت ہے جمیع حوادث کو کافی ہو سکتے ہیں اور تنقیح اور تفصیل کے ساتھ ہیں اور دوسرے کسی مجتہد کے مسایل اجتہادیہ ایسے نہیں
ہیں تو غیر مجتہد کے واسطے یہی طریق متعین ہو گیا یعنے اتباع کرنا مجتہد کا اور دوسرا راستہ اوسکے حق میں نرہا تو اس ضرورت
مذکورہ کے سبب سے انھیں چاروں میں سے ایک کی تقلید کرے اور آیت فاسئلوا اھل الذکر الآیۃ سے جو تقلید واجب
ہو سکا اوسی چاروں اور واجب ذمہ سے اوتر جانا انھیں سے ایک کی تقلید کرنے سے منحصر ہے پس انھیں عوارض کے سبب سے اور
ان وسایط سے خدا اور رسول کے فرمانے سے حنفی مالکی شافعی حنبلی ہونا ثابت ہو الغرض بالذات اگرچہ حنفی شافعی مالکی حنبلی ہونیکا
حکم خدا و رسول نے نہیں فرمایا بلکہ ایمان و تصدیق بما جاء بہ النبی اور عمل شریعت محمدیہ کو ہمپر واجب کیا اور بعض مسایل شریعت
کے کہ وہ اجتہادیہ ہیں غیر مجتہد خود نہیں جان سکتا کہ اوسپر عمل کرے تو اون مسایل میں مجتہدین کی تقلید کا غیر مجتہد پر
واجب کیا اور ایمہ اربعہ مجتہدین ہیں تو یہاں اسطرح کہنا درست و مستقیم ہو کہ ایمہ اربعہ مجتہدین اور مجتہدین کی تقلید واجب
ہو تو ایمہ اربعہ کی تقلید واجب ہو پس جس کسی نے ایک معین کی تقلید جمیع حوادث میں اپنے اوپر لازم کیا تو وہ اوسکی
طرف منسوب ہوا پس بالعرض حنفی وغیرہ ہونا واجب ہو گیا یہ مضمون بالتفصیل ہمنے بیان کیا وہ ابن ملا فروخ کی کے
قول سدید سے عقلا جان سکتے ہیں اونکا قول یہ ہو اعلم انہ لم یکلف اللہ احدا من عبادہ ان یکون حنفیا
او شافعیا او مالکیا او حنبلیا بل اوجب علیہم الایمان بما بعث بہ سیدنا محمد صلعم والعمل بشریعتہ
غیر ان العمل متوقف علی الوقوف علیہا لمطارق فما کان منہا ما یشترک فیہ العامۃ واھل النظر
کالعلم بفرضیۃ الصلوۃ والزکوۃ والحج والصوم والوضوء اجمالا وکالعلم بحرمۃ الزنا واللواطۃ
وقتل النفس ونحو ذلک مما علم من الدین بالضرورۃ فذلک لا یتوقف فیہ علی اتباع مجتہد
ومذہب معین بل کل مسلم علیہ اعتقاد ذلک فمن کان فی العصر الاول فلا یخفی وضوح

[illegible]

تلك في حقه ومن كان من الاعصار المتاخرة فلوصول ذلك الى علمه ضرورة من الاجماع
والتواتر وسماع الآيات والسنن المستفيضة المصرحة بذلك في حق من وصلت اليه واما ما
يتوصل اليه الا بضرب من النظر والاستدلال فمن كان قادرا عليه بتوفر الآلة يجب عليه فعله
كالائمة المجتهدين ومن لم يكن له قدرة وجب عليه اتباع من ارشده الى ما كلف به ممن هو
اهل النظر والاجتهاد والعدالة والضبط وسقط عن العاجز تكليفه بالبحث والنظر بعجزه لقوله تعالى
لا يكلف الله نفسا الا وسعها ولقوله عز وجل فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون هي الاصل
في اعتماد التقليد كما اشار اليه المحقق كمال ابن الهمام في التحرير انتهى اس عبارت سے مفہوم ہوا کہ ش
کے نزدیک اگرچہ بالذات حنفی وغیرہ ہونیکی تکلیف خدا تعالے نے نہیں دی لیکن بالعرض حنفی وغیرہ ہونا حکم الٰہی قرار پا
اب ہم خود ملا علی قاری رہ کے رسالہ تشییع فقہاء حنفیہ معروف برسالہ رد قفال کی عبارت نقل کرتے ہیں وہ یہ ہو قلنا
لا يجوز للقاضي ما قلتموه بل يجب عليه حتما ان يعين مذهبا من هذه المذاهب اما مذهب
الشافعي في جميع الوقائع والفروع واما مذهب مالك واما مذهب ابي حنيفة وغيرهم
وليس له ان ينتقل من مذهب الشافعي في بعض ما يهواه ومذهب ابي حنيفة في الباقي مما
ولانا لو جوزنا ذلك لادى الى الخبط والخروج من الضبط وحاصله يرجع الى نفي التكاليف لان
مذهب الشافعي اذا اقتضى تحريم شيء ومذهب ابي حنيفة اباحة ذلك الشيء بعينه او على
العكس فهو ان شاء مال الى الحل وان شاء مال الى الحرام فلا يتحقق الحل والحرام وفي ذلك ا
التكليف وابطال فائدته واستيصال قاعدته وذلك باطل انتهى اس عبارت رسالہ ملا علی قاری سے
بھی واضح ہو کہ ایک مذہب معین کی تقلید جمیع وقایع و فروع میں کرنا واجب ہو اور اس مذہب معین سے انتقال کر
دوسرے مذہب کیطرف جانا درست نہیں ہو کیونکہ اگر انتقال دوسرے مذہب کیطرف کرنا اپنا مذہب چھوڑ کر جائز ہوگا تو
تکلیفیں شرعیہ جاتی رہیں گی اسلئے کہ جب مذہب شافعی ایک چیز کے حرام ہونیکو چاہے اور اسی چیز معین کے حلال
ہونیکو مذہب امام ابی حنیفہ رہ کا چاہے یا اسکے برعکس کہ مذہب امام ابی حنیفہ رہ کا ایک چیز کے حرام ہونیکو چاہے اور مذہب
امام شافعی رہ کا اسی چیز کے حلال ہونیکو چاہے جب انتقال مذہب کے درست ہوگا تو چاہے کوئی شخص بنا بر ہو
کیطرف میلے اوسے حلال سمجھے چاہے حرام لیکر اسکا مقید و مکلف نرہے گا اور قاعدہ تکلیف کا جو شرع سے ثابت ہو
جڑ سے اکھڑ جاویگی اور یہ باطل ہو پس انتقال مذہب کا باطل ہوا دیکھو ملا علی قاری کے رسالہ سے ہم تقلید مذہب معین کا

تھا اگر ایک مذہب کی طرف دوسرے مذہب کے باطل ہونا ثابت ہو گیا اسکے بعد جو امیر الدین نے معیار الحق سے یہ نقل کیا ہو کہ
شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف میں لکھا ہو کہ مجتہدین کی اتباع اور پیروی واجب
ہو تمہیں دو طریق ہیں متقدمین کا یہ طریق تھا کہ وہ ایک مذہب اور ایک مجتہد کی اتباع واجب نہیں جانتے تھے مجتہدین اپنے اجتہاد پر
عمل کرتے تھے اور عوام کا یہ طریق تھا کہ وہ فتوی علما سے پوچھتے تھے بدون اتباع ایک مذہب کی انکی طرف رجوع کرتے تھے تو ان لامذہبیوں
کی خیانت اور بددیانتی اور فریب دہی عوام کو غور کرنا چاہیے مولوی نذیر حسین پیشوا امیر الدین نے تو یہ خیانت کی کہ شیخ عبد الحق
محدث دہلوی اپنی شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں بعد نقل کرنے مذہب متقدمین کے کہ این مذہب بالانصاف نزدیک تر بود
بفہم نزدیک تر آمدہ ولیکن قرار داد علما و مصلحت دید ایشان در آخر زمان تعیین و تخصیص مذہب ہست و ضبط و ربط کار دین و دنیا
درین صورت بود از اول مخیر ست کہ ہر کدام را اختیار نماید صورت دارد ولیکن بعد از اختیار یکی بجانب دیگری رفتن بی توہم
سوء ظن و تفرق و تشعب را احتمال دارد و اقوال مختلف بود و قرار داد علما متاخرین برین است و ہو المختار و فیہ الخیر انتہی اس عبارت
شیخ عبد الحق دہلوی سے صاف واضح و لائح ہو کہ ٹھہرایا ہوا علما کا اس آخر زمانہ میں یہی تخصیص و تعیین مذہب کی ہو اور یہی مختار ہو
اور اسی میں خیر ہو اس قول شیخ عبد الحق دہلوی کو جو شرح سفر السعادۃ میں ہو چھوڑ دیا مولوی نذیر حسین نے اور حق کو
چھپایا اور امیر الدین مقلد مولوی نذیر حسین نے یہ خیانت کی کہ معیار الحق میں جو تحصیل التعرف سے شیخ کا قول نقل کیا ہو مولوی نذیر
حسین نے اوسمیں یہ بھی نقل کیا ہو قال الحافظ ابو محمد بن حزم الظاہری ما نعلم احدا فی زمان القرون الثلثۃ
هم خیر القرون اخذ بقول احد بعینہ وانما حدث ذلک بعد تلک القرون من غیر انکار احد فحل
ذلک محل الاجماع جس سے واضح ہو کہ بقول ابن حزم کے قرون ثلثہ میں یہ بات معلوم نہیں کہ کوئی کسی شخص معین کے قول کو
لیتا ہو ایک شخص معین کے ہی قول کو لینا بعد قرون ثلثہ کے پیدا ہوا ہو بغیر انکار کرنے کسی کے پس یہ قائم مقام اجماع کے ہوا اس قول
شیخ عبد الحق دہلوی سے مذہب معین کی تقلید پر اجماع ہونا بعد قرون ثلثہ کے واضح ہو اسکو امیر الدین نے چھوڑ دیا ہو حق پوشی
کے واسطے شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے دونوں قول سے تعیین مذہب معین کا آخر زمانہ میں اجماع ہونا اور یہی خیر و حق رہنا ثابت
ہو لیکن ان دونوں خائنوں مولوی نذیر حسین و امیر الدین پیر و مرید نے بقول کے وزیری چنین شہریاری چنان و جہان
چنین پیر و فرزند چنان ۔ اسکو چھپا کر اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا ہو اسکے بعد جو امیر الدین نے معیار الحق سے یہ نقل کیا ہو کہ ابن حزم
نے نبذ الکافیہ میں لکھا ہو کہ صحابہ و تابعین کا اجماع اسپر ہوا ہو کہ التزام ایک مذہب معین کا نہ چاہیے پھر کوئی ایسا التزام کرے
تو وہ خلاف کیا اجماع کو اور اسکا اس امر میں کوئی پیشوا اور امام نہیں اور وہ خلاف راہ اقتدا کی خلاف رہ مومنین کی
نبذ الکافیہ سے جو معیار الحق میں مولوی نذیر حسین پیشوا امیر الدین نے جو قول ابن حزم کا نقل کیا ہو تو اوسمیں یہ مضمون ہو کہ

تقلید حرام ہو اور کسی شخص کو حلال نہیں کسی کا قول سوا رسول اللہ صلعم کے بلا برہان لیوے اس دعویٰ کی دلیل ابن حزم نے
قولہ تعالیٰ اتبعوا ما انزل الیکم ولا تتبعوا من دون اللہ اور قولہ تعالیٰ واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل
نتبع ما الفینا علیہ آباءنا الآیۃ اور اس ابن حزم نے کہا ہو کہ تقلید کرنیوالوں کی خدا تعالیٰ نے اس آیت میں مدح و تعریف فرمائی
فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک
ھم اولوا الالباب اور اس آیت میں بھی مدح فرمائی ہو فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم
تؤمنون باللہ والیوم الآخر اس آیت کے بعد ابن حزم نے کہا کہ قرآن و حدیث کے سوا وقت تنازع کے کسی کی طرف رد کرنا
اللہ تعالیٰ نے مباح نہیں کیا اسکے بعد ابن حزم نے یہ بھی ذکر کیا کہ صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین اول سے آخر تک کل کا اجماع ہو بار
اور منع کرنے پر اس سے کہ کوئی قصد کرے انسان کہ کل قول لیوے اور قبول کریگا پس جاننا چاہیے کہ جو شخص جمیع اقوال امام ابی
کے یا جمیع اقوال امام مالک کے یا جمیع اقوال امام شافعی کے یا جمیع اقوال امام احمد رحمہم اللہ لیوے اور قبول کرے اور کوئی قول
چھوڑ کر دوسرے کی طرف تجاوز کرے اور قرآن و حدیث میں جو آیا ہو بغیر صارف کی طرف قول انسان معین کے اوس پر اعتماد نہ کرے وہ
تمام امت کے اجماع کی مخالفت کی اور اتباع غیر سبیل مومنین کی یہ بیان اوس قول ابن حزم کا ہو جو معیار الحق میں منقول ہو امیر ال
نے دھوکہ و فریب دینے کے واسطے یہ پورا قول ابن حزم کا نقل نہیں کیا تاکہ منصفین اہل علم جان لیںگے کہ حرام ہونا و غیر حلال
تقلید کا مقلدین ائمہ اربعہ کے حق میں مستقیم نہیں ہو سکتا ہو اور یہ دعویٰ ابن حزم کا کہ صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین کل کا اجما
ہو منع تقلید سے اور منع کرنے پر تقلید سے یعنے تقلید مجتہدین صالحین سے بلا دلیل و بغیر برہان ہونے کے سبب سے قابل التفات نہیں
ہو اگر ابن حزم اس دعویٰ میں صادق تھا تو کوئی نقل کتب محققین سے یا دلیل قاطع اس دعویٰ پر قائم کرتا اگر کسی دوسرے کو یہ دعو
ہو کہ ابن حزم صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین کا جو منع کرنا تقلید امام معین سے بتاتا ہو تو اس میں وہ سچا ہو تو اوس مدعی پر لازم
کہ کوئی نقل کتب معتبرہ محققین سے پیش کرے کہ صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین نے غیر مجتہد کو مجتہد معین کے جمیع اقوال قبول کرنے
منع فرمایا ہو اور یہ ابن حزم کا جمیع اقوال ابی حنیفہ وغیرہ کو قبول کرنے سے منع کرنا اور مخالف اجماع کہنا سراسر غلط ہو بلکہ امت
محمدیہ پر بہتان ہو اور آیات اتبعوا ما انزل الیکم اور واذا قیل لھم اتبعوا الآیۃ دلیل حرمت و عدم حلت تقلید مقلدین
ائمہ اربعہ کی نہیں ہو سکتی ہو اور آیت فبشر عبادی الذین الآیۃ سے مذمت تقلید مقلدین مذکورین ثابت نہیں ہو سکتی ہو
ایسے ہی آیت فان تنازعتم سے تقلید مذکور کا عدم جواز ثابت نہیں ہو سکتا ہو بیان اسکا اور تفصیل یہ ہو کہ آیت اتبعوا الآیۃ
آیت اذا قیل لھم الآیۃ سے مخالفت و حرمت اتباع اور تقلید کی ثابت ہونا مسلم ہو لیکن یہ تقلید و اتباع مجتہدین کی مخالفت اور
ان آیات سے ثابت ہونا ہرگز مسلم نہیں ہو بلکہ ان لوگوں کے اتباع و تقلید کی مخالفت و حرمت کا ثبوت ان آیات سے مسلم ہو جو خود

اور منکر رسالت رسول علیہ السلام اور مقلدین اپنے پیشواؤں کافروں کے تھے پس ان آیات سے ائمہ اربعہ کی تقلید کی ممانعت و حرمت
ثابت ہونے کی علاقہ نہیں ہے کیونکہ مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کی حرمت ان آیات سے ثابت نہیں ہے مقلدین اسواسطے مجتہدین ائمہ
اربعہ کی تقلید اسیواسطے کرتے ہیں کہ مجتہدین کے جو مسایل اجتہادیہ کتاب و سنت سے نکالے ہوئے اور ظاہر کئے ہیں تو وہ فی الواقع خدا اور
اور رسول کے فرمائے ہوئے ہیں اور مجتہدین نے اپنی قوت اجتہادیہ خداداد سے اونکو فقط ظاہر کر دیا ہے چنانچہ اوپر معلوم ہو چکا ہے توضیح و
تلویح وغیرہ سے کہ قیاس مظہر ہے مثبت نہیں جب مسایل اجتہادیہ مجتہدین اربعہ بھی خدا و رسول کے مسایل ہوئے تو اون مسایل کو اسیواسطے
ماننے اور عمل میں لاتے ہیں کہ خدا و رسول کی اتباع ہو جاوے اور آیات مذکورہ میں تو اون کفار مقلدین کا ذکر ہے کہ اپنے پیشواؤں
کفار کی تقلید کا بہانہ کر کے رسالت و نبوت و نزول قرآن کا انکار کرتے تھے اور اتباع و اعتقاد حقیت کتاب و سنت رسول اللہ صلعم
سے بھاگتے تھے پھر اون آیات سے اونکے تقلید کی حرمت ثابت کرنا جو اسیواسطے تقلید مجتہدین کرتے ہیں کہ اتباع و اطاعت خدا و رسول
کی حاصل ہو جاوے نری بے انصافی و ظلم ہے جو تقلید کسی طرح سے مناسبت و مشابہ تقلید کفار کی نہیں رکھتی وہ تقلید ائمہ اربعہ کی ہے اسکا حکم اور ہے اور
جو تقلید کفار کا حکم ہے اور اسکے حق میں وہ آیات پیش کرنا جو تقلید کفار کے حق میں ہیں تحریف معنوی آیات کی اور تفسیر بالرائے کی ہے اب تو سمجھئے
شناعت و قباحت ظاہر باہر ہے اور ابن حزم نے ان آیات سے تقلید غیر رسول کی جو بلا برہان ہو اسکو حرام کہا ہے اور یہ تقلید ائمہ اربعہ کی نہ
تو تقلید غیر رسول کی در واقع میں کیونکہ ائمہ اربعہ کی تقلید واسطے حاصل ہو جانے اتباع رسول کے کیجاتی ہے جیسا ابھی معلوم ہوا تو وہ فی الواقع
اتباع رسول اللہ ہی کی ہے اگرچہ بنا بر تقلید ائمہ اربعہ کہا ہو اور یہ تقلید ائمہ اربعہ کی بلا برہان بھی نہیں ہے جیسے یہ تقلید غیر رسول کی نہیں
ہے کیونکہ غیر مجتہدین کے حق میں برہان تقلید آیت فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون موجود ہے اور آیت اتبع سبیل
من اناب کا بھی دلیل تقلید کے ہونا اوپر معلوم ہو گیا ہے اور مسایل اجتہادیہ مجتہدین صالحین کے جو سارے بر نے ثابت و قیاس شرعی
کے قرآن و حدیث سے ظاہر کئے گئے ہیں وہ بھی بلا برہان نہیں ہیں کیونکہ رائے و قیاس شرعی مجتہدین صالحین کا برہان شرعی ہونا اوپر
معلوم ہو چکا ہے پس یہ تقلید ائمہ اربعہ تقلید غیر رسول کی ہے اور نہ غیر مجتہدین اونکی تقلید بلا برہان کرتے ہیں اور اونکے مسایل بھی [illegible]
ہیں تو جس تقلید کو ابن حزم وغیرہ نے حرام و غیر حلال کہا ہے اور اسکے بارہ میں آیات پیش کی ہیں وہ یہ تقلید ائمہ اربعہ کی ہرگز نہیں ہے بلکہ
تقلید کفار اور اہل زیغ کی مانند روافض و خوارج وغیرہم اہل ضلال کی تقلید ہے وہ بلاشبہ حرام و غیر حلال ہے اور لامذہب جو مولوی اسمٰعیل
اور مولوی نذیر حسین کی تقلید کرتے ہیں اونکے ایسے اقوال میں کہ قابل تقلید نہیں ہیں وہ بھی حرام و غیر حلال اور تقلید غیر رسول کی بلا برہان ہے پس
تقلید لامذہبیہ کے حق میں ہے ابن حزم ظاہری کا قول مستقیم ہے نہ مقلدین ائمہ اربعہ کے حق میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی
ابن حزم کا تقلید کو حرام و غیر حلال بتانا مقلدین ائمہ اربعہ کے حق میں نہ جو مقلد صرف ہیں جنکو کسی قسم کا اجتہاد حاصل نہیں
ہے قبول نہیں کیا اور انصاف فرمایا کہ ابن حزم جو اسطرف چلا گیا ہے کہ تقلید حرام ہے اور حلال نہیں ہے کسیکو لینا اوس قول کا کسیکا [illegible]

رسول اللہ صلعم کو بلا برہان اور یہ قول ابن حزم کا اوس شخص کے حق میں ہی تمام ہو سکتا ہے جسکو کسی قسم کا اجتہاد حاصل ہو گو
ایک ہی مسئلہ میں حصول اجتہاد کا ہووے اور یہ قول اوس شخص کے حق میں تمام ہوتا ہے جسکو خوب ظہور بات کا ہو گیا ہے کہ
رسول اللہ صلعم نے ایسی چیز کا امر فرمایا اور ایسی چیز سے منع فرمایا اور وہ یعنے امر فرمانا اور منع فرمانا منسوخ نہیں ہوا ہے
اور یہ خوب ظہور ہو جانا اور حدیث کا منسوخ ہونا اوسوقت ثابت ہوگا کہ وہ شخص تلاش کرے احادیث و اقوال مخالف کی اور
موافق کو مسئلہ میں پس نپاوے وہ شخص ناسخ کو اور دیکھے ایک جماعت کثیر اور جم غفیر کو متبحرین علماء میں سے کہ اوسکے طرف گئے
اوس حدیث کیطرف گئی ہے اور مخالف کو پاس سوا قیاس صرف و استنباط وغیرہ کی کوئی دوسری حجت ہو وے تو اوسوقت
مخالفت حدیث کی سوا نفاق اور حمق کے اور کوئی امر نہیں ہے چنانچہ عبارت عربیہ شاہ صاحب کی یہ ہے فیما ذہب الیہ ابن حزم
حیث قال التقلید حرام ولا یحل لاحد ان یاخذ بقول احد غیر رسول اللہ صلعم بلا برہان انما یتم
فیمن له ضرب من الاجتہاد ولو فی مسئلة واحدة وفیمن ظہر علیہ ظہورا بینا ان النبی صلعم
امر بکذا ونہی عن کذا وانه لیس بمنسوخ اما ان یتتبع الاحادیث واقوال المخالف والموافق فی المسئلة
فلا یجد لہا نسخا او یری جما غفیرا من المتبحرین فی العلم یذہبون الیہ ویری المخالف له لا یحتج الا بقیاس
او استنباط ونحو ذلك فحینئذ لا سبب لمخالفة النبی صلعم الا النفاق جلی وحمق خفی انتہی
اس قول شاہ صاحب سے واضح ہے کہ جسکو کوئی قسم اجتہاد کی حاصل ہو تو اسکے ہی حق میں یہ ابن حزم کا تقلید کو حرام بتانا وغیرہ
درست ہو سکتا ہے یعنے مقلد صرف کے حق میں قول ابن حزم کا درست نہیں ہو سکتا ہے اور حدیث نبوی کی مخالفت سے نفاق و حمق
بھی جب ہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ مخالفت حدیث کی کرنے والا ایسے درجہ کا شخص ہووے کہ احادیث کو خوب تلاش کر سکتا ہووے اور
ناسخ و منسوخ و معارض وغیرہ کو جانتا ہو اوسکو قدرت حاصل ہو تو یہ ظاہر ہے کہ جو یہ امور پہچانتا ہو تو وہ مجتہد ہے اگرچہ مجتہد
مطلق نہ ہو لیکن بعض مسئلہ میں تو مجتہد ہے پس مخالفت حدیث سے نفاق و حمق کا ثبوت شاہ صاحب کے قول سے مجتہد کے ہی
حق میں ہے جبکہ اوسکو حدیث کا ثابت ہونا اور غیر منسوخ وغیرہ ہونا ظاہر ہو جاوے اور باوجود اسکے پھر بھی مخالفت حدیث کی کرے
کہاں مجتہدین صالحین ائمہ اربعہ اور انکے تابعین کے حق میں کوئی مسلمان نہیں کر سکتا ہے اب مولوی نذیر حسین پیشوا
کی ہٹ دھرمی اور نا انصافی لحد غریب دیکھی عوام کو دھوکا دیا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت عربیہ کا مطلب یہ بیان
ہو واسطے دھوکا دہی عوام کے کہ شاہ ولی اللہ صاحب اس کلام ابن حزم کو نقل کرکے فرماتے ہیں کہ یہ کلام ابن حزم کا اوس شخص
کے حق میں ہے جو قرآن و حدیث سے استنباط مسائل کر سکے اور ایک مسئلہ میں بھی حدیث سے استنباط کرے اور نہ کسی امام کو کرے
وہے امام) نعوذ باللہ من ذلك یہ کلام پکڑ کر مولوی نذیر حسین نے عوام پر حق پوشیدہ کیا کہ شاہ صاحب اس کلام کو مختص

مجتہد کے ساتھ فرماتے ہیں اور شاہ صاحب کے قول کا ایسا مطلب بیان کیا کہ عوام یہ گمان فاسد کر جاویں کہ کسی شخص کو حدیث کا
ترجمہ بھی ہو جاوے تو وہ استنباط حدیث سے کرے تو اوسکے حق میں بھی یہ قول ابن حزم کا ہوگا شاہ صاحب فرماتے ہیں مخصوص
ساتھ مجتہد کے اس قول کو نہیں کرتے ہیں یہ سراسر خیانت ہوئی اور دہوکا دہی ہے الغرض کلام ابن حزم کا حق مقلدین ائمہ اربعہ
میں جو صرف مقلد ہیں ہرگز راست درست مستقیم نہیں ہے اونکے حق میں قرار دینا جہالت وسفاہت یا تعصب وفریب دہی ہے اور مقلدین
ائمہ اربعہ میں سے جسکو کوئی درجہ اجتہاد حاصل ہو چکا ہو اور اوسنے تقلید اوس امام کی نہیں چھوڑی تو اسیواسطے نہیں چھوڑی کہ اوسنے اپنے
اجتہاد کے رو سے خوب احادیث کو تلاش کیا اور ناسخ ومنسوخ ومعارض وغیرہ تمام اوسکی تلاش کئے اور قول امام اپنے کو جو
دیکھا تو لائق ترک کے قول امام کو نہ پایا اور جسنے بالفرض ترک کیا تو اوسکے اجتہاد میں مخالفت معلوم ہو گئی تو اپنے اجتہاد کے
سبب سے ترک کیا پس جو مقلدین ائمہ اربعہ سے مجتہد ہیں تو اونکے تقلید کی حرمت وعدم حلت ہی ثابت نہیں ہوا اور مقلد غیر مجتہد
ہیں اونکے حق میں حرمت تقلید وعدم حلت ثابت نہیں ہے پس ابن حزم کے قول سے مقلدین ائمہ اربعہ کے تقلید کی حرمت وعدم
حلت ہرگز مسلم نہیں ہے اور آیت فبشر الذین الآیۃ کی یہ مراد لینا کہ غیر مجتہد جسکو کسی قسم کا اجتہاد حاصل نہیں ہے جسکی
سبب سے وہ مسائل جزئیہ قرآن وحدیث کی پہچان سکے تو وہ مسائل اجتہادیہ میں مجتہد کی تقلید ترک کرے تو اوسکے حق اللہ تعالیٰ نے
اس آیت میں مدح فرمائی ہے سراسر تحریف معنوی آیت کی ہے اور سراسر اضلال واضلال ہے جب یہ مراد آیت کی نعوذ باللہ
من ذلک ہوگی تو فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون سے جو غیر مجتہد کو مجتہد کی تقلید واجب ہونا ثابت ہے
اور ایسی ہی آیت واتبع سبیل من اناب سے بھی ثابت ہے جس سے واضح ہے کہ ایسا شخص تارک تقلید ہو تو تارک حکم رب
کا ہو کر مستحق عذاب کا ہوگا اور قابل مذمت کے ہوگا تو آیت یعنے فبشر الذین الآیہ اور ان آیات یعنے فاسئلوا اہل
الذکر اور اتبع سبیل من اناب میں تعارض وتناقض ہوگا اور تعارض وتناقض کا باطل ہونا ظاہر ہے تو
فبشر عبادی الذین الآیۃ کی وہ مراد ہونا جو اوپر مذکور ہوئی باطل ہے اور ابن حزم کی عبارت میں اول آیت مذکورہ کو
چھوڑ دیا ہے جس سے ہر منصف اونکے علم والا بھی جان سکتا ہے کہ اس سے وہ مراد نہیں ہے جو ابن حزم اور انکے پیرو سمجھے پوری آیت
یہ ہے والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوھا وانابوا الی اللہ لھم البشری فبشر عبادی
الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولو الالباب
یعنے جن لوگوں نے بتوں کی عبادت کرنے سے پرہیز کیا اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کی تو اونکے واسطے خوشخبری ہے پس خوشخبری دی
دو تم اے محمد صلعم اون میرے بندوں کو جو سنتے ہیں قول کو پھر اتباع کرتے ہیں احسن کی اوس قول میں سے وہی ہیں لوگ جن کو
اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور وہی لوگ صاحب عقل ہیں اس آیت کے تحت میں تفسیر کبیر میں ہے کہ مراد بعبادہ الذین یستمعون

القول فیتبعون احسنه الذین اجتنبوا وانابوا الاخیر هم یعنے جو خدا تعالیٰ کے بندے ہیں جو قول کو سنکر احسن کی اتباع
کرتے ہیں وہی لوگ ہیں جنکا ذکر اول آیت میں ہو چکا ہے کہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے عبادت بتوں سے پرہیز کیا اور خدا تعالیٰ کی
طرف رجوع کی اونکی سوا دوسرے مراد نہیں ہیں اس سے تھوڑا سا آگے چلکے یہ عبارت ہے والمقصود من ھذا اللفظ التنبیه علی
ان الذین اجتنبوا الطاغوت وانابوا ھم الموصوفون بانهم ھم الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه
یعنے مقصود فبشر عبادی الذین الآیہ سے آگاہ کر دینا اس بات پر ہے کہ جن لوگوں نے بت پرستی سے پرہیز کیا اور خدا تعالیٰ کیطرف رجوع
کی وہی لوگ موصوف اس صفت کے ساتھ ہیں کہ قول کو سنکر اوسمیں سے احسن کی اتباع کرتے ہیں پس جب وہ لوگ جو بت پرستی سے
پرہیز کرکے خدا تعالیٰ کیطرف رجوع کرنیوالے ہیں اور وہ لوگ جو قول میں سے احسن کی اتباع کرنیوالے ہیں ایک ہی ہوئے اور جو بت پرستی سے
پرہیز کرنیوالے اور خدا تعالیٰ کیطرف رجوع کرنیوالے ہیں وہی اس صفت کے ساتھ موصوف ہیں کہ قول سنکر اوسمیں سے احسن کی اتباع کرتے ہیں تو اس سے
وہ غیر مقلدین میں کہاں معلوم ہوا اور غیر مقلدین یعنے مجتہدین کی ہی خصوصیت کہاں معلوم ہوئی بلکہ اس سے تو مدح اون دونوں کی
یعنے مقلدین و مجتہدین غیر مقلدین کل کی مدح واضح و لائح ہے کیونکہ جیسی بت پرستی و کفر سے پرہیز و رجوع طرف خدا تعالیٰ کے مجتہدین
میں موجود ہے ایسے ہی مقلدین عاملین میں بھی موجود ہے اور جسمیں امر یعنے پرہیز بت پرستی سے اور رجوع خدا تعالیٰ کیطرف موجود ہو خواہ وہ
مقلد ہو یا مجتہد اوسی کو خدا تعالیٰ اس صفت کے ساتھ موصوف فرماتا ہے کہ قول سنکر احسن کی اتباع کرتے ہیں پس دونوں فرق مجتہدین اور
مقلدین دونوں کی مدح آیت سے ثابت ہوئی اور عبارت مذکور بالا تفسیر کبیر کے بعد یہ عبارت بھی موجود ہے و منہم من قال انه تعالیٰ لما
بین ان الذین اجتنبوا وانابوا لهم البشری وکان ذالك درجة عالية لایصل الیها الا الاولون وقصر
السعادة علیهم یقتضی الحرمان للاکثرین وذالك لایلیق بالرحمة التامة لاجرم جعل الحکم اعم
فقال من اختار الاحسن فی کل باب کان فی زمرة السعداء یعنے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جبکہ بیان فرمایا
اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں نے پرہیز کیا بت پرستی سے اور بالکلیہ رجوع کی طرف خدا تعالیٰ کی اونکے واسطے خوشخبری ہے اور یہ خوشخبری دینا
خدا تعالیٰ کا ایسا بڑا اور بلند درجہ ہے کہ سواے متقدمین سلف صالحین کے کوئی اوس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا ہے اور اس سعادت
خوشخبری کو منحصر کرنا خدا تعالیٰ کا اونپر اس امر کو چاہتا ہے کہ اکثر مسلمین اس سے محروم رہجاویں اور یہ خدا تعالیٰ کی رحمت کاملہ کے لائق نہیں
ہے تو اسواسطے خدا تعالیٰ نے اس حکم عام کر دیا اور فرمایا کہ جو شخص احسن کو جس باب میں اختیار کریگا تو وہ زمرہ سعداء متقدمین میں
ہوگا اس حکم کا عام ہونا اور عمومیت ہونا کسی شخص خاص پر نہ ہو بلکہ جو کوئی مسلمان جس امر میں احسن اختیار کریگا خواہ وہ مجتہد
ہے یا مقلدین ہو زمرہ سعداء متقدمین سے ہوگا دیکھو آیت مذکورہ سے تو موافق بیان تفسیر کبیر کے مدح دونوں کی ثابت ہوئی اور
وجہ مدح کی بت پرستی سے پرہیز کرنا اور خدا تعالیٰ کیطرف رجوع کرنا اور احسن قول کی اتباع کرنا ہر امر میں اور اس وجہ کو تقلید

عدم تقلید سے کچھ علاقہ نہیں ہے ابن حزم نے خواہ مخواہ زبردستی اس آیت میں ہیچ کو مخصوص بتارکین تقلید کر کے خفیف کیا ہے اور اسکے ظاہر قول سے یہی مفہوم ہو کہ اس ہیچ کی وجہ ترک تقلید قرار دیتا ہے اور اسی ترک تقلید کو وجہ ہیچ کر خیال کر کے لا مذہب ہم ابن حزم کے قول کو پیش کرتے ہیں مقام ابن حزم نے تفسیر بالرائے کی ہے معنو ذباللہ من ذلک اور تفسیر بالرائے حرام ہے ایسے ہی قول شکر احسن واولیٰ واکمل قول کی اتباع کرنا ہے جو عقلی حجت سے احسنیت امر اور اولویت امر اور اکملیت معلوم کرکے اوسکی جو مثالیں تفسیر کبیر میں دیں وہ بھی ایسی ہی ہیں کہ مجتہد و مقلد دونوں میں موجود ہیں چنانچہ اعتقادیات میں احسن واولیٰ قول کی یہ مثالیں دی ہیں کہ اقرار کرنا کہ اللہ عالم کا ہی ہے عالم ہی تو نہیں ہے علیم حکیم ہو اور یہ اقرار کرنا قول اولیٰ واحسن ہو اس مذکور کا انکار کرنے ایسے ہی یہ قول اور اقرار کرنا کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کی ملک اور سلطنت میں ہوتا ہے تمام اوسکی مشیت اور ارادہ سے ہوتا ہے اولیٰ اور احسن ہے اس قول سے کہ اوسکے ملک اور سلطنت میں بہت سی چیزیں اوسکے بغیر ارادہ کے بھی ہوتی ہیں ایسے ہی یہ اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ فرد واحد ہے صمد منزہ ہو مرکب سے قول احسن واولیٰ ہو اس قول سے کہ وہ متبعض ہے اور مولف و مرکب ہو ویسے ہی یہ قول کہ اللہ تعالیٰ غنی ہو زمان و مکان سے اولیٰ و احسن ہو اس قول سے کہ وہ ان دونوں کی طرف محتاج ہو ایسے ہی یہ قول کہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہو کبھی عذاب کو معاف کر دیتا ہے احسن واولیٰ ہو اس قول سے کہ وہ ہرگز معاف نہیں کرتا ہے یہ تمام مقولے تحت الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ میں داخل ہیں یہ قول احسن کو اختیار کرنا اعتقادیات میں تو ایسے ہی عبادات اور معاملات میں ہے چنانچہ یہ قول کہ جس نماز کی تکبیر تحریمہ میں اللہ اکبر کہا جاوے اور نیت مقارن تکبیر کی ہو اور سورہ فاتحہ بھی پڑھی جاوے اور طمانیت کے ساتھ ادا کی جاوے اور التحیات پڑھی جاوے اور اس کو ختم اسلام علیکم کہکر کیا جاوے تو وہ نماز احسن ہو اور اولیٰ ہو اوس نماز سے جسمیں ان چیزوں سے کسی چیز کی رعایت نہ کیجاوے واجب جانتے ہیں ایسی نماز کو اور اسکے ماسوا کو چھوڑتے اسی طرح قول ورد جس عبادات میں احسن ہو اور معاملات میں قول احسن واولیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مثلاً قصاص ودیت وعفو تمام کو جائز کیا ہے لیکن عفو کو بہتر فرمایا ہے فقال وان تعفوا اقرب للتقوی یعنے اللہ تعالیٰ فرمایا ہو کہ معاف کر دینا تمہارا اقرب ہے طرف تقویٰ کی پس معاف کر دینے کو اختیار کرنا احسن اولیٰ ہو اور ابن عباس سے مروی ہے کہ مراد احسن قول کو اتباع سے یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی قوم کے پاس بیٹھے اور انسے بھلی بری باتیں سنے تو انکی اچھی بات دوسرے کے سامنے کہے اور بری کو ذکر نہ کرے چھوڑ دے یہ تمام مضمون تفسیر کبیر میں موجود ہے یہ تمام مثالیں احسن قول کی اتباع کی ایسے ہیں کہ مجتہدین اور مقلدین میں دونوں میں پائی جاتی ہیں پس قول احسن کی اتباع کرنیوالے دونوں میں نہ فقط مجتہدین اور معالم التنزیل میں اس آیت کی تحت میں ہے وقال السدی احسن ما یؤمرون بہ فیعملون بہ وقیل ھو ان اللہ ذکر فی القرآن الانتصار من الظالم وذکر العفو والعفو احسن الامرین وقیل ذکر العزائم والرخص فیتبعون الاحسن وھو العزائم وقیل یستمعون القرآن وغیر القرآن فیتبعون القرآن وقال عطاء قال ابن عباس

عدم تقلید ہے کچھ علاقہ نہیں ہے جو ابن حزم نے اپنی طرف سے اس آیت میں حرج کو مخصوص تارکین تقلید کے حق میں کیا ہے اور
اسکا ظاہر قول ہی جو مفہوم ہوتا ہے کہ اس حرج کی وجہ ترک تقلید قرار دیتا ہے اور ایسی ترک تقلید کو وجہ حرج کا خیال کر کے لامذہب لوگ ابن حزم
کے قول کو پیش کرتے ہیں یہ تمام ابن حزم نے تفسیر بالرائے کی ہے نعوذ باللہ من ذلک اور تفسیر بالرائے حرام ہے ایسے ہی قول اشکر احسن
واولی واکمل قول کی اتباع کرنا ہے جو عقلی حجت ہے واحسنیت اور اولویت اور اکملیت معلوم کرنے کی جو مثالیں تفسیر کبیر میں دی گئی
وہ بھی ایسی ہی ہیں کہ مجتہد و مقلد دونوں میں موجود ہیں چنانچہ اعتقادات میں احسن و اولی قول کی یہ مثالیں دی ہیں کہ اقرار کرے
کہ اللہ عالم کل ہے جو عالم ہی ذات سے ہے علیم حکیم ہے اور یہ اقرار کرنا قول اولی واحسن ہے اس مذکور کا انکار کرنے سے ایسے ہی یہ قول اور اقرار کرنا کہ
جو کچھ خدا تعالی کا ملک اور سلطنت میں ہوتا ہے تمام اسکی مشیت اور ارادہ سے ہوتا ہے اولی اور احسن ہے اس قول سے کہ اسکے ملک اور
سلطنت میں بہت سی چیزیں اسکے بغیر ارادہ کے بھی ہوتی ہیں ایسے ہی یہ اقرار کرے کہ اللہ تعالی فرد واحد ہے صمد ہے منزہ ہے ترکیب سے
قول احسن واولی ہے اس قول سے کہ وہ متبعض ہے اور مولف و مرکب ہے ایسے ہی یہ قول کہ اللہ تعالی غنی ہے زمان و مکان سے اولی و
احسن ہے اس قول سے کہ وہ ان دونوں کی طرف محتاج ہے ایسے ہی یہ قول کہ اللہ تعالی رحیم و کریم ہے کبھی مذنب کو معاف کر دیتا ہے احسن
واولی ہے اس قول سے کہ وہ ہرگز معاف نہیں کرتا ہے یہ تمام مثالیں قولہ تعالی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ میں
داخل ہیں یہ قول احسن کو اختیار کرنا اعتقادوں میں ہے ایسے ہی عبادات اور معاملات میں ہے چنانچہ یہ قول کہ جس نماز کی تکبیر تحریمہ میں
اللہ اکبر کہا جاوے اور نیت مقارن تکبیر کی ہو اور سورہ اور تسمیہ پڑھی جاوے اور طمانیت کے ساتھ ادا کیجاوے اور التحیات پڑھی جاوے
اور اس کو ختم السلام علیکم سے ہو تو وہ نماز احسن ہے اور اولی ہے اوس نماز سے جسمیں ان چیزوں سے کسی چیز کی رعایت
نہ کیجاوے واجب ہے عاقل پر کہ ایسی نماز کو اور اسکے ماسوا کو چھوڑ دے اسی طرح قول دوسرے عبادات میں احسن ہے اور معاملات میں
قول احسن واولی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے مثلاً قصاص دیت و عفو تمام کو جائز کیا ہے لیکن عفو کو پسند فرمایا ہے قال تعالی وان تعفوا
اقرب للتقوی یعنے اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ معاف کر دینا تمہارا اقرب ہے طرف تقوی کی پس معاف کر دینے کو اختیار کرنا احسن
اولی ہے اور ابن عباس رض سے مروی ہے کہ مراد احسن قول کا اتباع سے یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی قوم کے پاس بیٹھے اور انسے بھلی بری باتیں سنے
تو انکی اچھی بات دوسرے کے سامنے کہے اور بری کو نہ کہے چھوڑ دے یہ تمام مضمون تفسیر کبیر میں موجود ہے یہ تمام مثالیں احسن قول کی
اتباع کی ایسے ہیں کہ مجتہدین اور مقلدین میں دونوں میں پائی جاتی ہیں یہ قول احسن کی اتباع کرنیوالے دونوں ہیں نہ فقط مجتہدین اور
معالم التنزیل میں اس آیت کی تحت میں ہے قال السدی احسن ما یؤمرون بہ فیعملون بہ وقیل ہو ان اللہ ذکر
فی القرآن الانتصار من الظالم وذکر العفو والعفو احسن الامرین وقیل ذکر العزائم والرخص فیتبعون
الاحسن وہو العزائم وقیل یستمعون القرآن وغیر القرآن فیتبعون القرآن وقال عطاء قال ابن عباس

امن ابوبکر بالنبي صلعم فجاء بعثمان وعبد الرحمن بن عوف والطلحة والزبير وسعد بن ابي وقاص
وسعيد بن زيد فسألوه فاخبرهم بايمانه فآمنوا فنزلت فيهم فبشر عبادي الذين يستمعون القول
فيتبعون احسنه وكله حسن وقال ابن زيد نزلت والذين اجتنبوا الطاغوت الآيتان في ثلثة نفر
كانوا في الجاهلية يقولون لا اله الا الله زيد بن نفيل وابي ذر الغفاري وسلمان الفارسي والاحسن
قول لا اله الا الله انتهى مختصراً اس عبارت تفسیر معالم سے واضح ہو کہ سدی رحمہ نے فرمایا کہ قول احسن کی اتباع مامور بہ پر عمل کرنا
بعض کا قول ہیں ظالم مظلوم پر ظلم کرے تو انتقام لینے کی نسبت اسکے معاف کر دینا احسن ہے اور بعض کے نزدیک عزیمت پر عمل کرنا
رخصت کی احسن ہے اور بعض کے نزدیک غیر قرآن کی نسبت عمل قرآن کا احسن ہے اور عطار کے قول کی موافق یہ ہو کہ جب حضرت ابوبکر
ایمان لائے تو حضرات عثمان وعبد الرحمن بن عوف وطلحہ وزبیر وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آکر حضرت
ابوبکر صدیق سے دریافت کیا تو انھوں نے اپنے ایمان لانیکی ان حضرات کو خبر دی تو وہ حضرات بھی ایمان لائے تو ان حضرات
کے حقمیں یہ آیت فبشر عبادی الذین الآیۃ نازل ہوئی صاحب تفسیر معالم فرماتے ہیں کہ اور ایک روایت جو بیان ہوئی ہے
پھر فرماتے ہیں کہ ابن زید نے کہا ہے کہ زید بن نفیل و ابو ذر غفاری اور سلمان فارسی زمانہ جاہلیت میں بھی لا الہ الا اللہ کہتے تھے
احسن قول لا الہ الا اللہ ہے اس بیان تفسیر معالم سے یہ خصوصیت مجتہد کی کسی طرح ثابت نہیں ہوتی ہے پس واضح ہو کہ مخصوص
طرح مجتہد کرنا بالکل غلط ہے غیر قابل التفات ہے اور اس آیت سے اگر مجتہد و مقلد کی طرح کا ثبوت ہو لیکن وہ غیر مجتہد مقلد جسکو کسی
اجتہاد کا حاصل نہیں ہے اور معارض و ناسخ و منسوخ وغیرہ استنباط اوسکو حاصل نہیں ہے اور شرائط معتبرہ اوسمیں موجود
نہیں ہیں اور باوجود اسکے وہ تارک تقلید مجتہدین کا ہو تو اسکی طرح اس آیت کو کیا تعلق ہے اور اسکی ترک تقلید کسی طرح قول
بہ نسبت تقلید کے جو مامور بہ واسطے غیر مجتہدین کے ہے بموجب فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون نہیں ہو سکتی ہے
اس عبارت معالم التنزیل سے ثابت ہو کہ احسن مامور بہ عمل کرنا ہو تو اسکے موافق غیر مجتہدین جو مقلدین ہیں تو وہ مامور بہ پر عامل
اور غیر مجتہدین تارکین تقلید مامور بہ پر عمل ترک کر نیوالے ہیں تو مقلدین احسن کو اختیار کر نیوالے ہوئے پس طرح آیت کا خیر
معلوم و مفہوم ہوئی غیر مجتہدین تارکین تقلید کی پس بیان معاملہ بالعکس ہے نہ وہ جو مؤلف باطل ابن حزم کا ہو جیسے
فبشر عبادي الذين الآية سے طرح لامذہبیہم کی ہرگز ثابت نہیں ہو بلکہ طرح مقلدین کی ثابت ہے ایسے ہی فان تنازعتم
الآیۃ سے بھی عدم جواز تقلید ثابت نہیں ہے اور نہ لامذہبیہم مذکورین کی طرح ثابت ہے اسلئے کہ آیت اطیعوا الله و اطیعوا
الرسول واولي الامر منكم فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله
الآخر ذلك خير واحسن تاويلا کی تحت میں تفسیر کبیر میں امام رازی رحمہ فرماتے ہیں کہ الکیا اور ابو

غرض شر کر اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول سے اشارہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ یعنے قرآن وحدیث
کی طرف ہے اور قولہ تعالیٰ اولی الامر منکم دلالت کرتا ہے کہ اجماع امت کا حجت ہے اور اسپر جو اعتراضات وارد
ہوتے ہیں سب ذکر کرکے امام رازی نے جواب دئے ہیں انکو ذکر کرکے فرماتے ہیں اعلم ان قولہ تعالیٰ فان
تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول یدل عندنا علی ان القیاس حجۃ والذی
یدل علی ان قولہ فان تنازعتم فی شیء اما ان یکون المراد ان اختلفتم فی شیء حکمہ منصوص
علیہ فی الکتاب والسنۃ او الاجماع او المراد فان اختلفتم فی شیء حکمہ غیر منصوص
فی شیء من ہذہ الثلثۃ والاول باطل لان علی ذلک التقدیر وجب علیہ طاعتہ
فکان ذلک داخلا تحت قولہ تعالیٰ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم وح صیر
قولہ فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول اعادۃ لما مضی وانہ غیر جائز واذا
بطل ہذا القسم تعین الثانی وہو ان المراد فان تنازعتم فی شیء حکمہ غیر مذکور
فی الکتاب والسنۃ والاجماع واذا کان کذلک لم یکن المراد من قولہ فردوہ الی اللہ
والرسول طلب حکمہ من نصوص الکتاب والسنۃ فوجب ان یکون المراد رد حکمہ
الی الاحکام المنصوصۃ فی الوقائع المشابہۃ لہ وذلک ہو القیاس فثبت ان الآیۃ دالۃ
علی الامر بالقیاس یعنی اللہ تعالیٰ کے اس قول فان تنازعتم الآیۃ سے قیاس کا حجت ہونا ثابت ہے اس تقریر
سے کہ خدا تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ اگر تم تنازع کرو کسی شی میں تو خدا اور رسول کیطرف رجوع کرو اس سے یا تو یہ مراد ہوگی کہ اگر
ایسی شی میں تنازع و اختلاف کرو کہ جسکا حکم قرآن وحدیث و اجماع میں صراحۃً موجود ہو یا یہ مراد ہو کہ ایسی شی میں
اختلاف کرو کہ جسکا حکم قرآن وحدیث واجماع میں صراحۃً موجود نہیں پہلی مراد اول باطل ہے یعنے یہ مراد ہونا باطل
ہے کہ جسکا حکم قرآن وحدیث واجماع میں موجود ہو اوسمیں اختلاف کرو تو خدا رسول کیطرف رجوع کرو کیونکہ حکم صریح و
منصوص کی حالت میں تو قرآن وحدیث واجماع ہی کی اطاعت کا وجوب ہوا تو قولہ تعالیٰ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول
واولی الامر منکم سے اول ہی ثابت ہو چکا ہو اگر فان تنازعتم الآیۃ سے بھی یہی مراد ہووے کہ قرآن وحدیث کے
منصوص میں خدا رسول کیطرف رجوع کرو تو جو اول آیت یعنی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول سے ثابت
ہو وہی آخر آیت فان تنازعتم الآیۃ سے ثابت ہوگا تو اول ہی حکم کا دوبارہ اعادہ کرنا لازم آجاویگا اور قرآن جو
کہ درجہ کی فصاحت وبلاغت پر ہو باوجود اسمیں ممکن ہونے اور بیفائدہ ممکن ہوسکے تاکید و اعادہ اسکے

مراد لیا جائے تو یہ فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے چنانچہ یہ قاعدہ مشہور و معروف ہے کہ التاسیس اولیٰ من التاکید

بنا علیہ جب آیت فان تنازعتم الآیۃ کی یہ مراد لیا کہ حکم منصوص قرآن و حدیث و اجماع کی طرف رجوع کرنا لازم ہو تو واجب و ضروری ہوا کہ فان تنازعتم

میں بیان ہوا کہ اگر ایسی شے میں اختلاف ہو کہ اسکا حکم صراحۃً قرآن و حدیث و اجماع میں مذکور نہیں ہے تو اسکا حکم معلوم کرنیکو قرآن و حدیث و اجماع کی طرف رجوع

رجوع کرو اور رد کرنا ایسے احکام منصوصہ صریحہ کی طرف جنسے اس غیر منصوص شے کو مشابہت ہے یہی قیاس ہے پس ثابت

کہ آیت فان تنازعتم الآیۃ دلالت کرتی ہے اسپر کہ خدا تعالیٰ نے امر قیاس کرنیکا فرمایا ہے مجتہد کو اور تفسیر ابو سعود میں ہے

فقد استدل بہ منکرو القیاس وھو فی الحقیقۃ دلیل علی حجیۃ القیاس کیف لا ورد المختلف

الی المنصوص علیہ انما یکون بالتمثیل والبناء علیہ وھو المعنی بالقیاس ویؤیدہ الامر بہ بعد الامر

بطاعۃ اللہ وبطاعۃ رسولہ علیہ الصلاۃ والسلام فانہ یدل علی ان الاحکام ثلاثۃ ثابت

وثابت بالسنۃ وثابت بالرد الیہما بالقیاس یعنی آیت فان تنازعتم الآیۃ سے دلیل پکڑی ہے منکرین قیاس

نفی قیاس پر اور حال یہ ہے کہ یہ آیت حقیقت میں دلیل ہے حجت ہونے قیاس کی اور کس طرح یہ آیت دلیل حجت ہونے قیاس کی

نہو اور رد کرنا مختلف فیہ کا طرف منصوص کے تمثیل و بنا کرنے سے ہوتا ہے یہی مراد قیاس سے ہے اور اسکی تائید کرتا ہے یہ کہ خدا

نے مختلف فیہ کو رد کرنیکا حکم فرمایا ہے بعد حکم دینے اطاعت اللہ و اطاعت رسول کے الی غیر قولہ تعالیٰ فان تنازعتم الآیۃ میں

ہو قیاس کرے مختلف فیہ کا منصوص پر اور اہل بدعت خصوصاً جنہوں نے بعد قرن ثالث کے احداث کیا ہے انکار قیاس کا

توضیح ہوا اور معلوم ہو چکا ہے یہ بھی کہ داؤد ظاہری سو اس آیت کو دلیل انکار قیاس کی بناتے ہیں اور بعض احمق لا مذہب

انہیں متبعین منکرین قیاس کے آج کل ہندوستان میں اس آیت کو انکار قیاس کی دلیل بناتے ہیں لا مذہب لوگوں نے تقلید

ظاہری کی کی ہے اس غرض سے کہ اس سے یہ بات یا تحریف تقلید نکلے اور حال آنکہ اس آیت کو کچھ علاقہ نہیں ہو لا مذہب لوگوں کی

جنکو کسی درجہ کا اجتہاد حاصل نہیں ہے بلکہ اس آیت سے یوں نکالتے ہیں تقلید کی ممانعت ہو جو مجتہدین سے ہے اور دوسرے

کو بھی یہ اغوا کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مجتہدین کی تقلید نہ کرنا چاہئے تقلید مجتہدین کی حرام و شرک ہے اور

مجتہدین کو حجت شرعیہ نہیں جانتے ہیں اور انکا یہ سمجھنا کسی طرح سے اس آیت کو کچھ علاقہ نہیں تو پس آیت

الذین اوتوا فان تنازعتم کو دلیل بنانا ابن حزم و لا مذہب لوگوں کا لا مذہب لوگوں کی طرح کیواسطے بالکل باطل

بلکہ تحریف معنوی آیت کی ہے منکرین قیاس کی طرف سے شبہات ذکر کرکے انکے جوابات بھی امام رازی رحمہ

آیت فان تنازعتم کی تحت میں ذکر کئے ہیں اگر لا مذہب لوگ کسی مسلمان کو دھوکہ دیویں اور وہ شبہات

تو دیکھے کہ اس آیت مذکور کی تحت میں تفسیر کبیر میں دیکھ کر انکے شبہات کے جوابات معلوم کرکے وہ مسلمان

حیوان اور قرر ہو سکتی ہے اسکے بعد جو امیر الدین نے منہاج الحق میں یہ نقل کیا کہ بحر العلوم عبد العلی نے شرح تحریر میں لکھا ہو کہ تخصیص
ایک مجتہد کو عمل کیلیے میں دھینگا دھینگی ہو اور بلکل حرف التفات کے نہ دیا جائے بلکہ یہ تو شریعت کا بدل دینا اور خدا تعالی کی
رحمت واسع کا بند کرنا ہے اس قول بحر العلوم کی بھی وہی مراد ہو سکتی ہے کہ تخصیص مجتہد سے اس طور پر ہو کہ باوجود حصول وجہ
اجتہاد کو اور معلوم ہو جانے دلیل قوی مجتہد کے اور ظہور حجت دوسرے مجتہد کے قول کی اپنے اجتہاد میں اوسی ایک کی تقلید کرے اور ضرورت شرعیہ
اور اضطرار کے وقت میں بھی دوسرے مجتہد کے قول کی طرف رجوع نہ کرے اور اس صورت میں بھی رجوع نہ کرے کہ دوسرے
مجتہد کے قول کی موافق عمل نہ کرنے سے اپنے مذہب کا ارتکاب کا بھی ارتکاب ہو وے اور اسکے موافق عمل کرنے سے وہ عمل مختلف فیہ نہ رہا
ہو بلکہ متفق علیہ تمام کا ہو جاوے ہو تو یہ دھینگا دھینگی اور غیر قابل التفات اور شرع کا بدل دینا ہے اور یہی مراد ائمہ اربعہ کی تقلید
کی تقلید کی ہرگز خلاف نہیں ہے اور یہ امر مسلم نہیں کہ کسی ضرورت اور کسی حالت اور کسی زمانہ میں تقلید امام معین کی درست
نہیں ہے اور دھینگا دھینگی ہے اور غیر قابل التفات ہے بحر العلوم خود شرح مسلم الثبوت میں مذہب سے انتقال کرنا بطور تلہی
منع فرماتے ہیں اور بالتصریح کسی مذہب وغیرہ میں حرام فرماتے ہیں چنانچہ اندر بیان مسئلہ کے شرح مسلم الثبوت میں انہیں
قول او کما قال ہے وقیل لا یجب الاستمرار ویصح الانتقال وهذا هو الحق الذی ینبغی ان یؤمن
ویعتقد به ولکن ینبغی ان لا یکون الانتقال للتلهی فان التلهی حرام فی التمذهب کان او
غیره انتهی مختصراً اس قول بحر العلوم سے واضح ہو کہ اگر بطور انتقال مذہب کے امر جو بطور تلہی کے ہو مثل حب
شفعہ امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک مثبت ہے اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک نہیں ہے تو صاحب خود شفعہ نہ چاہا جوار کے سبب تو
حنفی اپنے آپ کو قرار دیا اور جب کسی دوسرے کو شفعہ جوار کے سبب سے دینا پڑا تو کہہ دیا کہ میں امام شافعی کے مذہب کی
طرف مائل ہوں اور شفعہ جوار کے سبب سے میں نہیں دیتا تو یہ تلہی بطور انتقال ایک مذہب سے دوسرے مذہب
کیطرف ہوا اور اس زمانہ میں ہوائے باطل وتلہی سے ہی انتقال کرتے ہیں لوگ چنانچہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں فتح القدیر کی کتاب القضاء
میں چنانچہ انکی عبارت یہ ہے والوجه فی هذا الزمان ان یفتی بقولهما لان التارک لمذهبه عمداً لا یفعله
الا لهوی باطل لا لقصد جميل اس عبارت سے مفہوم ہے کہ اس زمانہ میں اپنے مذہب کو جو کوئی قصداً چھوڑتا ہے تو
واسطے خواہش نفسانی باطل کے ہی چھوڑتا ہے نہ واسطے قصد نیک کے اس قول ابن الہمام سے واضح ہے کہ اس زمانہ میں ہوائے
باطل اور تلہی نفوس پر ایسے غالب آگئی ہے کہ قصداً جو کوئی ترک مذہب کرتا ہے تو بہ اتباع ہوا و تلہی کے واسطے کرتا ہے تو
پس ابن الہمام کا قول ہو اس زمانہ میں ترک مذہب عمداً ہوائے باطل ہی کے واسطے ہوتا ہے تو تلہی کے سبب ہی ہوتا ہے تو بحر العلوم
کے سبب اور جس وجہ سے انتقال مذہب سے منع کرتے ہیں وہی وجہ اس زمانہ میں موجود ہے پس انکے نزدیک بھی اس زمانہ

مین انتقال مذہب ناجایز وحرام ہو تو ایک مذہب پر قایم رہنا ضرور ولازم اور واجب ہوا اور شرح تحریر مین بھی بحر العلوم
فرماتے ہین وکذا للعامی الانتقال من مذہب الی مذہب فی زماننا لا یجوز لظہور الخیانة
یعنے عامی کو یعنے غیر مجتہد کو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال کرنا ہمارے زمانہ مین جایز نہین ہو واسطے
ظاہر ہونے خیانت کو اس قول بحر العلوم سے صراحةً واضح ہو کہ اس زمانہ مین عامی یعنے غیر مجتہد کو انتقال مذہب ناجایز ہو
بسبب ظہور خیانت کے لوگون مین پس جب صراحةً اس زمانہ مین بحر العلوم اور ابن الہمام کے قول سے انتقال ایک مذہب سے
دوسرے مذہب کیطرف غیر مجتہد کو ناجایز ہو تو جن اقوال بحر العلوم وابن الہمام سے اسکا خلاف سمجھا جاتا ہے اور تقلید مذہب
معین کی اونکے اقوال سے ناجایز یا غیر واجب معلوم ہوتے ہین تو بالضرور وہ حکم زمانہ سابق کا ہی قرار دیا جاویگا کہ جسمین تقوی
نفوس پر غالب تھی اور ظہور خیانت کا نہوا تھا اس زمانہ کا حکم وہ نہین ہو مولوی نذیر حسین نے یہ دونون قول بحر العلوم کے یک
مسلم الثبوت والا جس سے تلہی کے سبب انتقال مذہب سے ناجایز ہونا واضح ہو اور دوسرا قول شرح تحریر والا جس سے بسبب
ظہور خیانت کو اس زمانہ مین ایک مذہب سے دوسرے مذہب کیطرف انتقال کا عدم جواز ثابت ہو اپنے معیار الحق مین نقل
کرکے یہ کہا کہ دلالۃ تعلیل اونکے ساتھ اس قول کی للظہور الخیانة شاہد ہین ہو کہ یہ منع کرنا اوسکا اوسی شخص کے حق مین ہو
جو مظنون خیانت اور تلہی کا ہوگا (یہ کہنا مولوی نذیر حسین کا دلیل ناسمجھی و ناانصافی کی ہو کیونکہ بحر العلوم کے کسی قول سے
مفہوم نہین کہ جو عامی متصف ہو ساتھ خیانت کے اور تلہی کے اوسی کو انتقال منع ہو دوسرے کو منع نہین ہو اونکے قول
کذا للعامی کو جو مطلق ہی قید تلہی و خیانت سے اوسکو مولوی نذیر حسین نے اپنی طرف سے بدون وجہ وجیہ کے مقید
ساتھ مظنون خیانت و تلہی کر لیا بحر العلوم نے تو مطلق عامی کو عدم جواز انتقال کی علت ظہور خیانت کو قرار دیا ہو
علت ظہور خیانت کی وجہ سے عامی مطلق کو واسطے کہ جسمین کوئی قید بحر العلوم نہین لگاتے انتقال ناجایز فرمایا ہو ان
حضرت پیشوا المذہب ہم نے ظہور خیانت کے یہ معنے قرار دئے کہ وہی عامی مظنون خیانت ہووے اتنی تمیز نہین کی
بحر العلوم کی یہ مراد ہوتی تو وہ اسطرح کیون فرماتے کہ عامی کو انتقال ناجایز ہو ہمارے زمانہ مین ظہور خیانت کے سبب یعنے فی
زماننا کی قید کیون لگاتے اگر ظہور خیانت سے مراد ظن وجود خیانت اوس عامی خاص مین ہوتی تو کیونکہ جب ظن وجود
اوس عامی خاص مین وجہ عدم جواز انتقال کی تھی تو فی زماننا کی قید لغو ٹھہرتی ہو ایسے شخص کے حق مین یعنے مظنون
کے حق مین تو ہر زمانہ مین انتقال مذہب سے ممنوع وناجایز ہو پھر فی زماننا کی قید کا کیا فائدہ ہو کیا کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہو
فی زماننا کسی شخص مین خیانت پائی جاتی ہے تو انتقال مذہب ناجایز ہو اور زمانہ صحابہ وتابعین مین کسی مین باوجود
پائی جانے کے بھی انتقال جایز تھا ہرگز کوئی نہین کہہ سکتا ہو پس یہ ہرگز مسلم نہین ہو کہ بحر العلوم کی مراد یہ ہو کہ جس عامی

میں خیانت و تلبیس کا گمان ہو تو انتقال ناجائز ہو ورنہ جائز ہو جیسا کہ مولوی نذیر حسین کا زعم فاسد ہے بلکہ مراد بحر العلوم کی یہ ہے کہ
چونکہ اس بحث کے زمانہ میں خیانت کا ظہور لوگوں میں ہو گیا ہے اسواسطے کسی عامی کو خواہ اس خاص عامی میں خیانت ہو
یا نہیں انتقال مذہب کا درست نہیں ہے بحر العلوم نے اس زمانہ کے عام لوگوں میں ظہور خیانت کو باعث وجہ عدم جواز انتقال قرار
دیا ہے نہ خیانت اوس شخص خاص انتقال کرنیوالے کو اور یہ بھی عجب انصافی مولوی نذیر حسین کی ہے کہ ظہور خیانت سے مراد
مظنون خیانت قرار دیتا ہے ظہور میں تو یقین ہوتا ہے نہ ظن بہر ظن کی کیا بات ہے دوسری یہ کہ کلام ابن الہمام سے معلوم ہوتا ہے کہ
کہ انتقال مذہب کا اس زمانہ میں ہوی باطل کی سبب ہوتا ہے نہ واسطے قصد جمیل کے اس کلام ابن الہمام کو سوائے اس کے بھی ثابت
ہوا کہ کوئی منتقل مذہب کا اس زمانہ میں قصد جمیل کی سبب انتقال کرتا ہی نہیں ہے بلکہ ہر ایک منتقل ہوی کی سبب انتقال
کرتا ہے اور یہ کلام ابن الہمام بطور جزم و یقین کے فرماتے ہیں اسیواسطے ہوی باطل میں انتقال عن المذہب کو منحصر کرتے ہیں
اور قصد جمیل کی نفی فرماتے ہیں تو اس سے یہ مفہوم و معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں ہر ایک منتقل مذکور میں ہوی اور خیانت موجود ہے
جو علت عدم جواز انتقال عن المذہب کی ہے یہی مطلب کلام بحر العلوم کا ہے بس مقالہ مولوی نذیر حسین کا کہ اس زمانہ میں
بھی عامی کو انتقال مذہب کا جائز ہے اور التزام حرام ہے ہرگز کلام بحر العلوم سے حاصل نہیں ہے تیسرے یہ کہ اگر تسلیم کیا جاوے
کہ ہر منتقل عن المذہب عامی میں تلبیس و خیانت نہیں بعض میں ہے اور بفرض محال ظہور خیانت کا یہی مطلب ہو کہ بعض
میں خیانت کا وجود ہو نہ کل میں تب بھی خاص اوس عامی کے واسطے جس میں خیانت تلبیس نہ ہو انتقال مذہب کا ناجائز ہونا
واسطے سد ذرایع کے ہے تاکہ خیانت والوں کے واسطے حیلہ وسیلہ بطور تلبیس و خیانت کے انتقال مذہب کا کرنیکا نہ رہے کل
انتقال مذہب کا ناجائز ہے اور رسالہ جواز التقلید بمذاہب لملا علی القاری میں یہ عبارت ہے اقول بتوفیق اللہ وعصمتہ

انہ علی التحقیق لا خلاف بین کلام ھؤلاء المحققین لا فی الصورۃ ولا فی الحقیقۃ لان مراد
الامام النووی ومن وافقہ کما صرح بہ الامام ابن الھمام وغیرہ الزامات منھم لکف الناس
عن تتبع الرخص فی الجامہم بلجام التقوی لان الغالب فیھم التسامح والتساھل والتھاون
فی امور الدین فالتقاط الرخص والاخذ بالاسھل قد یؤدیھم الی الاباحۃ والخروج عن الشرع
کما نبہ علیہ الامام القرطبی فی تفسیر قولہ تعالی ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من البینات الآیۃ
وقال لا یجوز تعلیم المبتدع الجدال والحجاج لیجادل بہ اھل الحق لا یعلم السلطان تاویلا یتطرق بہ
علی مکارہ الرعیۃ ولا ینشر الرخص فی السفہاء فیجعلوا ذلک طریقا الی ارتکاب المحظورات
وترک الواجبات انتہی فالاولی فی مثلہا سد الذریعۃ واما ما قال الامام ابن الھمام

لان ليس في تتبع الرخص مانع شرعي وعقلي فجواب تحقيقه بما سبب ذكره لطالب الحق الغير
لاحد المتهاونين في الدين انتهى ملا علی قاری رح اپنی عبارت مین درمیان اقوال علماء کے از تقلید معین ائمہ
بعض سے واجب اور بعض سے تخییر ولعب فرمایا ہو اسطرح تطبیق دیتے ہین کہ جو علما تقلید امام معین کو واجب لازم فرماتے
ہین تو ان لوگون علما کی طرف سے الزامات اور لازم کرنا تقلید امام معین کا واسطے روکنے ان لوگون کو تلاش کرنے اور چننے
رخصتون کے ہے اور انکو لگادینا ہے ساتھ لگام تقوی کے کیونکہ لوگون مین ساتھ تسابل اور سستی کرنا امور دین مین اور تلاش کرنا
رخصتون کا اور لینا آسان مسائل کا ان لوگون کو پہنچاتا ہو طرف خروج کے شرع سے جیسا کہ تنبیہ کی ہو اسپر امام قرطبی رح نے
تحت آیت ان الذین یکتمون ما انزل الله من البینات الآیۃ کے اور فرمایا امام قرطبی نے کہ جایز نہین ہے سکہلانا
حوال اور حیلون کا جیسی کو اور نہ سکہلائے بادشاہ کو تاویلات کہ جنکے سبب رعیت کو ایذا دین اور تکلیفون دیوین اور نہ تفتیش
کیے اور نہ پہیلاوے رخصتون کو سفہا مین کہ وہ ان رخصتون کے سبب راہ پکڑینگے طرف اختیار کرنے ممنوعات
ترک کرنے واجبات کی یہانتک امام قرطبی کا کلام کا مضمون ہے اسکی نقل کرنیکے بعد ملا علی قاری رح فرماتے مین ارتکاب ممنوعات
و ترک واجبات کا ذریعہ وحیلہ کیونکر حلال ہو اور ابن الہمام رح نے جو یہ فرمایا کہ تلاش کرنے رخصتون مین کوئی مانع شرعی و
عقلی موجود نہین ہے تو یہ جواب تو تحقیقی ہے اس جواب کو ذکر کرنا واسطے طالب حق کے اور طالب تحقیق کیواسطے چاہیے نہ واسطے سستی
کرنے والون کو دین مین اس کلام ملا علی قاری سے واضح ہوا کہ عوام کو اور نیز غیر مجتہدین کو اس زمانہ مین جو رخصتون کو حیلہ
وسیلہ بناکر ممنوعات کو اختیار کرتے ہین اور واجبات کو ترک کرتے ہین اور امور دین مین سست ہین انکو یعنی غیر مجتہدین کو
انتقال مذہب سے روکنا چاہیے اور سد ذریعہ کیواسطے یہ روکنا اولی ہے اور ابن الہمام رح نے جو یہ فرمایا ہے کہ رخصتون کی تلاش
مین کوئی مانع شرعی وعقلی موجود نہین ہے تو یہ طالب حق وطالب تحقیق کیواسطے کہا اور یہ جواب دینا چاہیے جو کہ مجتہد مین
ہین کیونکہ طالب تحقیق سوائے مجتہد کے کوئی دوسرا نہین ہو سکتا ہے اسلئے کہ تحقیق اس سے عبارت ہے کہ اثبات مسایل
کا دلیل سے ہو اور اثبات مسایل کا دلیل سے غیر مجتہد نہین کر سکتا ہے کیونکہ معرفت وجہ استدلال کی مجتہد کو ساتھ خاص ہے چنانچہ
عقد الفرید مین سید سمہودی فرماتے ہین التقلید قبول قول الغیر بان یعتقد من غیر معرفۃ دلیلہ فلا
یکون الا للمجتهد لتوقف معرفة الدليل على معرفة سلامته عن المعارض بناء على وجوب
البحث عن المعارض ومعرفة السلامة عنه متوقفة على استقراء الادلة كلها ولا يقدر
على ذلك الا المجتهد ومن لم يوجب البحث عن المعارض واكتفى بمجرد معرفة الدليل كمن
جاز التمسك بالعام قبل البحث عن المخصص فلم يكتف بمعرفته من غير مجتهد اذ لا وثوق

بمعرفة غيره في الادلة الظنية ويجب التقليد على من لم يبلغ رتبة الاجتهاد المطلق عاميًا محضًا او غيره ولو بلغ رتبة الاجتهاد في بعض مسائل الفقه او بعض ابوابه كالفرائض فيما لا يقدر على الاجتهاد فيه بناء على القول بتجزي الاجتهاد وهو الراجح وقلد مطلقا بناء على المرجح وهو انه لا يتجزي انتهى اس سے واضح ہو کہ پہچاننا دلیل کا مخصوص ساتھ مجتہد کے ہے چنانچہ اس مخصوصیت اور حصر پر دال ہے لا یکون اور الا جو اس قول میں ہے (فلا یکون الا المجتہد) اور ادلہ ظنیہ کے بارہ میں غیر مجتہد کی دلیل پہچاننے پر وثوق ومضبوطی واعتماد نہیں ہے اور جسکو رتبہ اجتہاد مطلق کا حاصل نہیں ہے وہ عامی محض ہو یا غیر اوسکا اگرچہ وہ بعض مسایل فقہ میں مجتہد ہو تب بھی جن مسایل میں اوسکو قدرت اجتہاد کی نہیں ہے اوسکو تقلید مجتہد مطلق کی کرنا لازم ہے پس جب اس عبارت سید سمہودی سے معلوم ہو گیا کہ پہچاننا دلیل کا مخصوص ساتھ مجتہد کے ہے اور غیر مجتہد کی دلیل کا اعتبار نہیں ہے تو تحقیق جو بغیر دلیل کے ممکن نہیں ہے تو وہ بھی غیر مجتہد کو حاصل نہیں ہے پس ضرور ہوا کہ ملا علی قاری کے اس قول میں کہ لطالب الحق والتحقيق طالب حق وتحقیق سے مراد مجتہد ہی ہے اور المتهاونين في الدين جو طالب الحق والتحقيق کے مقابلہ میں ذکر کیے ہیں وہ غیر مجتہد اس زمانہ کو مراد ہیں پس قول ملا علی قاری سے تو واضح ہے کہ تتبع رخصت کا جو ابن الہمام کے قول سے مفہوم ہے وہ مجتہدین کیواسطے مخصوص ہے غیر مجتہدین کیواسطے تتبع وتلاش رخصتوں کی اس زمانہ میں درست نہیں ہے سد ذریعہ اس زمانہ میں اولی ہے اسی واسطے انتقال جائز نہیں ہے اور مذہب معین کی تقلید لازم وواجب ہے پس بحر العلوم وملا علی قاری وابن الہمام ان تینوں صاحبوں کے اقوال سے اس زمانہ غلبہ نفس و ظہور خیانت وہوی باطل کا میں انتقال مذہب سے ممنوع والتزام وجوب مذہب معین کا ثبوت ہو گیا اور شیخ عبد الحق دہلوی کے قول سے بھی تخصیص وتعیین مذہب معین کی اس آخر زمانہ میں ثابت ہو گئی چنانچہ اوپر گذر چکا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی عبارت رسالہ انصاف سے بھی یہی ثابت ہے کہ بعد دو سو برس کے مذہب مجتہد معین کا ظہور ہوا اور اوسی زمانہ بعد دو سو برس کے میں مذہب معین پر اعتماد نہ کرنے والے تھوڑے تھے اور اوس زمانہ میں ہوئے تعیین مذہب مجتہد معین واجب تھی چنانچہ رسالہ کی عبارت یہ ہے وقد تواتر عن الصحابة والتابعين انهم كانوا اذا بلغهم الحديث يعملون به من غير ان يلاحظ شرطا وبعد المائتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هذا هو الواجب في ذلك الزمان اس عبارت شاہ صاحب سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ صحابہؓ اور تابعینؒ سے بطور تواتر کے ثابت ہے کہ انکو یعنے صحابہؓ وتابعینؒ کو حدیث پہنچتی تھی تو وہ بغیر لحاظ کرنے شرط کے اوس پر عمل کر لیتے تھے اور یہ معلوم ہوا کہ دو سو برس کے بعد مذہب پکڑنا امام معین کا

ظاہر ہوا اور کم تھا وہ شخص جو امام معین کا مذہب باعتقاد نہیں کرتا تھا اور اس زمانہ میں بھی مذہب معین واجب تھا اس
اس کلام شاہ ولی اللہ صاحب سے واضح ولایح ہو گیا کہ شاہ صاحب موصوف نے جو بالفرض تعیین یہ فرمایا ہے کہ تقلید مجتہد
کی عامی یعنی غیر مجتہد پر واجب نہیں اور ایسے ہی ابن الہمام وغیرہ کا قول سو جو عامی کے حق میں تقلید مجتہد معین کی واجب ہونا
مفہوم ہوا انکی بعض عبارت سے تو وہ عامی و غیر مجتہد لوگ مراد ہیں جو صدی اول و صدی ثانی کے پہلے تھے کہ جبتک مذہب
ہر ایک امام و مجتہد معین کا مدون نہیں ہوا تھا مثلاً لامذہب غیر مقلد مولوی نذیر حسین اور انکے چیلے چانٹے مانند امیر الدین وغیرہ کے
جو یہ طول اس کا کرتے ہیں کہ زمانہ صحابہ و تابعین میں تقلید مجتہد معین کی نہ تھی لہذا ایسی تقلید کا ہونا اس زمانہ میں دلیل بدعت ہونے کی ہے
دوسری صدی کی بھی تقلید واجب ہونے کے واسطے تو ان کی یہ سراسر جہالت و حماقت ہے اگر یہی دلیل فاسد انکی ہو اور اس سبب
تقلید مجتہد معین کی واجب نہیں مانتے تو شاہ صاحب کے کلام مذکورہ بالا سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ صحابہؓ اور تابعین رح سے بالتواتر
ثابت ہوگا کہ وہ حدیث کو بغیر لحاظ شرط کا قبول کر لیا کرتے تھے پس صحابہؓ و تابعینؒ کے زمانہ کے رواج کو کہ وہ حدیث کا بلا لحاظ
شرط قبول کر لینا اور اسپر عمل کر لینا ان کا ہو تو اس رواج و عمل صحابہؓ و تابعین رح کو دلیل بنا کر عمل بالحدیث کیواسطے لحاظ
شروط حدیث کو بھی واجب و لازم نہ جاننا چاہیے شروط حدیث معتبرہ و ملحوظہ عند المحدثین کو بھی ناجائز و حرام و ترک کر دینا بدعت و ضلالت
کہنا چاہیے جیسے تقلید مذہب معین کو غیر مجتہدین کے حق میں اس زمانہ میں بھی حرام و ناجائز و بدعت و ضلالت و شرک
یہ لامذہب کہتے ہیں اگر فساد حال انکا اگر دلیل وجوب لحاظ شروط حدیث کی بتاتے ہیں تو وہی وجہ وجوب تقلید مجتہد
معین کی دلیل جاننا چاہیے جیسا کہ اقوال علماء سے اوپر معلوم ہو چکا ہے اور شرح شرح نخبۃ الفکر میں ہے اعلم ان کون
المرسل حديثا ضعيفا مردودا لا يحتج به مذهب جماهير المحدثين وكذا الشافعي وكثير
من الفقهاء واصحاب الاصول وقال مالك في المشهور عنه وابو حنيفة رح وطائفة من
اصحابهما وغيرهم من ائمة العلم كاحمد في القول المشهور عنه انه صحيح يحتج به وحكى ابن
جرير اجماع التابعين باسرهم على قبوله وان لم يأت عنهم انكاره ولا عن واحد من الائمة الاربعة
بعدهم الى راس المائتين الذين هم من القرون الفاضلة المشهود لها بالخير من الشارع
انتہی اس سے واضح ہوا کہ اکثر محدثین و بہت فقہاء اور امام شافعی رح بھی اور اصحاب اصول حدیث مرسل کو ضعیف و
مردود و غیر قابل حجت بتاتے ہیں اور امام مالک اپنے قول مشہور میں اور امام ابو حنیفہ رح اور ایک گروہ انکے اصحاب وغیرہ
ائمہ علم کے مانند امام احمد رح کے اپنے قول مشہور میں حدیث مرسل کو حدیث صحیح و قابل حجت فرماتے ہیں بلکہ ابن جریر
کل تابعین رح کا اجماع حدیث مرسل کے مقبول ہونے پر نقل فرماتے ہیں کہ اور نہیں ہوئے تابعین میں سے کسی سے انکار

اوسکا ثابت نہیں اور نکیسیے بعد تابعین کے ایمۂ اربعہ وغیرہم میں تا دو سو برس تک کہ وہ اون زمانوں فضیلت والوں
میں تو ہے کہ اونکی خیریت کی گواہی شارع علیہ السلام نے دی ہے تو انکار حدیث مرسل کے قابل حجت ہونے کا کیونکر ہوگا
اور مسلم الثبوت اور اسکی شرح بحر العلوم کی میں ہے (وجمہور المحدثین) الحادثین (بعد المائتین) قالوا
لایقبل المرسل مطلقا) سواء کان من ائمۃ النقل ولا من القرون الثلثۃ اولا قال العینی
فی شرح الہدایۃ وقد عد البعض ہذا القول من البدع (وقال الشافعی لا یقبل الا ان
اعتضد باسناد) من راو آخر او منہ مرۃ اخری (او ارسال اخر) بان رواہ راو آخر مرسلا
ایضا (وقول الصحابی یوافق ہذا المرسل) (او اکثر العلماء) او عرف من عادتہ انہ لا
یرسل الا عن ثقۃ اس عبارت سے بھی واضح ہے کہ جمہور محدثین حادثین بعد دو سو برس کے نے کہا ہے کہ مرسل
حدیث مقبول نہیں ہے خواہ ایمہ نقل کا مرسل ہو یا ہو خواہ قرون ثلثہ کا ہو یا ہو اور امام عینی نے کہا کہ یہ قول محدثین کا
بعض نے بدعت میں گنا ہے اور امام شافعی نے جو مرسل کو اگرچہ غیر مقبول فرمایا ہے لیکن جب مرسل قوی ہو جاوے
ساتھ اسناد دوسرے کے خواہ راوی دوسرے نے اوسکو مسند حدیث کیا ہو یا اوسی راوی نے جس نے ایکبار مرسل کیا ہے
کیا اوسکو دوبارہ مسند کر کے ذکر کیا ہو یا وہ حدیث مرسل ساتھ دوسرے ارسال کے قوی ہو گئی ہو باینطور کہ دوسرے راوی نے
بھی مرسل کر کے ذکر کیا ہو یا قول صحابی یا اکثر علماء کے اوسکے موافق ہوں یا عادت راوی کی معلوم ہو کہ وہ ثقہ ہی سے
ارسال کرتا ہو وہ غیر ثقہ سے ان صورتوں میں وہ حدیث مرسل امام شافعی کے نزدیک مقبول ہو جاتی ہے اور جمہور
محدثین کا حال اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اونکے نزدیک بالکل حدیث مرسل مقبول ہی نہیں ہے مردود ضعیف وغیرہ قابل
احتجاج ہے یہ مذہب عدم مقبولیت حدیث مرسل محدثین نے بعد دو سو برس کے نکالا ہے اور بموافق نقل ابن جریر کے اجماع
تابعین وغیرہم ائمہ دین دو سو برس تک والوں کی یہ خلاف ہے ان مذہبیہ اجماع تابعین کو خلاف اس مذہب
محدثین کو کونسی آیت یا حدیث سے قبول کرتے ہیں اور اجماع تابعین منقول ابن جریر سے منہ موڑتے ہیں جب تقلید
مذہب امام و مجتہد معین کی مخالف اجماع صحابہ و تابعین کے اپنے زعم فاسد میں قرار دیکر اجماع متاخر اور مصطلح نو
زمانہ کو قبول نہ کرکے بدعت ضلالت و حرام و شرک بناتے ہیں محدثین کو اس مذہب خاص پر حکم بدعت ضلالت و حرمت
و شرک ہونے کا کیوں نہیں لگاتے ہیں اثر ثوری بخاری اور ائمہ اوستاد حدیث معنعن معاصر غیر مدلس کے غیر مقبول
ہونے کو کونسی دلیل قرآن و حدیث خاص و عام سے واجب و لازم جانتے ہیں علی ہذا القیاس دوسرے شروط احادیث
میں اسی طرح کا کلام ہے محدثین بعد دو سو برس کے پیدا ہونے والوں نے جو شروط حدیث کی مقبولیت کیواسطے

لگانے مین اونکے واجب جانتے پر بھی حدیث وقرآن سے دلیل پیش کرین سوائے اون ادلہ کے جو تقلید مجتہد معین کے
وجوب کی بابت علما بیان کرتے ہین اور تقلید مجتہد معین کی وجوب کی بارہ مین تو ادلہ ضعیفہ سے سند سو رہنا اور
ادلہ واسطے وجوب شرائط مذکورہ محدثین کو قبول کرلینا یہ شریعت اپنی طرف سے گھڑنا ہے الغرض اس زمانہ آخر
فتنہ وفساد ولہو لعب والے مین بلا شبہ محققین کے نزدیک تقلید امام معین واجب ہے جیسے کہ باشروط حدیث واجب
اور جہان کہین علما فقہا محققین کے قول سے عدم وجوب تقلید مجتہد معین مفہوم ہوتا ہے تو وہ دو سو برس قبل
حال کے لوگون کے موافق ہے اور بسبب عدم عروض عوارض کے ہے شاہ ولی اللہ صاحب اپنے عقد الجید مین فرماتے ہین وقال
ابو الفتح الهروي وهو من تلامذة الامام مذهب الاصحاب في الاصول ان العامي لا مذهب
له فان وجد مجتهدا قلده وان لم يجده ووجد متبحرا في مذهب فانه يفتيه على مذهب نفسه
وهذا تصريح بانه يقلد المتبحر في نفسه والمرجح عند الفقهاء ان العامي المنتسب الى مذهب
له مذهب ولا يجوز له مخالفته ولو لم يكن منتسبا الى مذهب فهل يجوز ان يتخير ويقلد
اي مذهب شاء فيه خلاف مبني على انه يلزمه التقليد بمذهب معين ام لا فيه وجهان
قال النووي والذي تقتضيه الدليل انه لا يلزم بل يستفتي من شاء ومن اتفق لكن
من غير تلقط للرخص انتهى اس عبارت سے واضح ہو کہ مذہب اہل اصول کا اگرچہ یہی ہے کہ عامی کا مذہب
ہوتا جو اوسکو فتوی دے مجتہد یا متبحر اوسی کی وہ تقلید کرے لیکن مرجح اور غالب دیا گیا نزدیک فقہا کے یہی ہے کہ عامی جو کسی
مذہب کیطرف منتسب ہو تو اوسکے واسطے وہی مذہب ہے اور اوسکو مخالفت اوس مذہب معین کی درست نہیں
ہے اور کسی مذہب کیطرف منتسب نہو تو اوسکو آیا اختیار ہے کہ جس مذہب کی چاہے تقلید کرے یا اختیار نہین ہے یعنی
اس مسئلہ پر کہ اوسکو تقلید مذہب معین کی لازم و واجب ہے یا نہین تو نووی نے کہا کہ دلیل کا مقتضی یہ ہے کہ لازم نہین جس سے
چاہے فتوی دریافت کرے لیکن یہ فتوی دریافت کرنا بطور رخصتین تلاش کرنیکی نہووے پس اس عبارت عقد الجید سے
ہے کہ فقہا کے نزدیک مرجح یہی ہے کہ عامی منتسب الی المذہب المعین کو مخالفت اپنے مذہب کی جایز نہین ہے اور یہ اہل علم اور منصف
رو محض و موجہ امر ہے کہ لائق اتباع و عمل کے فقہا کا یہی قول ہے اور ملا علی قاری نے جو قول ہے اوقوال بالا مین تطبیق درمیان محققین
کے معلوم ہو چلی کہ تقلید لازم و واجب اس زمانہ کے لوگون کے حق مین بوجہ رخصتون اور آسانیون کی طلب اور دین
امور مین سست ہین اور ایسے لوگون کو رخصتون اور آسانیون پر چلنے دینا اور اونسے نہ روکنا اونکو پہنچانا ہے طرف
ترک واجبات کے اور رخصتون کے اوپر چلنے سے کوئی مانع عقلی و شرعی نہونا اہل حق و اہل تحقیق کے حق مین ہے جو مجتہد

نہ عوام وغیر مجتہدین کی حق مین جو دین کے امور مین سست ہین اور شاہ صاحب کے قول سے معلوم ہو چکا ہو کہ دو سو برس
کے بعد سے مجتہد معین کی تقلید کا اختیار کرنا اکثر لوگون مین جاری ہوا ہو اور اوس زمانہ مین بھی واجب نتھا بلکہ جو عقد الجید کی
عبارت مین گذرا ہو کہ اصحاب اصول کے نزدیک عامی کا مذہب نہین ہوا ہو جسکی چاہے تقلید کرلے یہ کل اصولیین کا قول نہین بلکہ
بعض کا قول ہو اور بعض علماء کا انتقال مذہب سے منع کرنے مین مصلحت کیواسطے چنانچہ سید سمہودی نے عقد الفرید
مین روضہ امام نووی سے انتقال مذہب کا حال اول نقل کرکے آخر مین اصولیین کا انتقال مذہب سے منع کرنا واسطے مصلحت
کے نقل کرکے پھر اپنی عبارت لکھتے ہین اس مقصود سے متعلق عبارت یہ ہو لکن الاصولیون منعوا منہ لمصلحۃ انتہی
وقد علمت ان ما نسبہ للاصولیین ہو احد المذہبین وان ما اقتضی کلامہ ترجیحہ
وقد حکاہ ابن برہان من ائمۃ الاصول وغیرہ وکان الرافعی اراد بالاصولیین معظمہم
والمراد من توجیہہ بالمصلحۃ ما اوضحہ النووی بقولہ لئلا یلتقط رخص المذاہب فانہ
قال فی زیادۃ الطویلۃ ہل یجوز للعامی ان یتخیر ویقلد ای مذہب شاء ینظر ان کان
منتسبا الی مذہب مبنی علی وجہین حکاہما القاضی حسین فی ان العامی ہل لہ
مذہب ام لا احدہما لا لان المذہب لعارف الادلۃ فعلی ہذا لہ ان یقلد من شاء ام
یبحث عن اشد المذاہب فیقلد اہلہ وجہان کالبحث عن الاعلم وبہ قطع ابو الحسن
وہو جار فی کل من لم یبلغ رتبۃ الاجتہاد من الفقہاء واصحاب سائر المذاہب لئلا یلتقط
رخص المذاہب بخلاف العصر الاول فلم یکن المذاہب مدونۃ فیلتقط رخصہا فعلی ہذا یلزمہ
ان یختار مذہبا یقلدہ فی کل شیء ولیس لہ التمذہب بمجرد التشہی ولا بما وجد علیہ
اباءہ وہذا کلام الاصحاب والذی تقتضیہ الدلیل انہ لا یلزمہ التمذہب بمذہب
معین بل یستفتی من شاء ومن اتفق لکن من غیر تلقط الرخص فلعل من منعہ لم
یثق بعدم تلقطہ انتہی اس عبارت کے نقل کرنے سے اسیقدر غرض ہو کہ یہ معلوم ہو جاوے کہ معظم یعنی اکثر اصولی
بھی انتقال کرنے ایک مذہب کے طرف دوسرے مذہب کا منع کرتے ہین اور یہ منع کرنا واسطے مصلحت کے ہو اور اوس مصلحت
کو نووی نے واضح کردیا ہو اپنے قول مین کہ مذاہب کی رخصتین بہانا پکڑ واسطے آسانی و سستی کے اور یہ عوام لوگ عمل کرین
جس سے ترک واجبات و ارتکاب ممنوعات مین پڑ جاوین جیسا کہ کلام ملا علی قاری کا واضح ہو گیا ہو اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ عصر
اول یعنی عصر صحابہ رضی مین جو عارضہ رخصتون مذاہب کے چننے کا اور تلاش کرکے اون پر عمل کرنیکا موجود نتھا کیونکہ

مذہبوں کی رخصتیں چننا اور تلاش کرنا تو اوسوقت ہو سکتا ہو کہ مذاہب مدون و جمع ہو چکے ہوں اور زمانہ صحابہ رض میں
مذاہب جمع ہی نہیں ہوئے تھے پھر اون مذاہب کی رخصتیں چننا کیونکر ہو سکتا ہو پس یہ مصلحت ممانعت انتقال کے و
رخصتیں مذہب کی چننا میں جو مفضی طرف ترک واجبات اور ارتکاب ممنوعات کیطرف ہے چنانچہ معلوم ہوا کہ زمانہ صحابہ رض میں موجود
نہ تھے اسواسطے اوس زمانہ صحابہ رض میں انتقال ممنوع نہ تھا اور اس سبب سے بھی انتقال ممنوع نہ تھا کہ اوس زمانہ میں ایسی
دین میں سستی کرنیوالے اور سستی کے سبب سے رخصتیں تلاش کرنیوالے نہ تھے بلکہ عزائم کو عامل تھے اور اسوجہ سے بھی انتقال
ممنوع نہ تھا کہ جب ایک ہی مسئلہ تقلید کا اور انتقال دوسرے مجتہد کیطرف نہ کرتے اور حال یہ تھا کہ اوسوقت کسی مجتہد کی اسقدر
مسایل اجتہادیہ مجتہد واسطے نکالی ہوئی جو تمام حوادث مقلدین اوس مجتہد کو کافی ہوجاوین موجود نہ تھی تو حرج عظیم لازم
اس سبب سے اوس زمانہ میں انتقال جایز تھا اب وہ وجہ یعنے اسقدر مسایل جمع نہ ہونا جو جمیع حوادث مقلدین ایک
کو کافی ہوں اوس زمانہ میں نہیں ہو اور چننا اور تلاش کرنا رخصتوں کا بھی اس زمانہ میں پیدا ہو گیا ہو اور لہو اور لعب او
خیانت بھی ظاہر ہو گئی ہو ان چند وجوہ کے سبب سے انتقال مذہب سے ناجایز ہوا اور تقلید ایک ہی مذہب کی واجب قرار پائی اسی
فقہاء کرتے کہ مرجح ہو ہوا کہ عامی یعنے غیر مجتہد جس مذہب کیطرف منسوب ہے اوسکی مخالفت اوسے جایز نہیں ہو اور اگرچہ
بعض اصولیین نے عامی غیر منتسب کیواسطے یعنے جو ابھی تک کسی مذہب کیطرف منتسب نہوا ہو اوسکو ایک مذہب کی تقلید
واجب نہیں کہا ہو لیکن معظم اور اکثر اصولیین ایک ہی مذہب کی تقلید کر لینا اوسپر واجب کہتے ہیں باینطور کہ انتقال کو دوسرے
مذہب کیطرف ممنوع فرماتے ہیں چنانچہ عبارت مذکورہ بالا سے واضح ہو اور علامہ شامی رد المختار حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں
اذا كان ارتحاله لا لغرض محمود شرعا لما في التتارخانية ولو ان رجلا برئ من مذهبه باجتهاد
وضح له كان محمودا ماجورا اما انتقال غيره من غير دليل بل لما يرغب من عرض الدنيا وشهوتها
فهو المذموم الآثم المستوجب للتعزير والتاديب لارتكابه المنكر في الدين واستخفافه بدينه
ومذهبه وانما اطلنا في ذلك لئلا يغتر بعض الجهلة بما يقع في بعض الكتب من اطلاق
بعض العبارات الموهمة خلاف المراد فيحملهم على تنقيص الائمة المجتهدين فان العلماء
حاشاهم الله تعالى ان يريدوا الازدراء بمذهب الشافعي او غيره بل يطلقون تلك العبارات
بالمنع من الانتقال خوفا من التلاعب بمذاهب المجتهدين نفعنا الله بهم وامانتا على
حبهم آمين يدل لذلك ما في القنية رامزا لبعض كتب المذهب ليس للعامي ان
يتحول من مذهب الى مذهب ويستوي فيه الحنفي والشافعي انتهى مختصرا بعبارته

شامی کی عبارت طویلہ ہیں جنکو اختصار کرکے ذکر کی گئی ہو اور شامی کے باب التعزیر میں یہ عبارت ہے ارتحل الی مذہب
الشافعی یعزر سراجیہ انتہی انتقال مذہب حنفی سے مثلاً مذہب شافعی کیطرف کرے تو اوسکو تعزیر دیجاوے
اسکے تحت میں علامہ شامی فرماتے ہیں کہ تعزیر دینا اوسوقت ہے کہ انتقال وارتحال دوسرے مذہب کیطرف غرض محمود
شرعاً کے سبب نہووے اوسکی دلیل یہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اصحاب ابی حنیفہ رح میں سے ایک شخص کے یہاں جو
اہل حدیث میں سے خود کو شمار کرتا تھا اوسکی بیٹی سے نکاح کے طلب کا پیغام بھیجا امام ابوبکر جوزجانی شاگرد امام محمد رح کی
زمانے میں اوس شخص نے اپنی بیٹی حنفی کو دینے سے انکار کیا مگر اس صورت میں بیٹی دینے سے راضی ہوا کہ اپنے مذہب
کو چھوڑ دے اور قرأت خلف امام اور رفع یدین وقت رکوع کو جانیکے اور سر رکوع سے اوٹھانیکے وقت اور مانند اسکے کرے اگر
شخص نے ترک مذہب اور ان امور کا کرنا اختیار کرلیا اس شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح اس تارک مذہب سے کردیا امام
جوزجانی رح سے اس حادثہ کا حکم دریافت کیا گیا تو تامل کرکے فرمایا کہ خیر نکاح تو جائز ہے لیکن یہ تارک مذہب مذکور کے
بے ایمان جانیکا خوف ہے وقت جان نکلنے کے کیونکہ اوسنے اپنے مذہب کو جو اوسکے نزدیک حق تھا خفیف جانا اور حقیر سمجھا
و دنیا مردار ہیو دار کے واسطے اوسکو چھوڑ دیا اگر کوئی شخص اجتہاد کے سبب جو اوسکو واضح ہوا اپنے مذہب
سے بری ہو اور اسکا تارک ہو تو محمود و ماجور ہے اول علامہ شامی نے غیر غرض محمود کے سبب سے تارک مذہب کو تعزیر دینے
کا جواز بیان کرکے اور حکایت امام جوزجانی کی واسطے تائید عدم جواز انتقال کے ذکر کرکے غرض محمود والے کے واسطے
انتقال مذہب جائز ہونا بیان کیا اور غرض محمود جسکے سبب سے انتقال مذہب جائز بتایا تو اوسمیں جیسے غرض
محمود میں قید اجتہاد واضح کی لگائی ہے چنانچہ اوسکا یہ مضمون ہے کہ (اجتہاد کے سبب سے جو اوسکو واضح ہوا اپنے مذہب
سے بری ہووے تو محمود و ماجور ہے) جو ابھی گذرا ہے اوسمیں وہ قید اجتہاد کی لگائی ہوئی موجود ہے اس سے ثابت ہے
انتقال مذہب سے علامہ شامی کی نزدیک اوسی وقت جائز ہے کہ اجتہاد کے سبب سے ہو اوسکے بعد علامہ شامی یہ فرماتے
ہیں کہ انتقال غیر اوسکے کا یعنی غیر اوس شخص کا جسکو اجتہاد واضح ہوچکا ہے) غیر دلیل سے ہے (غیر مجتہد کا انتقال مذہب
سے غیر دلیل کے ہی ہوتا ہے کیونکہ اوپر عقد الفرید سے واضح ہوچکا ہے کہ دلیل مجتہد کے ہی واسطے ہوتی ہے غیر مجتہد کے
دلیل کا اعتبار ہی نہیں ہے اوسکی دلیل دلیل ہی نہیں ہے پس غیر مجتہد کا انتقال بلا دلیل جسکے سبب سے تلاعب و تلہی کے
سے ہی ہے جو غرض محمود کے طور پر کہ وہ موقوف ہے اجتہاد و دلیل پر) بلکہ انتقال کرنے والا واسطے رغبت کرنے کے
غرض دنیا کی اور خواہش اوسکے کے مذموم و بعد گنہگار اور لائق تعزیر دینا وہی کے ہے بسبب ارتکاب کرنے اوسکے
فعل الدنیہ و استخفاف دین و مذہب کو یہ اصل مقصود علامہ شامی کا ذکر کرکے پھر اسکے بعد اقوال مختلفہ جو علماء

کہ ان میں عدم وجوب مذہب ایک مجتہد کا بھی ذکر ہو جو مبنی ہو قطع نظر عن العوارض علیٰ تلبی نفس وتمہید نیات فی
پر وہ ذکر کرکے آخر میں یہ فرماتے ہیں کہ بہت طوالت اس بیان میں اسواسطے کی ہو کہ کتابوں میں جو بعض عبارات وہ
ڈالنے والی خلاف مراد کے واقع ہوئی ہیں اونکے سبب کہیں جاہل لوگ دھوکہ کھا کر اون عبارتوں کو علماء کی تحقیر
تنقیص ونقصان شان کا گمان نکر جاویں کیونکہ علماء کو پناہ خدا تقی کی حاصل ہے اس سے کہ وہ مذہب شافعی وغیرہ
کی حقارت کا ارادہ کریں بلکہ وہ ایسے عبارات (مانند ارتحل الی مذہب الشافعی یعزر) واسطے منع کرنیکے انتقال مذہب
بولتے ہیں اس خوف سے کہ مذاہب مجتہدین کے ساتھ تلاعب وتحصیل نکیا جاوے اور اس عدم جواز انتقال من المذہب
الی المذہب میں حنفی شافعی سب برابر ہیں یعنے جیسے حنفی کو مذہب شافعی کیطرف انتقال کرنا درست نہیں ہے ایسے
شافعی کو حنفی کیطرف انتقال کرنا درست نہیں ہو پس اس بیان علامہ شامی سے بھی ظاہر ہوا ہے کہ بسبب خوف تلاعب
ساتھ مذہب مجتہدین کے انتقال ایک مذہب سے دوسرے مذہب کیطرف ممنوع ہوا ہے ہر تقی منصف جان لیگا کہ جہاں کہ
علامہ شامی کے قول سے خلاف اسکے جو بیان ہوا یا مفہوم موہوم ہوا اور اس سے جواز انتقال مذہب وعدم
تقلید امام معین کا خیال ہو تو اوسکو قطع نظر از عوارض پر محمول کرنا چاہئے ایسے ہی دوسرے علماء کے قول بھی
چاہئے امام عارف شعرانی رح اپنی میزان کبریٰ میں فرماتے ہیں سمعت سیدی علیا الخواص رحمة الله
علیه یقول لا یبلغ الولی مقام الکمال الا ان صار یعرف منازل جمیع الاحادیث الو
عن رسول الله صلعم ویعرف من این اخذها الشارع من القرآن فانه تعم قال ما
فی الکتاب من شیٔ فجمیع ما بینته الشریعة من الاحکام هو ظاهر الماخذ للولی
من القرآن کما کان علیه الائمة المجتهدون ولولا معرفتهم بذلك ما قدروا علی
الاحکام التی لم یصرح بها السنة قال وهی منقبة عظیمة للکامل حیث صار
الشارع فی معرفة منازع اقواله صورةً من القرآن العظیم بحکم الارث له صلع
انتهی فان قلت فهل یجب علی المحجوب عن الاطلاع علی العین الاولی للشریعة الت
بمذهب معین فالجواب نعم یجب علیه ذلك لئلا یضل فی نفسه ویضل غ
فاعذر یا اخی المقلدین المحجوبین اذا الکشف حجابك فی قولهم المصیب واحد
امامی والباقی خطأ یحتمل الصواب فی نفس الامر فیما اختلف ونزل قول من
مجتهد مصیب علی من انتهی سیره وخرج عن التقلید وشهد اغتراف العلماء

علم من عین الشریعة و نزل قول من قال المصیب واحد لا بعینه والباقی مخطی یحتمل الصواب
علی من لم ینته سیره ولا ترجح قولا منها علی الآخر والشکر ربك علی ذلك والحمد لله رب
العالمین انتهی اس عبارت امام شعرانی سے واضح ہو کہ امام موصوف کے استاذ شیخ علی خواص فرماتے ہیں کہ
ولی کامل جب ہی ہوتا ہو کہ جب اس رتبہ کا ہو جاوے کہ منازع و ماخذ تمام احادیث نبویہ صلعم کے پہچانے اور یہ جانے کہ احادیث
رسول اللہ صلعم نے قرآن کی کون کون آیات سے نکالا ہو اور لیا ہو اسواسطے اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہو کہ نہیں کمی
کی ہے کتاب یعنے قرآن میں کسی شی کو یعنے چیز نے سے پس احادیث نبویہ وغیرہ سب قرآن شریف میں موجود ہیں لیکن جس شخص
کا م شریعت نے بیان کئے ہیں اون تمام احکام کا ماخذ ولی کامل کے واسطے قرآن سے ظاہر ہیں جیسے کہ تھے واسطے
اس مقام کہ ائمہ اربعہ اگر اسکی معرفت اونکو حاصل نہ ہوتی تو وہ اون احکام کو استنباط نہ کر سکتے صحیح ست و حدیث
نہیں ہو قادر نہ ہوتی یہ بہت بڑی صفت وصف ولی کامل کی ہو کہ وہ بسبب وارث ہونے نبی صلعم کے احادیث و اقوال نبویہ
صلعم کے ماخذ قرآن سے پہچاننے میں شریک ہو جاتا ہو پیچھے اپنے استاد و شیخ کا قول بیان کر کے امام عارف شعرانی
فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ کہے کہ جو شخص محجوب ہے اطلاع پانے اوپر چشمہ شریعت اولی کے یعنے اوسکو اجتہاد حاصل نہیں ہو
مقید ہونا ساتھ مذہب معین کے اوسکو واجب ہے یا نہیں جواب یہ ہو کہ ہاں اوسپر واجب ہے مقید ہونا ساتھ مذہب
معین کے تا کہ خود بھی گمراہ نہ ہو اور دوسرے کو بھی گمراہ نہ کرے پس معذور رکھ تو اے بھائی اون مقلدین کو جو چشمہ اولے
شریعت سے محجوب ہیں یعنے اجتہاد کو نہیں پہنچے ہوئے ہیں جبتک کھلیگا واسطے یہ وہ تیرا یعنے تو ولی کامل ہو جاوے جسکی
صفت اوپر مذکور ہوئی اوسوقت اس قول میں یعنے مقلدین کو واسطے اس قول میں معذور رکھ کہ مجتہدین میں ہر ایک
مصیب ہو شاید وہ مصیب امام ہو اور باقی مخطی یعنے خطا کرنے والے ہیں اونمیں احتمال صواب کا ہو اور جو کہ مجتہد کو
مصیب کہتا ہو تو اوسکا قول اس شخص کے حق میں قرار دے کہ جسکی سیر پوری ہو چکی ہو اور تقلید سے نکل چکا ہو اور چشمہ
شریعت سے کل علماء کا جلو علیہ کا لینا اوسنے مشاہدہ کیا اور جو کہتا ہو کہ مصیب ایک غیر معین ہے باقی مخطی اور انکے اقوال
احتمال صواب کا ہو تو اوسکا قول اسکے حق میں قرار دے کہ اوسکی سیر منتہی نہیں ہوئی اور ان اقوال میں کسی قول کو
دوسرے پر ترجیح مت دے اس قول امام شعرانی سے صراحۃً ثابت ہو کہ ایک مذہب کا مقید ہونا واجب ہے تا کہ خود بھی
گمراہ نہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ نہ کرے امیر الدین کے پیشوا مولوی نذیر حسین نے یہ قول خیر وجوب تقلید مذہب معین
امام شعرانی کا چھوڑ دیا اور جو قول امام شعرانی کا مجتہد کے حق میں ہو کہ امام موصوف مجتہد کے حق میں تقلید واجب
نہیں فرماتے ہیں وہ عوام کو دھوکہ دینے کو نقل کر دیا اور امیر الدین مقلد مولوی نذیر حسین نے بھی مولوی نذیر حسین

کے اس وجہ کو بہی عوام و خیانت میں اتباع کی ہے اور امام عارف شعرانی کے قول کو مولوی نذیر حسین و امیر الدین
حجت جانتے ہیں جب ہی اونکے قول کو اپنے مقصود کے اثبات کیواسطے حجت پکڑتے ہیں جب اس قول امام عارف شعرانی
سے واضح ہو کہ غیر مجتہد تقلید نکرنے سے ضال مضل ہو جاتا ہے تو مولوی نذیر حسین اور تمام چیلے چانٹے اونکے تمام غیر مجتہد
اور تقلید امام معین کے منکر ہیں اور اس سے یعنے تقلید امام معین سے منحرف ہیں سب کا ضال مضل ہونا ثابت ہوا
تصریح امام عارف شعرانی کا قال من استاذہ سیدی علی الخواص رحمہ اللہ تم اذا سألہ انسان
التقلید بمذہب معین الآن ھو واجب ام لا یقول لہ یجب علیک التقلید بمذہب ما دمت
لم تصل الی شھود عین الشریعۃ الاولی خوفا من الوقوع فی الضلال وعلیہ عمل الناس الیوم
فان وصلت الی شھود عین الشریعۃ الاولی فھناک لا یجب علیک التقلید بمذہب لانک
تری اتصال جمیع مذاہب المجتہدین بھا ولیس مذہب اولی بھا من مذہب اس عبارت
سے بھی یہی واضح ہے کہ مقید ہونا مذہب معین کے ساتھ اب یعنے اس زمانہ میں واجب ہے جبتک چشمہ شریعت اولی کو نہ پہنچے
پہنچنے والا کامل مجتہد ہے اور وہ مقید ہونا مذہب معین کے ساتھ بسبب خوف واقع ہونیکے ہے ضلالات میں اور اس مذہب
کے ساتھ مقید ہونیکے وجوب پر عمل لوگوں کا ہے یہ عبارت میزان کبری میں بعد ذکر کرنے اس امر کے ہے کہ بعض علما
ائمہ مجتہدین کے ہیں وہ موافق غیر مذہب کے کبھی فتوی دیا کرتے تھے مذکور ہے اور اس عبارت سے قبل یہ عبارت
نعلم ان کل مقلد اطلع علی عین الشریعۃ المطھرۃ لا یؤمر بالتقلید بمذہب واحد
جس سے ثابت ہو کہ بعض علما تابع امام کا اپنے امام کی مخالف اور غیر مذہب کے موافق فتوی دینا سبب سے تھا
کہ بعض ائمہ درجہ اجتہاد کو پہنچے تھے اسواسطے وہ دوسرے مذہب کے موافق فتوی دیتے تھے پس جواز انتقال زمانہ
کا ہم غیر مجتہد کے حق میں رفع ہو گیا پھر اسکے بعد وہ عبارت ذکر کی جو ہمنے ابھی نقل کی ہے جس سے صراحۃً ثابت ہے کہ اب
اس زمانہ میں غیر مجتہد کو مقید ہونا ایک مذہب معین کے ساتھ واجب ہے جس سے غیر مجتہد کو انتقال مذہب سے دوسرے کیطرف جواز کا
بالکل رفع ہو گیا اور صراحۃً تقلید مذہب معین کا وجوب ثابت ہو گیا اور الآن کی قید جو سائل نے اپنے سوال عربی میں ذکر کی
اوسکے موافق امام عارف شعرانی رح کو شیخ علی خواص نے جواب دیا ہے اوس سے واضح ہو کہ یہ وجوب تقلید مذہب معین
یعنے اس زمانہ میں ہے زمانہ سابق مانند عصر صحابہ و تابعین نہ تھا اور عدم وجوب تقلید مذہب معین کا قول بنا بر زمانہ سابق کے
ہے موافق اس زمانہ کے اس سے اوس قول علما کا بھی وجوب معلوم ہو گیا کہ صحابہ رض کے زمانہ میں انتقال مذہب
دوسرے مذہب کیطرف درست تھا جسکو لامذہب لوگ اس زمانہ کی تقلید کے عدم جواز کی دلیل بناتے ہیں اوسکو

اس انتقال الآن سے ہو گیا کہ اب جواز انتقال کا زمانہ نہیں تو عروض عوارض کے سبب سے غیر مجتہد کو اس زمانہ میں انتقال
مذہب سے ناجائز ہے اور مقید رہنا مذہب معین کا واجب ہے چنانچہ اس عبارت میزان الکبریٰ سے ومما یؤید ھذہ المیزان
عدم انکار اکابر العلماء فی کل عصر علی من انتقل من مذھب الی مذھب الا من حیث ما یتبادر
الی الاذھان من توھم الطعن فی ذلک الامام الذی خرج من مذھبہ لاغیر انتہی۔ امر واضح ہو کہ
اکابر علماء مذہب کے انتقال کرنے والے پر انکار نہیں کرتے ہیں مگر اس حیثیت سے انکار کرتے ہیں کہ جس امام کے مذہب سے انتقال
کرنے والا باہر ہو گیا ہے اوس امام کے حق میں لوگوں کے ذہن طعن اور عیب کا وہم کرتے ہیں اس عبارت سے بسبب توہم طعن کے
انتقال ایک مذہب سے دوسرے کی طرف کرنے کا انکار کرنا اکابر علماء کا ثابت ہے اس سے عروض توہم طعن کی وجہ سے انتقال میں
ممانعت ثابت ہے اسی میزان کبریٰ میں اس عبارت سے ایک سطر کے بعد امام شعرانی جلال الدین سیوطی سے ناقل ہیں قال
السیوطی وھذہ دعوی بلا برھان علیھا وقد ادرکنا علماءنا وھم لا یبالغون فی النکیر علی من کان
من الکبار عمل حنفیا او شافعیا ثم تحول بعد ذلک حنبلیا ثم رجع بعد ذلک الی مذھب مالک
وانما یظھرون النکیر علی المتنقل لایھامہ التلاعب بالمذاھب اس عبارت سے بھی واضح ہے کہ
کوئی مالکی حنفی ہو جاوے یا شافعی ہو پھر حنبلی ہو جاوے اور پھر رجوع کرے اپنے مذہب مالکی کی طرف تو علماء اوس پر انکار کرنے
میں مبالغہ نہیں کرتے ہیں بسبب ایہام تلاعب بالمذہب کے اوس شخص مذہب کے انتقال کرنے والے پر انکار کرتے ہیں یعنی
عروض ایہام تلاعب بالمذہب کے سبب سے انتقال مذہب پر انکار علماء کا ثابت ہے پھر دوسری عبارت جلال الدین سیوطی
کی متعلق انتقال مذہب کی نقل کرکے امام عارف شعرانی فرماتے ہیں وسمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ
یقول کل من نور اللہ قلبہ علم ان سکوت العلماء علی من انتقل من مذھب الی آخر
انما ھو لعلمھم بان الشریعۃ تعمھم کلھم وتشملھم فیحمل قول من رجح قول امامہ علی غیرہ
علی انہ لم یبلغ الی مقام الکمال حال قولہ ذلک وقد قدمنا فی ایضاح المیزان وجوب اعتقاد
الترجیح علی من لم یصل الی الاشراف علی العین الاولی من الشریعۃ وبہ صرح امام الحرمین
وابن السمعانی والغزالی والکیا الھراسی وغیرھم وقالوا لتلامذتھم یجب علیکم التقلید
بمذھب امامکم الشافعی ولا عذر لکم عند اللہ تعالیٰ فی العدول عنہ انتہی ولا خصوصیۃ
للامام الشافعی فی ذلک عند کل من سلم من التعصب بل کل مقلد من مقلدی الائمۃ
یجب علیہ اعتقاد ذلک فی امامہ ما دام لم یصل الی عین الشریعۃ الاولی اس عبارت کے

بخوبی واضح ہوا کہ جو شخص کسی درجہ اجتہاد کو نہ پہنچا ہووے تو اپنے امام کو متعین ترجیح کا اعتقاد رکھنا اوسے واجب ہے
امام الحرمین وامام ابن سمعانی وامام غزالی و کیا ہراسی وغیرہم نے اسکی تصریح فرمائی ہو اور یہ ائمہ موصوفین اپنے شاگردون کو
کہے کہ تمپر مقید ہونا اپنے امام شافعی رہ کے مذہب کا واجب ہے اور کوئی عذر تمہارے واسطے نزدیک اللہ تعالی کے نہوگا مذہب مذکور
سے عدول ورو گردانی کرنیکی حالت مین یعنے مذہب اپنے امام سے تم منہ پھیروگے تو خدا تعالی کے نزدیک معذور نہین سمجھے جاؤگے
اور مستحق عذاب کے ہوگے جیسا کہ اپنے استاد کا قول امام عارف شعرانی نقل کرکے پھر خود یہ فرماتے ہین کہ امام شافعی رہ کی کچھ
خصوصیت نہین ہے کہ اونکے مذہب کا مقید ہونا اونکے مقلدین کو واجب ہو اور اسکے چھوڑنے مین وہ معذور نہین ہین
بلکہ ہر امام کے مقلدین پر یہی اعتقاد رکھنا ضرور ہے یعنے ادسپر تقلید و تقید مذہب اپنے امام کی ضرور ہو اور اس سے پھرنا جبتک
رتبہ اجتہاد کو درست نہین ہو دیکھیے ائمہ دین امام الحرمین وامام ابن سمعانی وامام غزالی و کیا ہراسی وعلی خواص و
عارف وغیرہم سے وجوب تقلید مذہب معین کے تصریح منقول ہو اور اوسمین کوئی گنجایش تاویل وغیرہ کی نہین
پس ایسے اقوال صریحہ امام عارف شعرانی وغیرہ کو چھوڑ کر وہ اقوال جن سے خلاف مقصود قائل اون اقوال کا
وہم ہووے عوام کے سامنے پیش کرنا اور وہ ہو کہ دینا کہ یہ ائمہ دین وجوب تقلید مذہب معین کو غیر مجتہد کے حق مین اپنے
زمانہ مین بھی منکر ہین ضلال واضلال ان لامذہب ہم کا ہے اسکے بعد جو امیر الدین نے مولوی اسمعیل دہلوی کی
ایضاح الحق کا مضمون منہاج الحق مین نقل کیا ہے کہ التقلید شخص معین کی بدعت حقیقی اور شعبہ رفض کا ہے
یا شافعی یا حنبلی یا مالکی یا قادریہ یا چشتیہ یا سہروردیہ کہلانا برا کام ہو اس کو یہ پیر (لازم نہو) مولوی اسمعیل نے
مضمون نہ تو کسی کتاب معتبر دین سے نقل کیا ہے اور نہ یہ مضمون کسی امام ائمہ دین کے قول سے ثابت کیا ہے
مضمون مولوی اسمعیل کا بالکل بے سند و بلا دلیل ہو گئے سبب قابل التفات نہین ہو بلکہ وجوب تقلید شخصی کو
ہونا ائمہ دین کے اقوال سے اچھی طرح معلوم ہو چکا اور یہ واجب ہونا تقلید شخص معین کا بمنزلہ ایک حکم اجماعی کے ہو واجب
امام عارف شعرانی کے استاد کا یہ قول ہو کہ (وعلیہ عمل الناس) میزان کبری امام عارف شعرانی سے اور پرکندہ
اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا قول سے بھی ثابت ہو چکا ہے اسکے سوا تقلید مذہب معین کی وجوب کی تصریح ائمہ دین
اوپر معلوم ہو چکی ہے اور بھی اقوال آئندہ مین معلوم ہوئی جاتی ہے تو مولوی اسمعیل کا اوسکو بدعت ضلالت و شعبہ رفض
محض و مخالفہ جماعت مومنین و ائمہ دین کا ہو کر مردود ہو گیا بلکہ یہ قول مولوی اسمعیل کا خود بدعت ضلالت
حسکو مومنین و ائمہ دین واجب کہین اور جو سبیل مومنین اس زمانہ مین قرار پا چکا ہو اوسکو بدعت ضلالت بتانا سبیل
مومنین کے غیر کا اتباع کرنا ہو اور سبیل مومنین کے غیر کا اتباع بلاشبہ بدعت ضلالت ہو پس مولوی اسمعیل کا قول

یعنے تقلید شخص معین کو بدعت ضلالات و شعبہ رفض کا کہا بدعت ضلالات و شعبہ رفض کا ہو اور بھی دوسری باتین اہل سنت وجماعت کے خلاف ایضاح الحق مین موجود ہین اور آیات واحادیث کے خلاف اوسمین مولوی اسمٰعیل نے کہی ہین چنانچہ یہ ثواب عبادات احیا کا واسطے اموات کے بھی بدعت حقیقیہ مین سے شمار کر دیا ہو چنانچہ عبارت یہ ہے وتقلید شخصی معین از ائمہ مجتہدین ہدیہ ثواب عبادات احیا برائے اموات بخلاف نیابت در عبادات مالیہ کہ آن ثابت الاصل است و مثل تحدید ذکر کلمۂ تہلیل باوضاع مخصوصہ از اعداد و ضربات و جلسات و تحدید عدد کثیر بعشر الی عشر الی ان قال این امور محدثہ شان ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است انتہی مختصراً اس جگہ لامذہب لوگ اور اونکے پیشوا مولوی اسمٰعیل کے اوتار محض عمل بالحدیث کو خیال کرنا چاہیے کہ عبادات مالیہ کا ثواب اوسمین قید نیابت کی لگا کر تو جایز بھی کہدیا لیکن عبادات بدنیہ کا ثواب پہنچانا بدعت حقیقیہ مین ہی داخل رکھا باوجودیکہ عبادت بدنیہ کا ایصال ثواب بھی میت کو احادیث صحیحہ رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے کہ آپنے دو دنبی قربانی کئی ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے اس حدیث سے ثواب احیا کا اموات کو ہبہ کرنا ثابت ہوا اور دار قطنی مین حدیث ہو کہ آنحضرت صلعم سے ایک سائل نے سوال کیا کہ ماں باپ کے ساتھ بعد موت کے کسطرح نیکی کرون تو آپنے فرمایا کہ اونکے واسطے بعد موت کے نیکی کرنا یہ ہو کہ اپنی نماز کے ساتھ اونکے واسطے نماز پڑھ اور اپنے روزے کے ساتھ اونکے واسطے روزہ رکھ اور دار قطنی مین یہ حدیث ہو کہ حضرت علی رض حضرت رسول اللہ صلعم سے روایت کرتے ہین کہ جو شخص قبرستان مین قل ہو اللہ احد گیارہ مرتبہ پڑھکر اوسکا ثواب اموات کو بخشے تو بموافق عدد اموات کے اوسکا ثواب دیا جاویگا اور حضرت انس رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم سے انھون نے یعنے حضرت انس رض نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم اپنے اموات کیطرف سے صدقہ کرتے ہین اور حج کرتے ہین اور دعا کرتے ہین اونکے لئے تو آیا یہ اونکو پہنچتا ہو تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہان یہ اونکو پہنچتا ہو اور وہ اموات اوس سے ایسے خوش ہوتے ہین جیسے ایک تم مین کا ہدیہ کا طبق پہنچنے سے خوش ہوتا ہو اوسکو ابو حفص عکبری نے روایت کیا ہو کل اور مانند اسکے دوسری احادیث بہت موجود ہین جو بخوف طوالت ترک کی گئی قدر مشترک اونکا وہ نفع ہونا میت کو ساتھ عمل غیر کے ہو حد تواتر کو پہنچ گیا ہے ایسے ہی قرآن مین ماں باپ کے حق مین دعا کرنے کا حکم ہو (قولہ تعٰ رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا) اس سے میت کو نفع حاصل ہونا قطعی ہو ایسی ہی خدا تعٰ نے ملائکہ کے حال کی خبر دی قرآن مین ہے (قولہ تعٰ ۳۹ و یستغفرون للذین آمنوا) اور اونکی یہ عبارت خدا تعٰ نے بیان فرمائی (ربنا وسعت کل شیئ رحمۃ وعلما فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک الی قولہ وقہم السیئات) ان آیات سے بھی میت کو نفع عمل غیر کے حاصل

ہوا قطعی ہو رد المحتار حاشیہ درمختار باب الحج عن الغیر میں اس مضمون کی یہ عبارت ہو ان الآیۃ (ان لیس للانسان
الا ما سعیٰ) وان کانت ظاہرۃ فیما قالہ المعتزلۃ لکن یحتمل انہا منسوخۃ او مقیدۃ ثم
وقد ثبت ما یوجب المصیر الیٰ ذلک وما صح عنہ صلعم انہ ضحی بکبشین املحین احدہما عنہ
والآخر عن امتہ فقد روی ہذا عن عدۃ من الصحابۃ وانتشر مخرجوہ فلا یبعد ان یکون
مشہورا یجوز تقیید الکتاب بہ بما لم یجعلہ صاحبہ لغیرہ وروی الدارقطنی ان رجلا
سألہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فقال کان لی ابوان ابرہما حال حیاتہما فکیف لی ببرہما
بعد موتہما فقال صلعم ان من البر بعد الموت ان تصلی لہما مع صلوٰتک وان تصوم
لہما مع صومک وروی ایضا عن علیؓ عنہ علیہ السلام قال من مر علی المقابر وقرأ
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ احدی عشرۃ مرۃ ثم وہب اجرہا للاموات اعطی من الاجر بعدد
الاموات وعن انسؓ قال یا رسول اللہ انا نتصدق عن موتانا ونحج عنہم وندعوا
لہم فہل یصل ذلک لہم قال نعم انہ لیصل الیہم وانہم لیفرحون بہ کما یفرح احدکم
بالطبق اذا اہدی الیہ رواہ ابو حفص العبکری وعنہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال
اقرؤا علی موتاکم یٰس رواہ ابو داؤد فہذا کلہ ونحوہ فانا ترکنا خوف الاطالۃ یبلغ القدر
المشترک بینہ وہو النفع بعمل الغیر مبلغ التواتر وکذا ما فی الکتاب العزیز من الامر
بالدعاء للوالدین ومن الاخبار باستغفار الملٰئکۃ للمومنین قطعی فی حصول النفع
فیخالف ظاہر الآیۃ (وان لیس للانسان الا ما سعیٰ) التی استدلوا بہا اذ ظاہرہا
ان لا ینفع استغفار احد لاحد بوجہ من الوجوہ لانہ لیس من سعیہ فقطعنا بانتفاء
ارادۃ ظاہرہا فتقیدنا بما لم یہبہ العامل وہذا اولی من النسخ لانہ اسہل
اذ لم یبطل بعد الارادۃ ولانہا من قبیل الاخبار ولا نسخ فی الخبر انتہیٰ اس عبارت سے
واضح ہو کہ احادیث و آیات قرآنیہ سے ثواب عبادات مالیہ و بدنیہ احیا کا اموات کو پہنچنا ہو وقال فی البحر الرائق
واما قولہ علیہ السلام لا یصوم احد لاحد ولا یصلی احد عن احد فہو فی حق
الخروج عن العہدۃ لا فی حق الثواب فان من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابہ
لغیرہ من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابہا الیہم عند اہل السنۃ والجماعۃ

فی البدائع وبهذا علم انه لافرق بین ان یکون المجعول له میتا او حیا والظاهر انه لافرق
بین ان ینوی به عند الفعل للغیر او یفعله لنفسه ثم بعد ذلک یجعل ثوابه لغیره او یفعله
لنفسه ثم بعد ذلک یجعل ثوابه لغیره لاطلاق کلامهم انتهی اس عبارت سے واضح ہے کہ اس
حدیث نبوی سے کہ کوئی کسی کے طرف سے نہ روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے مراد یہ نہیں ہے کہ ثواب کسی کو نماز و روزہ کا نہ
پہنچتا ہو کیونکہ اہلسنت وجماعت کے نزدیک احیاء کو روزہ ونماز وصدقہ کا ثواب اموات واحیاء کو پہنچتا ہے بلکہ مراد اس
حدیث نبوی سے یہ ہے کہ کوئی کسی کے طرف سے نماز پڑھیگا یا روزہ رکھیگا تو اوسکے ذمہ سے جسکی طرف سے یہ نماز وروزہ
پڑھنے والے نے ادا کیا ہو اوتر نہیں جاویگا اور اوسکا ذمہ بری نہوگا اور علامہ عینی بعد ذکر کرنے احادیث وصول
روزہ وغیرہ کے ثواب کے میت کو یہ فرماتے ہیں شرح ہدایہ میں ومما یدل علی ان المسلمین یجتمعون فی
کل عصر وزمان ویقرأون القرآن ویہدون ثوابه لموتاهم وعلی هذا اهل الصلاح
والدیانة من کل مذهب من المالکیة والشافعیة وغیرهم ولا ینکر ذلک منکر
فیکون اجماعا انتهی اس عبارت سے واضح ہے کہ ہر زمانہ میں تمام اہل مذہب کا قرآن پڑھکر اوسکا ثواب اموات کو
بخشنا اور اہل صلاح اور اہل دین کا اوسپر اتفاق ہونا اور اجماع اوسپر حاصل ہوجانا ثابت ہے اور یہی علامہ عینی شرح
بخاری کی جلد اول صفحہ ۵۸۸ میں بعد ذکر کرنے ایسی احادیث کے جنسے عبادات بدنیہ کا ثواب اموات کو پہنچنا ثابت ہے
ذکر کرکے یہ فرماتے ہیں وقال النووی المشهور من مذهب الشافعی وجماعة ان قراءة القرآن
لا یصل الی المیت والاخبار المذکورة حجة علیهم اس عبارت سے ثابت ہے کہ امام نووی باوجودیکہ شافعی
مذہب ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ امام شافعی رح کا مذہب مشہور میں اور ایک جماعت کے مذہب میں قرأت قرآن کا ثواب
اموات کو نہیں پہنچتا ہے اور یہ احادیث جنسے ثواب قرأت قرآن کا ثابت ہے حجت ہیں الغرض احادیث کثیرہ سے
عبادات بدنیہ کے ثواب کا پہنچنا اموات کو احیاء کی طرف سے ثابت ہے مولوی اسمٰعیل نے اسکو بدعت حقیقیہ میں شمار کر دیا
اور احادیث کے موافق اعتقاد نہ رکھا اور اہلسنت وجماعت کی طریق سے انحراف کیا اور لامذہب لیم امیر الدین وغیرہ نے شخص
کے قول کو حجت جانتے ہیں پس مولوی اسمٰعیل ولامذہب لیم تمام مخالف احادیث ومخالف سبیل اہلسنت وجماعت
ہیں اور عجب ہے اس منت خود کو یہ لوگ عامل بحدیث کہتے ہیں ایسے ہی تجہ مدار کثیرہ ومبشر عشرہ کو بدعت حقیقیہ
میں شمار کرنا ضلالت وجہالت ہے شرح وقایہ میں جو مہر کی حدیث اسکی اصل ہونا بیان کر دی ہو چنانچہ عبارت شرح
وقایہ یہ ہے واصل المسئلة ان العقد العظیم الذی لا یتعرف احد طرفیه بتحریک الطرف الآخر

اذا وقعت النجاسة في احد جوانبه جاز الوضوء من الجانب الآخر ثم قدر هذا بعشر في

وانما قدر به بناء على قوله عليه السلام من حفر بيرا فله حولها اربعون ذراعا فيكون

لحريمها من كل جانب عشرة ففهم من هذا انه اراد آخر ان يحفر في حريمها بيرا يمنع

منه لانه يجذب الماء اليها وينقص الماء في البير الاولى وان اراد ان يحفر في حريم

بير بالوعة يمنع ايضا لسراية النجاسة الى بير الاولى وتنجيس مائها ولا يمنع فيما ور[اء]

الحريم وهو عشرة في عشرة فعلم ان الشرع اعتبر العشر في العشر في عدم سراية النجاسة

لو كانت النجاسة تسري يحكم بالمنع ثم المتاخرون وسعوا الامر على الناس وجوزوا الوضوء

في جميع جوانبه اس سے واضح ہو کہ رسول اللہ صلعم نے جو فرمایا ہے کہ جو شخص کنواں کھودے تو اوسکے [لیے]

چالیس گز اوسکی حریم ہوگی واسطے ہو اس حدیث میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ جمیع جوانب اربعہ ملاکر چالیس گز

تو ہر طرف سے دس دس گز ہوگئے تو معلوم ہوا کہ سرایت نجاست و انجذاب پانی کے بارہ میں دس دس گز ہر طرف

معتبر ہے اسقدر ہو تو سرایت نجاست کی نہیں ہوتی ہے ورنہ ہوتی ہے وہی حد اکثر کی ہے اس اعتبار پر یہ حدیث اصل

عشر فی عشر کی ہوگئی ہے اور دوسرا احتمال حدیث بیر حریم میں یہ ہو کہ ہر چار طرف سے چالیس چالیس گز حریم کو[ئی]

اور اسکو ہمارے ائمہ حنفیہ نے اصح کہا ہے تو یہ احتمال چاہتا ہے کہ حدیث مذکور اصل عشر فی عشر کی نہووے تو اوسپر بعضی [illegible]

علماء نے کہا ہے کہ جواب تمام نہیں ہوتا ہے اوپر قول صحیح کے تو اوسکے جواب میں علامہ چلپی حاشیہ شرح وقایہ کا اسی [illegible]

مذکور کے تحت میں یوں فرماتے ہیں کہ قال صاحب التسہیل اقول حریمها اربعون ذراعا من كل جانب

القول الاصح عن ائمتنا فلا يتم الجواب على القول الصحيح ونحن نقول ولو سلمنا صحة ما [illegible]

السائل عند بعض العلماء ولكن كفاية في الرجوع الى الاصل الشرعي عن قول بعض

لصحة كون الحريم عشرا في عشر لان المقصود كونه مثبتا اخذ العلماء في هذا الق[در]

ولا حاجة الى كونه اصح الاقوال على ان قول المصنف في كتاب احياء الاموات من كل

جانب في الاصح صريح في صحة القول الآخر فحينئذ يجمع ان يقال انه اصل شرعي [illegible]

عليه وايضا المتبادر من ظاهر قوله عليه السلام من حفر بيرا من حولها اربعون [illegible]

كونه عشرة من كل جانب كذا فهم من الزيلعي وتقريب الاكمل انتهى یعنی صاحب تسہیل نے

کہا ہے کہ کنوئیں کی حریم ہر جانب سے چالیس چالیس گز ہے بنا بر قول اصح ہمارے ائمہ کے پس موافق قول صحیح کے

الاتفاق کو جواب تام نہیں ہو تو اوسکا جواب یہ ہو کہ معترض نے جو کہا ہو اور اوسکا اگر اوسکا کہنا صحیح ہو تاہم ہمارے بیان میں نقص
تو ہم ہمارا یہ قول کہ جواب موافق قول صحیح عند الکل تام نہیں تو صحیح نہیں ہے کیونکہ ہر ایک طرف سے چالیس چالیس
گز ہم کو روی کی حدیث میں مراد ہونا قول اصح ہو اور اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہو نہ فاسد صحیح کا مقابل فاسد ہوتا ہو اور جو
صحیح کسی قول کو کہتا ہو تو وہ اسکے مقابل کے قول کا کہ وہ صحیح ہو موافق ہوتا ہو نہ مخالف تو جسنے اصح کہا ہوتا ہو تو وہ اس
صحیح کے مقابل کے قول کو صحیح مانتا ہو اور صحیح جسنے پڑھا وہ انکا اتفاق ہوتا ہو اور چالیس چالیس گز مراد ہونے کو ہمارے
علماء نے اصح فرمایا ہو نہ صحیح چنانچہ شرح وقایہ کی کتاب احیاء الاموات میں ہو ومن حفر بیرا فی موات باذن فله
حریمها للعطن والناضح اربعون ذراعا من کل جانب فی الاصح انتهی پر اسکا مقابل کہ چاروں طرف
سے چالیس گز حدیث میں مراد ہو کیونکہ ہر ایک طرف میں دس دس گز ہوتا ہو صحیح بالاتفاق ہو نہ فاسد جب یہ صحیح بالاتفاق
ہوا تو جواب موافق قول صحیح بالاتفاق کے تام ہو گیا اسکا ثبوت کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہو نہ فاسد اور صحیح کا مقابل فاسد ہوتا
ہے رد المحتار جلد اول صفحہ ۲۰۰ سے یہ عبارت ہو ان الاخذ بالصحیح اولی من الاصح لان مقابل الاول
فاسد ومقابل الثانی صحیح فقائل الاصح موافق قائل الصحیح دون العکس والاخذ بما
متفقا علی انه صحیح اولی انتهی پس بنا بریں کل علماء کے نزدیک جنکے نزدیک بھی جو ہر طرف سے چالیس چالیس
گز مراد ہونکو اصح کہتے ہیں اور انکے نزدیک بھی کہ اوسکے مقابل یعنی صحیح جواب اربعین فقط چالیس ہی گز ہر طرف سے دس دس
گز مراد ہونے کو صحیح فرماتے ہیں اصح کہنے والے بھی اوسکے موافق ہیں یعنی وہ اصح کہنے والے چالیس چالیس گز ہر طرف مراد لینے کو
دس دس گز مراد ہونے کی صحت کے منکر نہیں ہیں اور مخالف نہیں ہیں بلکہ موافق ہیں مذکورہ بالا کو تو موافق ایسے قول کا کہ کل علماء
کے نزدیک صحیح ہو جواب تام ہو گیا اور سائل معترض کا یہ کہنا کہ موافق قول صحیح بالاتفاق کے جواب تام نہیں تو صحیح نہ ہوا
بلکہ موافق صحیح بالاتفاق کے جواب کا تام ہونا ثابت ہو جیسا کہ معلوم ہوا اور بعد تسلیم اس امر کے کہ سائل نے ذکر کیا ہے کہ
کل علماء کے نزدیک صحیح نہیں ہو بعض کے نزدیک اوسکی صحت ثابت ہے ہم کہتے ہیں کہ ہمارے مدعا کے ثبوت کیواسطے اور
مقدار عشر فی عشر کے رجوع ہونے کیطرف اصل شرعی کا قول بعض علماء کا کہ مراد حدیث نبوی کی یہ ہو کہ ہر طرف سے دس دس
گز مراد ہونے کے واسطے کافی و وافی ہو یعنی بعض علماء کا قائل ہونا اس امر کا کہ صحیح یہی ہو کہ حدیث نبوی میں مراد صحیح جواب سے
گز مراد ہر چار طرف سے دس دس گز ہے جو ہمارے مدعا کے ثبوت کیواسطے کافی اسواسطے ہو کہ ہمارا مقصود اسقدر ہو کہ
حدیث نبوی کا منشا وہ نہ علماء کا جو عشر فی عشر کے مقدار کے بارہ میں وہ مقصود اسقدر سے ثابت ہو کہ بعض علماء اسکی صحت
کے قائل ہیں کہ ہر طرف سے دس دس گز مراد حدیث سے ہے اس مقصود کے حصول کیواسطے اصح اقوال ہونے کی کچھ حاجت نہیں

ہو علاوہ یہ کہ قول مصنف شرح وقایہ کا کتاب احیاء الموات میں من کل جانب فی الاصح صریح ہو رجح صحت قول دوسرے
کے (کہ وہ قول جمیع جوانب میں مجموعاً چالیس گز اور ہر طرف میں دس دس گز کا ہو اور صحیح ہو جسکی تقریر ابھی ہو چکی اور
گذری ہو) پس جبکہ دوسرے قول کی صحت قول مصنف سے صراحۃً ثابت ہوئی تو حدیث مذکور کی حق میں یہ کہنا کہ
یہ مقدار عشر فی عشر اصل شرعی کیطرف رجوع کرتی ہو صحیح ہو گیا اور نیز ظاہر قول آنحضرت صلعم کا یہی ہو کہ من حفر
فله حوله اربعون ذراعا یعنے جو کوئی کنواں کھودے تو اوسکے واسطے چالیس گز گرداگرد ہے میں متبادر
فہم اوسکا یہی ہو کہ ہر طرف سے دس دس گز ہیں (مثلاً کوئی شخص کہے کہ فلاں پہاڑ کے گرداگرد چالیس گاؤں یا فلاں
شہر کے گرداگرد چالیس قومیں ہیں یا فلاں امیر کے گرداگرد میں چالیس سوار چلتے تھے تو اس سے متبادر یہی ہو کہ جمیع
کے ملکر چالیس ہیں نہ یہ کہ ہر طرف سے چالیس ہیں ہاں کوئی قرینہ خلاف تبادر کا موجود ہو تو یہ مراد نہ ہوگی) یہ تقریر
بیان کر کے علامہ چلپی فرماتے ہیں کہ ایسے ہی زیلعی اور تقریر اکمل سے مفہوم ہوتا ہے اس تقریر علامہ چلپی سے جسکی تقریر اوپر
تفصیل و ایضاح کیساتھ گذری ہو یہ حدیث نبوی صلعم سے اصل شرعی معتد بہ کی طرف مقدار عشر فی عشر کا رجوع ہونا
ہو اور شبہات معترضین کے مدفوع ہوگئے اور اس قول محی السنہ کا کہ التقدیر بعشر فی عشر لا یرجع الی اصل
شرعی یعتمد علیہ بخوبی جواب ہوگیا اور لامذہبوں کا اور مولوی اسمٰعیل اور تمام لامذہب لوگ مقدار عشر
فی عشر کی تحدید کا بدعت حقیقیہ میں شمار کرنا مردود و باطل ہوگیا دیکھو محی السنہ جو شافعی المذہب ہیں اونھوں نے جو حنفیوں کے
مسئلہ تقدیر بعشر فی عشر پر جو اعتراض کیا تو فقط اسیقدر فرمایا کہ یہ تقدیر کسی اصل شرعی معتمد علیہ کیطرف رجوع نہیں
جسکا جواب صاحب شرح وقایہ نے دیا اور علامہ چلپی نے جو اس جواب پر شبہات تھے وہ دفع کر دیے اور محی السنہ شافعی رحمۃ
اس تقدیر کو بدعت حقیقیہ و محدثہ و ضلالات میں شمار نہیں کیا کیونکہ محی السنہ علماء محققین میں سے ہیں اور محققین مسائل
مختلف فیہا بین الحنفیۃ والشافعیۃ والماتریدیۃ والاشعریۃ کو بدعت حقیقیہ و محدثات و ضلالات میں شمار نہیں کرتے ہیں اور ایسے مسائل
کے سبب سے تضلیل نہیں کرتے ہیں اور لامذہب لوگ اور انکے پیشوا مولوی اسمٰعیل وغیرہ جو ایسے مسائل کو بدعت حقیقیہ و محدث
ضلالات ایسے مسائل کے قائلین کو مبتدعین و ضالین کہتے ہیں تو اسیواسطے کہ وہ خود مولوی اسمٰعیل وغیرہ لامذہب لوگ مبطلین
و متعصبین میں سے ہیں چنانچہ علامہ تفتازانی کی شرح مقاصد مطبوعہ مصر کی جلد ثانی صفحہ ۲۰۰ کی عبارت اوپر گذر چکی
اوسمیں علامہ تفتازانی نے تصریح کر دی ہو کہ ایسے مسائل مختلف فیہا بین الفریقین کے سبب سے محققین میں سے کوئی ایک
کو بدعت و ضلالات کیطرف نسبت نہیں کرتا ہو بخلاف مبطلین و متعصبین کے کہ وہ ایسا کرتے ہیں یہانتک کہ اختلاف فی الفروع
کو بھی مبطلین و متعصبین بدعت و ضلالات ٹھہراتے ہیں اتنا نہیں جانتے کہ بدعت مذمومہ تو وہ امر محدث ہو کہ جو زمانہ صحابہ میں

وتابعین میں باوجود نہ ہونے کے اوسپر کوئی دلیل شرعی دال ہووے اور جاہلوں میں سے ہیں وہ لوگ
جو کوئی چیز بفقدان زمانۂ صحابہؓ میں ہونے کے سبب سے بدعت مذمومہ ٹھہراوتے ہیں اگرچہ کوئی دلیل اوسکی
قبح پر دلالت نکرے پر تمام باتیں مولوی اسمٰعیل وغیرہ اور انکے مقلدین لامذہبیہ وہابیہ میں موجود ہیں
پس ان تمام کا مبطلین ومتعصبین وجاہلین میں سے ہونا علامہ تفتازانی کے کلام کے موافق ثابت
ہے ایسے ہی دوسرے اقوال مولوی اسمٰعیل کا حال جاننا چاہیے بخوف طوالت اونکا ذکر کرنا مناسب
نجانا اسکے بعد جو امیر الدین نے ابن تیمیہ کے کتاب فرقان میں اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان
سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ (امت کے پہلے لوگون اور اماموں نے اسپر اتفاق کیا ہو کہ ہر ایک شخص کا
قول لیا بھی جاتا ہو اور چھوڑا بھی جاتا ہو مگر رسول اللہ صلعم اور درمیان انبیاء علیہم السلام اور انکے غیر میں یہی فرق ہے
کہ جو انھون نے اللہ تعالی کی طرف سے خبر دی اور جو انھون نے حکم امر کیا اوسکی تابعداری ہمکو واجب
ہو اور اولیاء کی تابعداری ہر ایک حکم میں واجب نہیں ہو اونکی بات قرآن وحدیث کیطرف پیش کیجاتی ہو جو موافق
کتاب اللہ وحدیث کے ہو اوسکا ماننا واجب ہے اور جو مخالف کتاب اللہ کے ہو وہ مردود ہے خواہ کہنے والا اوسکا اولیاء
میں کیوں نہو اور نیز اوسمین (ابن تیمیہ کے کتاب فرقان میں) ہو کہ جو کوئی مخالفت کرے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ
کا نہیں ہو وہ اولیاء اللہ سے کہ جنکی پیروی کا اللہ نے حکم دیا ہے بلکہ ایسا شخص تو کافر ہوگا یا زیادہ کرنے والا
جہالت میں) اس کلام ابن تیمیہ حنبلی سے تقلید مقلدین ائمہ اربعہ کو کیا علاقہ ہے یہ تو بعض متصوفہ کا حال ہے
جو فی الواقع صوفی نہیں ہوتے ہیں اور خود کو بتکلف صوفی قرار دیتے ہیں اور مخالف قرآن وحدیث کے عقاید
رکھتے ہیں اور اعمال کرتے ہیں کہ بعض اون متصوفہ میں سے اباحیہ بھی ہیں اونکے حق میں یہ کلام ابن تیمیہ کا راست
ومستقیم ہو مقلدین ائمہ اربعہ کے حق میں اور جو صوفیائے کرام جو طریقت وحقیقت کو خادم شریعت کا فرماتے ہیں اور طریقت
وحقیقت کو مخالف شریعت کی بتانے کو جیسے بعض متصوفہ بتاتے ہیں اوسکو وہ صوفیہ کرام زندقہ فرماتے ہیں اون صوفیہ
کے حق میں بھی یہ کلام ابن تیمیہ کا ہرگز مستقیم نہیں ہو سکتا ہو لامذہبیہ اگر اس کلام ابن تیمیہ کو مقلدین ائمہ اربعہ کے حق
میں قرار دیتے ہیں تو یہ لامذہبیہ قسم کی ہٹ دھرمی وبے انصافی وجہالت وحماقت ہو کوئی دلیل و کوئی علامت وقرینہ
ودلالت نہیں کرتا کہ اس کلام ابن تیمیہ سے ائمہ اربعہ واونکے مقلدین مراد ہیں اگر یونہیں کہدینے سے ائمہ اربعہ ومقلدین
اولیاء درست ہو تو ہم بھی کہہ دیتے ہیں کہ اس قول ابن تیمیہ سے منکر وجوب تقلید ائمہ مراد ہیں اور یہ کلام ابن تیمیہ کا منکرین
تقلید کے بارہ میں ہو جو جواب لامذہبیہ دینگے اسی قسم کا جواب اسطرف سے دیا جاتا ہے دوسری یہ کہ بالفرض یہ ابن تیمیہ

کے اس کلام سے نعوذ باللہ مقلدین ائمہ اربعہ اور خود ائمہ اربعہ بدعتی ہیں تو یہ قول ابن تیمیہ کا قابل اخذ اور لینے کے نہیں ہے
کیونکہ خود ابن تیمیہ ہی کے قول سے ثابت ہے کہ ہر شخص کا ہر ایک قول لیا نہیں جاتا تو ہم ابن تیمیہ کا یہ قول نہیں لیتے اور اس
کلام ابن تیمیہ کو مقلدین ائمہ اربعہ کے حق میں حق و صحیح نہیں مانتے بلکہ ابن تیمیہ کو بھی مانند قول مولوی اسمعیل دہلوی کے
باطل و مردود جانتے ہیں اسواسطے کہ ائمہ دین کے اقوال سے اس زمانہ میں تقلید مذہب کا واجب اور اس مذہب معین سے
انتقال ناجائز ہونا اوپر معلوم ہو چکا ہے اونکے اقوال کے مقابلہ میں مولوی اسمعیل و ابن تیمیہ کا قول کون سنتا ہے اسکی
بعد جو امیر الدین نے فتح القدیر ابن الہمام رح کی جلد تیسری صفحہ ۴۹۰ سے یہ نقل کیا کہ دلیل خاص ایک معین مجتہد کے قول
پر عمل کو لازم پکڑنے سے اور اصل تقلید واجب ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ مقتضی دلیل تو یہی ہے کہ کوئی مجتہد ہو اوسکے قول
پر جس مسئلہ میں حاجت ہو عمل کیا جاوے ان المذہب الصحیح کو اسقدر فہم و انصاف کہاں جو علماء کے اقوال کی مراد سمجھ
کر پہچانیں اس قول ابن الہمام سے یہ کہاں معلوم ہوا کہ تقلید کے واجب ہونے پر اس زمانہ میں بھی کوئی دلیل نہیں ہے اور یا وجوب
دلیل نہیں ہونے کو اس زمانہ میں کوئی دلیل نہیں ہے اور باوجود کوئی عارض بھی ایسا موجود نہیں جس سے وجوب تقلید
ثواب ہوسکے یعنی ابن الہمام کا قول مذکور میں اگرچہ مذہب معین کی تقلید کی وجوب پر دلیل کے وجود کی نفی ہے لیکن اسکے
عارض کی نفی تو نہیں کہ جس سے اس زمانہ میں تقلید کا وجوب ثابت ہو اگر عارض کی بھی نفی ابن الہمام کے کلام میں ہوتی
مقصود المذہب الصحیح کا حاصل ہوتا جب عارض کی نفی نہیں تو مقصود المذہب الصحیح ثابت نہیں ان حمقا کو چاہیے کہ فتح القدیر
کی جلد ثالث صفحہ ۴۹۰ کو دیکھیں والوجہ فی ہذا الزمان ان یفتی بقولہما لان التارک لمذہبہ
عمدا لا یفعلہ الا لہوی باطل لا لقصد جمیل انتہی دیکھو قول ابن الہمام صفحہ ۴۹۰ والے سے ثابت ہے کہ اس
زمانہ میں تارک مذہب قصداً و عمداً ترک مذہب کرتا ہے باطل کی خواہش کے واسطے ہوتا ہے نہ قصد جمیل کے واسطے اور یہ واضح ہے کہ
ترک مذہب ہوی کے واسطے کرنا حرام ہے جب ابن الہمام کے قول سے صورت ترک مذہب کی واضح ہوئی اس زمانہ میں اس ہوی باطل
کا عروض کا سبب تو پہلا قول ابن الہمام کا قطع نظر عارض کی حالت میں ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ صرف دلیل کو دیکھا
جاوے اور عوارض سے قطع نظر کیجاوے تو مجتہد معین کی تقلید کی وجوب پر ابتداءً کوئی دلیل نہیں ہے اور اس قول سے واضح
ہوا کہ بسبب عروض ہوی باطل کے ترک مذہب ناجائز ہے جب ترک مذہب ناجائز ہوا تو استمرار و بقاء مذہب پر واجب ہوا
یعنی مذہب معین کی تقلید کا واجب ہونا یہ مطلب ابن الہمام کے کلام کا ہے لا مذہب بسبب بے علمی و سفاہت سے اور واقفی سمجھے
نہیں ہیں خلاف مقصود قائل کے مقصود قائل قرار دیکر غلط کرتے ہیں اسکے بعد جو کہا ہے امیر الدین نے کہ در مختار
مطبوعہ فاروقی دہلی صفحہ ۲۰ میں ہے کہ کلام نووی نے کہ دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ تعیین مذہب لازم نہیں بلکہ جس سے چاہے

جس سے اتفاق ہو فتویٰ پوچھ لے پھر سہل سہل نہ ڈھونڈھے اس کلام کا مطلب کبھی یہ رسالہ انصاف والا فہم نہ سمجھا اسکا بھی
وہی مطلب ہے کہ صرف دلیل فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون کو دیکھا جاوے اور عروض و عوارض
سے قطع نظر کیا جاوے تو یہ دلیل مطلق تقلید کے وجوب کو چاہتی ہے نہ مقید کو کہ وہ مذہب معین کی تقلید ہے لیکن عروض عارض
کے سبب سے تقلید مذہب معین کا وجوب ثابت ہے اور اس عروض عارض کے وقت میں وجوب تقلید مذہب کیطرف امام
نووی نے اپنے اس قول میں لكن من غير تلقط الرخص اشارہ کردیا جسکا ترجمہ امیر الدین نے یہ کیا کہ پھر سہل سہل نہ
ڈھونڈھیں اس کلام سے مفہوم ہوا کہ سہل سہل جب لوگ ڈھونڈھتے ہیں تو تعین مذہب کا عدم لزوم نہیں ہے اور سہل سہل ڈھونڈھنے
کے زمانہ میں تعین مذہب کا عدم لزوم مرتفع ہو جاتا ہے تو تعین مذہب کا لزوم آجاتا ہے اور اس زمانہ میں لوگ سہل سہل ہی ڈھونڈھتے
ہیں چنانچہ لامذہب لوگ بیس رکعت تراویح سے اسواسطے موڑا کہ آٹھ سہل ہیں اور رسول اللہ صلعم نے خلفاء راشدین
کی سنت پر عمل کرنیکا حکم دیا اور بیس رکعت میں عمل خلفاء راشدین کی سنت پر بھی ہو جاتا ہے لامذہب لوگوں نے بیس رکعت پر عمل
نہ کیا چنانچہ اوپر بخوبی مذکور ہوا ایسی سہل ڈھونڈھنے کو تو امام نووی منع فرماتے ہیں جیسے سہل اس زمانہ میں لوگ خصوصاً
لامذہب لوگ ڈھونڈھتے ہیں پس جب اس زمانہ میں سہل سہل ہی لوگ ڈھونڈھتے ہیں تو اس زمانہ میں موافق قول امام نووی
کے بھی تقلید امام معین کا وجوب ثابت ہے سبحان اللہ لامذہب لوگوں کو اتنی خبر نہیں کہ اس قول سے تو تقلید مذہب معین کا وجوب
ثابت ہے اور یہ اوس سے اپنی نادانی کے سبب سے عدم وجوب کا وہم فاسد کرتے ہیں اور شاہ صاحب کا قول رسالہ انصاف سے
اوپر گذر چکا ہے کہ دو سو برس کے بعد رواج تقلید مذہب معین کا ہوا ہے اور اس زمانہ میں یہی واجب تھا جس سے واضح ہے
کہ شاہ صاحب کے نزدیک بھی بعد دو سو برس کے تقلید مذہب معین کا واجب ہونا ثابت ہے پس عقد الجید کا مضمون جو امیر الدین
نے ذکر کیا ہے اوس سے یہ مطلب حاصل نہیں ہے کہ شاہ صاحب کی مراد اس سے عدم وجوب تقلید مذہب معین اس زمانہ میں ہے
بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب اسی عقد الجید کے صفحہ ۱۰۰ میں فرماتے ہیں والمرجح عند الفقهاء ان العامی المنتسب
الی مذهب له مذهب ولا يجوز مخالفته عبارت کو اول بھی ہمنے نقل کیا ہے جس سے واضح ہے کہ فقہاء کے نزدیک
ترجیح یہی ہے کہ عامی منتسب الی المذہب کو اپنے مذہب کی مخالفت جائز نہیں ہے پس روشن وہویدا ہے کہ صفحہ ۱۰۰ والا مضمون سے
نہ تو یہ مطلب حاصل ہے کہ شاہ صاحب مؤلف رسالہ کے نزدیک اس زمانہ میں تقلید مذہب معین واجب نہیں ہے کیونکہ اوس
رسالہ انصاف والے سے مذہب معین کی تقلید کا وجوب ثابت ہے اور صفحہ ۱۰۰ والا قول سے بھی فقہاء کے نزدیک وجوب تقلید
مذہب معین کا ثبوت ہے اور نہ امام نووی کے قول سے یہ ثابت ہوا کہ تقلید مذہب معین اس زمانہ میں واجب نہیں بلکہ اسکے
قول سے تو وجوب کیطرف اشارہ ہے چنانچہ معلوم ہوا پھر نقل کرنا اسی قول شاہ صاحب کو خلاف دانائی لامذہب لوگوں کا

واضلال کے سوا اور کیا کہا جاوے اسکے بعد جو امیر الدین معیار الحق مولوی نذیر حسین کی سے یہ نقل کیا کہ (حضرت
محبوب سبحانی غوث صمدانی حضرت سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ نے فتوح الغیب مین فرمایا ہو کہ کتاب و سنت کو پیش
ہماری نظر کر ان دونون مین ساتھ تامل اور فکر کے اور فریب مت کھا کسی کے قول قوی و ضعیف پر اور کلمات حضور
سے) اس سے ائمہ اربعہ کے مقلدین کی تقلید کا عدم جواز یا مذمت ہرگز مفہوم نہین ہوتی ہو مقلدین ائمہ اربعہ تو بلاشبہ قرآن
وحدیث کو ہی اپنا پیشوا بنایا ہو اور پیشوا بنانے کی یہی معنی ہین کہ اونکے موافق اعتقاد و عمل کرین مقلدین ائمہ اربعہ قرآن
حدیث کے موافق اعتقاد رکھتے ہین اور عمل کرتے ہین اور اسی واسطے کہ قرآن وحدیث کے موافق اعتقاد و عمل ہو مسایل
وحکمی جو قرآن وحدیث مین ہین جنکو غیر مجتہد کے فہم نہین پہنچتے ہو اور اونپر عمل کرنا بغیر اونکے معلوم ہوجانیکے ممکن نہین تو
اونکے معلوم ہوجانیکے واسطے تقلید ائمہ کی کرتے ہین یعنی کہ اونکے مسایل قرآن وحدیث جو بذریعہ اجتہاد کے ظاہر
کئے ہوئے قبول کرتے ہین اور انکی ایسی تقلید کرکے وہ مسایل قبول کرکے اونپر عمل کرتے ہین پس تقلید کرنے مین قرآن و
حدیث کو پیشوا بنایا ہو اگرچہ لامذہب لیسیم اپنی جہالت و نادانی و ضلالت کے باعث اسکو نہ سمجھین اسمین مقلدین کا کیا قصور
ہے پس فتوح الغیب کے قول سے ہرگز تقلید مقلدین ائمہ اربعہ کی مذمت ثابت نہین ہوتی دوسری یہ کہ ان لامذہب لیسیم کی عقلون
پر ایسے پردے پڑے ہوئے ہین کہ اس قول حضرت غوث قدس سرہ کو (نظر کر ان دونون مین ساتھ تامل و فکر کے) بالکل
غور نہین کرتے کہ محل تامل و فکر تو وہی آیات اور احادیث ہین کہ جنکے مسایل ظاہر نہین ہین اور بدون اجتہاد و قیاس کے
ذریعہ کے نہین معلوم ہوسکتے ہین اور مسایل جاننے کی بارہ مین تامل و فکر کرنا یہی اجتہاد اور قیاس کرنا ہو اور ہر ذی شعور
جانتا ہو کہ یہ تامل و فکر اجتہادی و قیاسی سوائے مجتہد کو اور کوئی ہرگز نہین کرسکتا ہو تو یہ فرمانا حضرت غوث قدس سرہ کا
فقط مجتہدین کے حق مین ہو نہ غیر مجتہدین کے حق مین اور مجتہدین کو ہی فرماتے ہین کہ کسی کے قول قوی و ضعیف سے فریب
مت کھاو لامذہب لیسیم نافہم و ناانصاف اسکو مقلدین ائمہ اربعہ کے حق مین پیش کرتے ہین اور ضال اور مضل بنتے ہین
اسکے بعد جو امیر الدین نے عقد الجید صفحہ ۲۳ سے یہ قول شاہ صاحب کا نقل کیا ہو کہ (بعض شخص مقلد ہوکر اپنے امام
کے قول کی پیروی کرتا ہو باوجودیکہ اسکا مذہب دلایل سے الگ ہو گویا کہ وہ امام پیغمبر ہے اور اسکی طرف مرسل ہو اور وہ
یہ سمجھے جدا ہو اور صواب سے دور ہو) یہ قول شاہ ولی اللہ کا نہین ہو بلکہ شاہ صاحب نے یہ قول عز بن سلام سے نقل کرتے ہین
اور ایسے متعصبین مقلدین کا حال عز بن سلام نے بیان کیا ہو جو اپنے امام کو اپنی طرف گویا نبی مرسل جانتے اور اسکی تقلید کرتے
تھے یہ مقلدین ائمہ اربعہ کے حق مین ہرگز مستقیم نہین ہو مقلدین ائمہ اربعہ صرف اپنے امام کو مبین احکام خدا اور رسول کا جانتے
ہین نہ اپنے امام کو معصوم و نعوذ باللہ من ذلک حاکم مانتے ہین اور نہ مانند مرسل کے اپنی طرف گمان کرتے ہین اور انکے حق مین یہ قول عز بن

سلام کو گمان کرنا لامذہب ہمہ جہالت وضلالت کی نشانی ہو ہم کہتے ہیں کہ لامذہب ہم مولوی اسمٰعیل و نحوہ کے قول کی اپنی تقلید
کرتے ہیں کہ گویا اوسکو نبی مرسل مانتے ہیں اوسکا قول اولہ قرآن وحدیث واجماع سے جو بعید ہو اوسکو نہیں چھوڑتے ہیں
پس قول عبد السلام کا لامذہب کے ہی حق میں مستقیم ہو نہ مقلدین ائمہ اربعہ کے حق میں جیسا جواب لامذہب ہم اسکا دینگے
ویسا ہی اسطرح سے جاننا چاہیے پھر اسکے بعد امیر الدین مقلد مولوی نذیر حسین نے یہ کہا کہ (امام شافعی وامام ابو حنیفہ
وامام احمد بن حنبل وامام مالک وتمام اہل حدیث وامام بخاری وامام مسلم منع کرتے گئے ہیں تقلید سے اور برا کہتے تھے
اور وصیت کرتے تھے کہ ہماری تقلید نہ کرنا اور نہ کسی کی) جواب اسکا ہمارے اقوال بالا میں گذر چکا ہو کہ جن مجتہدین
معتبرین نے تقلید سے منع کیا ہو تو مجتہدین کو جو رتبہ اجتہاد کامل کا رکھتے تھے کہ ہر مسئلہ استنباط کر سکتے تھے اوسکو تقلید سے
منع کیا ہو نہ غیر مجتہدین کو جو مسائل اجتہادیہ کو قرآن وحدیث سے استنباط کرنے پر قادر نہیں ہیں ایسے غیر مجتہدین مقلدین
کے حق میں تقلید سے منع کرنیکا گمان کرنا فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور واتبع سبیل من
اناب سے اعراض کرنا اور عاجزین عن الاجتہاد والاستنباط کو تکلیف اجتہاد واستنباط کی دینا ہو کیونکہ جب اونکے حق میں بھی
تقلید منع ہوئی اور بسبب وقوع حوادث کا حکم معلوم کرنے کی حاجت واسطے عمل کرنیکے اونکو ہوگی اور مسائل صریحہ قرآن و
حدیث کی میں ان حوادث کا جواب نہ ہوگا تو بالضرور مسائل مستنبطہ کی حاجت اور ضرورت ہوگی تو وہ بے مجتہدین کے مسائل
مستنبطہ کا قبول کرنا بر تقدیر منع ہونے تقلید کے ناجائز ہوا تو بھی شخص غیر مجتہد عاجز عن الاستنباط کو مکلف ساتھ استنباط و تخریج
مسائل ضرور ہوگا وہی تکلیف ما لا یطاق کو ساتھ مکلف ماننا ہوا اور وہ شرعا غیر جائز ہے لقولہ تعالیٰ لا یکلف اللہ
نفسا الا وسعہا یہ امر غیر جائز یعنے تکلیف ما لا یطاق لازم آتا ہے کہ غیر مجتہد کو تقلید مجتہد کے منع ہونے کا
وہم لامذہب ہم نے کیا اور جو چیز غیر جائز کا مستلزم ہے تو وہ بھی غیر جائز ہوتی ہو پس تقلید مجتہد سے غیر مجتہد کو منع کرنیکا وہم
لامذہب ہم کا باطل و ناجائز ہوا پس متعین ہوا کہ مجتہدین معتبرین کا منع کرنا اپنے یا دوسرے کی تقلید سے فقط مجتہدین کے
ساتھ خاص ہو اسکا مقلدین ائمہ اربعہ کو کب انکار ہو مقلدین ائمہ اربعہ تو خود کے حق میں اور اپنی مثل کے حق میں بسبب
عدم حصول اجتہاد وقیاس کے تقلید مجتہد معین کی واجب کہتے ہیں اسکو کسی مجتہد معتبر نے منع نہیں کیا ان لامذہب ہم
کی تمیز نہیں کہ اگر ائمہ اربعہ جیسی طرف نسبت منع کرنے تقلید کے یہ لامذہب ہم کرتے ہیں وہ غیر مجتہدین کو تقلید کرنے سے
منع کرتے تو اسقدر جزئیات وکلیات مسائل اور انکے قواعد وہ کیوں استنباط قرآن وحدیث سے کرکے اپنے شاگردوں
سے مدون وجمع کراتے جب انکے جزئیات مسائل مستنبطہ کی تقلید کرنی انکے نزدیک درست نہیں ہو تو یہ بیان کیوں جمع
انھوں نے کیا مرد ذی شعور منصف مزاج جانتا ہو کہ یہ اسی واسطے انھوں نے مسائل جمع کیے ہیں کہ غیر مجتہدین جو استنباط

مسائل قرآن وحدیث سے نہیں کر سکتے ہیں وہ ان مسائل پر عمل کرنا بسبب اونکی طرف سے غیر مجتہدین کو اپنے قول کو قبول
کی یعنی مجتہدین کو قول قبول کرنے کی اجازت ہو جب تقلید کرنیکی اجازت اونکی طرف سے ہوئی تو اونکے حق میں تقلید سے منع
کرنیکا وہم کرنا ہر صورت باطل و مردود ہو اور ثمرہ ضلالت و حماقت کا ہو اب یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ایک مجتہد مطلق کی
دوسرے مجتہد مطلق کو تقلید منع ہونیکا مسئلہ اتفاقی نہیں ہو بلکہ اسمیں بھی اختلاف ہے چنانچہ اوپر شرح فقہ اکبر ملا علی قاری
سے گذر چکا ہو کہ حضرت علی رض نے سیرت شیخین رض پر چلنا اور انکی تقلید کرنا قبول اسی واسطے نکیا کہ حضرت علی رض خود مجتہد مطلق
تھے اور شیخین رض بھی مجتہد مطلق تھے اور حضرت علی رض کے نزدیک ایک مجتہد مطلق کو دوسرے مجتہد مطلق کی تقلید کرنی
درست نتھا اور حضرت عثمان رض و عبد الرحمن بن عوف رض کے نزدیک ایک مجتہد مطلق کو دوسرے مجتہد مطلق کی تقلید
کرنا درست تھا اسیواسطے حضرت عثمان رض نے شیخین رض کی سیرت پر چلنا اور انکی تقلید کرنا قبول کیا اور حضرت عبد الرحمن
نے اسی پر بیعت اونسے یعنی عثمان رض سے کی پس صحابہ کو درمیان بھی اس مسئلہ میں اختلاف ہونا ثابت ہوا اور علامہ
غیاث الدین کا قول کتاب فوائد القواعد فی بیان اقسام المصالح والمفاسد میں فرماتے ہیں بہین وقد اختلف
العلماء فی جواز تقلید المجتہد المجتہد فاجازہ بعضہم لان الظاهر من المجتہدین انہم
اصابوا الحق فلا فرق بین مجتہد ومجتہد فاذا جاز للمجتہد اعتماد ماظنه من الادلة
جاز له اعتماد ماظنه مجتہد آخر ومنعه الشافعی رح وغیرہ انتہی اس عبارت سے ایک مجتہد کو دوسرے
مجتہد کی تقلید جایز ہونا بعض علماء کے نزدیک ثابت ہوا اور امام شافعی رح وغیرہ کے نزدیک ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید
منع ہو یہانتک اقوال امیر الدین مقلد مولوی نذیر حسین کے اقوال منقولہ از معیار الحق مولوی نذیر حسین کے جوابات تمام ہوگئے
اور جو جو اقوال علماء کے مولوی نذیر حسین نے اپنے معیار الحق میں اس مدعی کے ثبوت کیواسطے نقل کیے تھے کہ تقلید ایک امام
معین کی ائمہ اربعہ میں سے جائز نہیں ہو بلکہ حرام و شرک ہے اور ان اقوال کو امیر الدین مقلد مولوی نذیر حسین نے عوام کو
دھوکا دینے کو معیار الحق سے نقل کیے تھے اونکا حال معلوم ہوگیا کہ اون اقوال علماء سے ہرگز یہ مدعی فاسدہ کہ تقلید ائمہ اربعہ کی
ناجایز و حرام و شرک ہو ثابت نہیں ہو بلکہ اسکے برعکس تصریح سے ثابت ہوگیا کہ اس زمانہ میں تقلید ایک مجتہد معین کی غیر مجتہد کو
واجب ہو اور اس سے انتقال ناجایز ہو چند عبارات کتب معتبرہ کی اوپر گذر چکی ہیں اب یہاں سے عبارات علماء کی تقلید مجتہدین
صالحین کرنیکے بارہ میں ذکر کیجاتی ہیں وہ عبارتیں جو اوپر گذر چکی ہیں دوبارہ یہاں لکھ کر دیتے ہیں یہ فائدہ ہوگا کہ ایک
جگہ تمام عبارات علماء کی تلاش کرنے والوں کو مل جاوینگے مواضع متفرقہ میں دیکھنے کی حاجت نہوگی اور ہر ایک عبارت علماء کو اوسکے
الگ دلیل جواز تقلید کی بجانا چاہیے کہ غیر مجتہد کو مجتہد کی تقلید واجب ہونیکی دلیل علماء محققین وآیت فاسئلوا اهل الذکر

ان کنتم لا تعلمون فرمائی ہو کما قال السید السمہودی فی العقد الفرید ودلیل وجوب تقلید
غیر المجتہد مجتہدا قولہ تعالیٰ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنے غیر مجتہد کو مجتہد کی تقلید
واجب ہونیکی دلیل یہ قول خدا تعالیٰ کا ہو جسکا مطلب یہ ہو کہ اہل ذکر سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے ہو اگرچہ یہ آیت نازل
ہوئی ہو اس بارہ میں کہ مشرکین لوگ بشر کی رسول ہونیکو نہیں قبول کرتے تھے اور انکو یہ شبہہ ہوتا تھا کہ اگر خدا تعالیٰ کوئی رسول
ہماری طرف بھیجتا تو فرشتہ کو بھیجتا اور بہ نسبت مسلمانوں کے وہ مشرکین اہل کتاب کی بات کا زیادہ اعتبار کرتے تھے تو خدا تعالیٰ
نے فرمایا کہ اہل ذکر سے یعنے اہل کتب سماویہ و اخبار ماضیہ و اقعیہ جاننے والوں سے کہ وہ اہل کتاب ہیں پوچھو لیکن چونکہ لفظ
ذکر کا شامل ہو قرآن کو بھی چنانچہ خود قرآن میں وارد ہو انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اس آیت میں مراد
ذکر سے قرآن شریف ہے تو باعتبار عموم و شمول لفظ ذکر کے اہل قرآن کو بھی یہ آیت شامل ہو اور قاعدہ اصول کا ہو العبرۃ
لعموم اللفظ لا لخصوص السبب یعنے احکام شرعیہ قرآن و حدیث سے ثابت ہونے میں اعتبار عموم لفظ کا
ہو یعنے اگر لفظ قرآن و حدیث کا کسی چیز کو شامل ہووے اور اگرچہ وہ آیت قرآن یا حدیث اس چیز خاص کے حق میں نہ وارد
ہووے لیکن اوس لفظ کے مفہوم میں وہ چیز داخل ہووے تو اوس چیز کا حکم جسکے حق میں وہ حدیث وارد نہیں ہو لیکن وہ
مفہوم لفظ قرآن یا حدیث میں شامل ہو اسی آیت و حدیث سے ثابت ہو جاویگا پس بنا بریں آیت فاسئلوا اہل
الذکر الآیۃ اہل قرآن کو بھی شامل ہو اور اہل قرآن یعنے مسایل ظاہرہ و خفیہ تمام کی جاننے والے قرآن سے سوائے مجتہدین کے دوسرے
کوئی نہیں ہو اور جو لوگ قرآن کے ایسے مسایل جنکا جاننا اجتہاد و قیاس پر موقوف ہو نہیں جان سکتے ہیں تو وہ مفہوم
ان کنتم لا تعلمون میں داخل ہیں اور مفہوم ان کنتم لا تعلمون کو حق میں اہل ذکر سے سوال کرنیکا حکم قرآن
سے ثابت ہو پس آیت کا مفہوم یہ واضح ہو کہ غیر مجتہدین جو مصداق ان کنتم لا تعلمون کے ہیں وہ اہل الذکر یعنے
ایسے لوگ قرآن کے جاننے والے سے جو مسایل ظاہرہ و خفیہ قرآن کی قوت اجتہادیہ و قیاسیہ سے جان سکتے ہیں کہ وہ مجتہد
ہیں دریافت کریں پس آیت سے غیر مجتہد کو مجتہد کی تقلید کرنیکا واجب ہونا معلوم ہوا چونکہ فرق ضالہ روافض و
خوارج و معتزلہ وغیرہم کا مذہب و طریق پر چلنا اور خرق قرآن و حدیث سے منع ہو تو ان اور ان کے ماننے والے سب اہل ذکر سے جو
مجتہدین مفہوم میں واسطے تقلید کرنیکے تو وہ مقصود و مخصوص ہونگے سادات اہل السنۃ والجماعۃ پس مجتہدین اہل السنۃ
والجماعۃ کی تقلید کرنا آیت سے ثابت ہوا اسی طریق سے اسی واسطے ہمارے علماء محققین نے دلیل وجوب تقلید اس آیت
کو قرار دیا ہو چنانچہ سید سمہودی عقد الفرید میں فرماتے ہیں دلیل وجوب تقلید غیر المجتہد مجتہدا
قولہ تعالیٰ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون انتہی اور قول سید موسیٰ بن ابن طاؤس

كل زمانه مبين ومن لم يكن له قدرة وجب عليه اتباع من ارشده الى ما كلف به ممن هو من
اهل النظر والاجتهاد والعدالة وسقط عن العاجز تكليفه بالبحث والنظر لعجزه لقوله تعالى
لا يكلف الله نفسا الا وسعها ولقوله عز وجل فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون
وهي الاصل في اعتماد التقليد كما اشار اليه المحقق ابن الهمام انتہی اور کہا امام ساعاتی نے
نہایۃ الوصول الی علم الاصول میں المختار ان المحصل لعلم معتبر اذا لم يبلغ رتبة الاجتهاد يلزمه
التقليد قبل ان يتبين له صحة اجتهاده بدليله والا لم يجزه ما لم يكن كالعبادات
الخمس لنا فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون انتہی اور مسلم الثبوت وشرحہ لبحر العلوم میں ہے (غير المجتهد
المطلق) ولو كان عالما (يلزمه التقليد) لمجتهد ما (فيما لا يقدر عليه من الاجتهاد) بناء
على التجزي) في الاجتهاد (ويلزمه التقليد مطلقا فيما يقدر عليه وفيما لا يقدر
عليه بناء على القول بعدم التجزي وقد عرفت ان الحق هو الاول (وقيل انما يلزم التقليد
(العالم بشرط ان يتبين له الصحة بدليل) بان يظهر المجتهد له (لنا المجتهدون من
الصحابة وغيرهم) من التابعين (كانوا يفتون من غير ابداء المستند ويتبعون من غير
نكير) علماء كانوا او عواما وشاع ذلك وذاع (واستدل) على المختار (بقوله تعالى (فاسئلوا
اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون) انتہی مختصراً ان چاروں عبارتوں سے واضح ہو کہ غیر مجتہد کو مجتہد کی
تقلید واجب ہونے کی دلیل آیت فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ہے اور روافض اور خوارج
وغیرہم اہل ہوی کا مجتہدین کا اس آیت سے خارج ہونا اور فقط اہلسنت وجماعت کے مجتہدین کی تقلید کے وجوب کا ثبوت
اس سے ہوا اور حدیث صحیح سے اجماع اس امر پر ہو چکا ہے کہ صحابہؓ کی تقلید عوام کو کرنا منع ہے بلکہ عوام یعنے غیر مجتہدین ایسے
مجتہدین کی تقلید کریں جنکی مسایل خوب واضح و کھلے ہوے اور تفصیل کے ساتھ بغیر کسی قسم کے اجمال کے ہیں اور علحدہ علحدہ
بابوں و فصلوں مع ترتیب اصول و فروع جمع کئے گئے ہیں کہ جنکے مسایل بخوبی و آسانی معلوم ہو جاتے ہیں اور ان
مجتہدین کی مراد پر خوب واقف ہو کر عمل کرنا آسان و بلا تردد کے ہوتا ہے اور ایسے مجتہدین جنکے ایسے مسایل ہوں مجتہد سوائے
اربعہ امام ابوحنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے دوسرے معلوم نہیں ہوتے تو انھیں کی
تقلید کا جائز ہونا اور دوسرے کی تقلید کا سوائے ان چاروں کے منع ہونا واضح ہو چنانچہ بعض متاخرین نے دوسرے
کی تقلید سوائے ان چار کے منع ہونا فرمایا ہے پس بسبب اجماع ہونے کے مصداق آیت فاسئلوا اهل الذكر

اتہ کی یہی ائمہ اربعہ رحمہم اللہ ہو گئی اور اجماع مذکور کو علامہ سید سمہودی نے ابن الہمام سے اور ابن الہمام نے امام
فخر الدین رازی سے نقل کیا ہے علامہ سمہودی کی عبارت یہ ہے وقال المحقق الحنفیۃ الکمال بن الھمام
رحمہ اللہ تعالیٰ قال الامام ای فخر الدین الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ اجماع المحققین علی منع
العوام من تقلید اعیان الصحابۃ بل یقلدون من بعدھم الذین سبروا ووضعوا
ودونوا وعلی ھذا ما ذکرہ بعض المتاخرین من منع تقلید غیر الاربعۃ لانضباط
مذاھبھم وتقیید مسائلھم وتخصیص عمومھا ولم یدر مثلہ فی غیرھم لانقراض
اتباعھم وھو صحیح انتہی اور شاہ ولی اللہ صاحب کے عقد الجید میں ہے اعلم ان فی الاخذ
بھذہ المذاھب الاربعۃ مصلحۃ عظیمۃ وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدۃ کبیرۃ ونحن
نبین ذلک بوجوہ احدھا ان الامۃ اجتمعت علی ان یعتمدوا علی السلف فی معرفۃ
الشریعۃ فالتابعون اعتمدوا فی ذلک علی الصحابۃ وتبع التابعین اعتمدوا علی التابعین
وھکذا فی کل طبقۃ اعتمد العلماء علی من قبلھم والعقل یدل علی حسن ذلک لان الشریعۃ
لا تعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل لا یستقیم الا بان یاخذ کل طبقۃ عمن قبلھا
بالاتصال ولا بد فی الاستنباط من ان یعرف مذاھب المتقدمین لئلا یخرج عن
اقوالھم فیخرق الاجماع ویبنی ویستعین فی ذلک بمن سبق لان جمیع الصناعات
کالصرف والطب والشعر والحدادۃ والتجارۃ والصیاغۃ لا یتیسر لاحد الا
بملازمۃ اھلھا وغیر ذلک نادر بعید لم یقع وان کان جائزا فی العقل واذا تعین
الاعتماد علی اقاویل السلف فلا بد من ان یکون اقوالھم التی یعتمد علیھا مرویۃ
بالاسناد الصحیح او مدونۃ فی کتب مشھورۃ وان یکون مخدومۃ بتبیین الراجح من
المرجوح من محتملاتھا وتخصیص عمومھا فی بعض المواضع بجمیع المختلف فیھا و
تبیین علل احکامھا والا لم یصح الاعتماد علیھا ولیس مذھب فی ھذہ الازمنۃ
المتاخرۃ بھذہ الصفۃ الا ھذہ المذاھب الاربعۃ انتہی اس عبارت شاہ صاحب کا یہ مطلب ہے کہ
ان مذاہب کے پکڑنے میں بہت بڑی مصلحت ہے اور ان سے منہ پھیرنے میں بہت بڑا فساد ہے اور بیان اس کا یہ
ہے ایک ان وجوہ سے یہ ہے کہ امت محمدیہ نے اجماع کیا ہے اوپر اعتماد اور بھروسہ کرنے کے سلف پر

کے پہچاننے میں تابعین صالحین نے شریعت کے پہچاننے میں صحابہ پر اعتماد و بھروسا کیا اور تبع تابعین نے تابعین
اس امر میں اعتماد کیا و اسی طرح ہر طبقہ کے علماء نے اپنے ما قبل کے علماء پر اعتماد کیا جو شریعت کی پہچان حاصل
میں اور عقل بھی اسکے حسن و نیک ہونے پر دلالت کرتی ہے واسطے کہ شریعت کے معرفت و پہچان حاصل ہوتی ہے نقل
استنباط سے اور نقل درست و مستقیم اسی طرح ہوتی ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنے ما قبل کے لوگوں سے جو اس طبقہ سے متصل میں
سے صحابہ ما قبل ہیں لیکن تابعین صحابہ سے بالذات متصل ہیں کہ تابعین نے صحابہ سے ملاقات کی ہو صحابہ کے اقوال
کو اگرچہ تابعین نے نہیں پایا ہو کیونکہ سبب صحابہ کو تابعین پر قبلیت حاصل ہے لیکن اونکا آخر زمانہ تابعین نے پایا
آخر زمانہ میں اتصال اونسے تابعین کو حاصل ہو گیا ہو اور استنباط مسائل کا مستقیم اور درست ہونیکے واسطے یہ ضرور
مذاہب متقدمین کو پہچانے تاکہ استنباط سے ایسے مسائل نہ حاصل کرے جو تمام متقدمین کے اقوال کے خلاف ہوں جنکے
اجماع کی ہو کیونکہ متقدمین کا اقوال میں سے کسی کا قول ہو اور تاکہ استنباط موافق ہو اور پہچان مذاہب متقدمین کی اونکے
کی اعانت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ کل صناعات و پیشے مانند طب و شعرگوئی و آہنگری اور تجارت اور زرگری وغیرہ پیشوں
میں کسی کو بغیر ملازمت رکھنے کے اون پیشوں کے جاننے والونکے ساتھ اور بغیر اسکے کہ ایک مدت تک اونسے حاصل کرے
اور بغیر اس ملازمت کے اور بغیر حاصل کرنیکے اونسے ایک مدت تک حاصل ہو جانا نادر اور بعید ہے اور واقع نہیں ہوا
عقلاً جایز ہے جب متعین و مقرر ہوا کہ اعتماد و بھروسہ کرنا اوپر اقوال سلف علماء متقدمین کے ضرور ہوا کہ جن اقوال سلف
متقدمین پر اعتماد ہے وہ اقوال یا تو اسناد صحیح کے ساتھ منقول و مروی ہوں یا کتب مشہورہ میں مدون اور جمع کیے گئے
اور یہ بھی ضرور ہے کہ اون اقوال کا راجح و مرجوح اور تخصیص عام اون اقوال کی بعض مواضع میں بیان کیے گئے
مختلف فیہ جمع کیے گئے ہوں اور علل احکام کو بیان کیے گئے ہوں اگر ایسا حال اور ایسی خدمت اون اقوال کی نہ کی گئی
اون پر اعتماد و بھروسہ صحیح نہوگا اور کوئی مذہب مذاہب متاخرہ میں جو اس صفت کے ساتھ نہیں ہے سوا ان مذاہب
اربعہ کو حاصل ہے کہ جب اجماع امت کا اسپر ہوا کہ ایسے اقوال سلف پر اعتماد کرنا چاہیے جیسے مذکور ہوئے اور ایسے اقوال
کہ مذکور ہوئے ائمہ اربعہ کے ہی اقوال ہیں تو ان مذاہب متاخرہ میں تو ائمہ اربعہ کے ہی اقوال پر اعتماد و بھروسہ کرنے پر اجماع
ہے اور سوائے ائمہ اربعہ کے دوسرے مذہب کے عدم اعتماد پر اجماع ہے اور یہی اجماع اوپر اعتماد اقوال ائمہ اربعہ کے اجماع
اسپر کہ مراد اہل الذکر سے اب ائمہ اربعہ ہی ہیں کیونکہ اہل ذکر سے تو یہی ائمہ مصداق ہو سکتے ہیں جو لایق اتباع کے ہوں
لایق اتباع اس زمانہ متاخرہ میں سوا ائمہ اربعہ کے کوئی دوسرا نہیں ہے کیونکہ لایق اتباع ہونیکے واسطے مجتہدین
اقوال ایسے ہونے چاہییں جیسے اوپر مذکور ہوئے اور ایسے اقوال دوسرونکے نہیں تو دوسرے اس زمانہ میں

اتباع تھین اور ائمہ اربعہ کے دیسے اقوال ہیں جیسے اوپر مذکور ہوئے تو وہی ائمہ اربعہ لائق اتباع ہوئے نہ دوسرے پس
وہی ائمہ اربعہ مصداق آیت فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون کے ہوئے نہ دوسرے پس اس اعتبار
سے ائمہ اربعہ ہی مصداق و مراد آیت سے ہیں اگرچہ بالذات خصوص ائمہ اربعہ مراد نہیں ہیں کوئی عالم و مجتہد مطلقاً ہو
خواہ ائمہ اربعہ ہوں یا انکے غیر لیکن چونکہ باجماع علماء ربانی نزدیک مجتہدین لائق اتباع کے سوائے ائمہ اربعہ کے تو بالفعل
مصداق اہل ذکر کے اور مرجع واسطے تقلید کے ائمہ اربعہ ہی ہوئے نہ کوئی دوسرا علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار
میں فرماتے ہیں قال بعض المفسرین فعلیکم یا معشر المؤمنین باتباع الفرق الناجیة المسماة
باهل السنة والجماعة فان نصرة الله تعالیٰ وتوفیقه فی موافقتهم وخذلانه وسخطه ومقته
فی مخالفتهم وهذه الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی المذاهب الاربعة هم الحنفیون
والمالکیون والشافعیون والحنبلیون ومن کان خارجاً من هذه المذاهب الاربعة فی
ذلک الزمان فهو من اهل البدعة والنار انتهی جسکا مطلب یہ ہے کہ مجتمع ہو گیا ہو فرقہ ناجیہ یعنے فرقہ
اہل سنت والجماعت کا انھیں چار مذاہب میں و منحصر ہو گیا ہو انھیں چار مذاہب میں یعنے استقراء و تتبع و تلاش
کیا گیا تو صالحین محققین وغیرہم مومنین کو انھیں چار مذاہب کا متبع پایا اور بسبب استقراء و عادت کے سوا مذاہب
اربعہ کے کوئی طریقہ مختار صالحین کا نہ دیکھا اب اس زمانہ میں جو کوئی ان مذاہب اربعہ سے خارج ہوگا تو وہ اہل بدعت و
اہل نار سے ہوگا اور صاحب اشباہ والنظائر فرماتے ہیں من خالف الائمة الاربعة فقد خالف الاجماع
اس سے بھی مخالف ائمہ اربعہ کا مخالف اجماع کے ہونا واضح ہے اور تفسیر مظہری میں ہے فان اهل السنة والجماعة قد
افترق بعد قرون الثلاثة او الاربعة مذاهب ولم یبق فی فروع المسائل سوی هذه المذاهب الاربعة
فقد انعقد الاجماع المرکب علی بطلان قول من خالفهم وقد قال رسول الله صلعم لا تجتمع امتی
علی الضلالة وقال الله تعالیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا جسکا مطلب یہ ہے
کہ بعد قرون ثلثہ یا اربعہ کے اہل سنت و جماعت انہیں چار مذاہب پر متفرق ہو گئے ہیں اور سوا ان چار مذاہب کے جتنے مذاہب دوسرے
مجتہدین کے تھے اہل سنت و جماعت مذکورین نے ترک کر دئے اور وہ باتیں دوسرے مجتہدین کی سوا ائمہ اربعہ کے فروع مسائل میں باقی نہیں رہیں پس یہ جمع
ہو جانا تمام فرقوں اہل سنت و جماعت کا انہیں چار مذاہب میں اجماع مرکب ہے بطلان قول کا جو مخالف ائمہ اربعہ کا ہو کیونکہ اب بس نہ مذہب میں تمام
امت محمدیہ صالحہ کا طریقہ یہی مذاہب اربعہ قرار پایا ہے اور اسی پر امت محمدیہ کا اتفاق ہو گیا چنانچہ ثابت ہوا اس سے معلوم ہوا اور اس عبارت تفسیر امام [illegible]
سے یہی انعقد الاجماع علی عدم العمل بالمذاهب المخالفة للائمة الاربعة سے بھی یہی ثابت ہے کہ سوائے ائمہ اربعہ کے دوسرے مجتہدین کا مذہب [illegible]

اجماع ہو ظاہر ہی ہو کہ ابن الہمام کی مراد اجماع بسیط ہو نہ مرکب اگرچہ تفسیر مظہری سو اجماع مرکب واضح ہو اور حدیث لا تجتمع
امتی علی الضلالۃ سے واضح ہو کہ جسپر امت کا اجتماع ہووے وہ ہدایت ہو ضلالت نہیں ہو اب جو کوئی ان مذاہب
اربعہ کا مخالف ہوگا تو وہ ہدایت کا خلاف اور سبیل مومنین کا مخالف چلنے والا ہوگا اور بعزائے آیت ویتبع غیر سبیل
المؤمنین الآیہ کو مستحق دخول نار کا ہوگا اور گمراہ ہوگا پس جب اقوال معتبرہ سو واضح ہوگیا کہ امت صالحہ منحصر ہوگئی ہے
اس زمانہ میں انھیں چار مذہب میں اور باقی مذاہب کو اہل اجماع امت صالحہ نے ترک کر دیا ہو اور اجماع امت صالحہ کا خواہ کسی زمانہ
کا ہو محققین علما کے نزدیک حجت شرعیہ ہو اور اسی طرح ادلہ مثبتہ حجیت اجماع میں یہ بھی خصوصیت نہیں ہو کہ فلان زمانہ کے مجتہدین
کا اجماع حجت ہو اور فلان کا نہیں بلکہ ادلہ مثبتہ حجیت بھی عام ہیں تو اوس سے بھی یہی ثابت ہو کہ خواہ کسی زمانہ کے مجتہد ہوں اونکا اجماع
حجت ہو اور بعد زمانہ ائمہ اربعہ کے مجتہدین کا اجماع فعلی یا سکوتی و تقریری جو اس امر پر ہو کہ انھیں چار میں سے کسی کی تقلید کیجاوے
ہو اور باقی مذاہب کو ترک کر دیا ہو حجت شرعیہ ہو تو اب اہل ذکر کے مصداق جنکی تقلید کا حکم غیر مجتہدین کو ہی ائمہ اربعہ ہوئے پس ائمہ اربعہ
کے ہی تقلید کا حکم قرآن سو ثابت ہو اور اس زمانہ میں باوجود عدم حصول رتبہ اجتہاد کے ان چار میں سے کسی کی تقلید نہ کرنیوالے
جیسے لامذہب لوگ اس زمانہ میں ہیں مخالف حکم قرآنی فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون کی ہیں واضح ہو کہ اوپر
یہ گذرا ہو کہ محققین نے اجماع کیا ہو اوپر منع کرنے عوام کے تقلید صحابہ سے بلکہ عوام کو تقلید اسی ائمہ کی کرنا چاہیے جنھوں نے
مسائل مذہب و منقح و تخصیص اطلاقات و تخصیص عمومات وغیرہ کر دیا ہو اور ایسے مسائل سوائے ائمہ اربعہ کے دوسرے مجتہدین سے
اس زمانہ میں نہیں ہیں تو انھیں ائمہ اربعہ کی تقلید پر اجماع ہو اور یہ بھی گذرا ہو کہ اجماع منعقد ہوگیا ہو اسپر کہ جو مذاہب اربعہ کے
سوا مذاہب ہیں اونپر عمل نا جائز ہو تو اوس اجماع سے یہ مراد نہیں ہو کہ اجماع کرنے والے تمام مجتہدین مطلق ہیں اور اجماع میں
مجتہدین کا مطلق ہونا ضرور ہو فقط مجتہدین ہوں خواہ مطلق ہوں یا مطلق نہ ہوں کافی ہو مسلم الثبوت میں ہو اصطلاحاً
اتفاق المجتہدین من ہذہ الامۃ فی عصر علی حکم شرعی چونکہ مجتہدین کا لفظ عام ہو وہم ہوتا ہو کہ مجتہدین
مطلقین مراد ہوں اسلئے کہ وہی فرد کامل ہیں تو دوسرے محققین نے اس وہم کو دفع کیا اسلئے اجماع کی تعریف میں مجتہدین
کی جگہ لفظ اہل الحل والعقد ذکر کیا ہو اور اہل حل و عقد وہ لوگ ہیں کہ اونکی طرف دین حق کو پہنچنے والی ہو امور دین کا انحلال
و انعقاد ہوتا ہو خواہ وہ مجتہد مطلق ہوں یا غیر مجتہد مطلق کے ہوں قال العلامۃ ابن الساعاتی فی نہایۃ
الوصول الاجماع اتفاق جملۃ اہل الحل والعقد من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی عصر علی
واقعۃ ما لا اتفاق یعم الاقوال والافعال والسکوت والتقریر انتہی اس عبارت سے ایک تو
یہ بات ثابت ہوئی کہ اجماع کی تحقیق کیواسطے اتفاق اہل حل و عقد ایک زمانہ کا جنکا مجتہد مطلق ہونا ضرور نہیں ہو کافی

ہو دوسرے یہ اجماع منعقد ہو جاتا ہے کیواسطے اہل اجماع کا قول ہونا ضرور نہیں بلکہ فعل و سکوت و تقریر سے بھی اجماع ہو جاتا ہے
اس بیان سے دفع ہو گیا وہم فاسد پیشوا لامذہبیہم مولوی نذیر حسین کا جو معیار الحق میں اونہوں نے ظاہر کیا ہے اور اوسکو یہ ہے
فاسد کہ جواب اوس اجماع کا قرار دیا ہے جو تحریر ابن الہمام و اشباہ و النظائر و تفسیر مظہری سے اوپر منقول ہے اور وہ وہم فاسد یہ ہے
اجماع بسیط اوپر بطلان قول مخالف کے اسواسطے نہیں ہو سکتا ہے کہ اجماع کیواسطے ایک زمانہ اور مجتہدین ہونا ضرور ہے پس اگر
بطلان قول مخالف پر اجماع ائمہ اربعہ کا ہو تو یہ اسواسطے ممکن نہیں کہ ایک زمانہ اونکا نہیں ہے اور اگر اجماع ائمہ اربعہ کے مقلدین کا ہو تو وہ
مجتہدین نہیں اور اس وہم کا دفع اسطرح ہو گیا کہ بطلان قول مخالف ائمہ اربعہ کا اجماع کرنے والے ائمہ اربعہ نہیں بلکہ مقلدین ائمہ
ہیں جنکو کسی درجہ کا اجتہاد حاصل ہے اگرچہ مجتہد مطلق نہیں ہیں پس ایسے مقلدین مذکورین ایک زمانہ کے نے اجماع کیا ہے
پر کہ قول مخالف ائمہ اربعہ کے باطل ہے پس ایک زمانہ بھی ہوا اجماع کرنے والوں کا ثابت ہوا اور مقلدین جنکو کسی درجہ کا اجتہاد
حاصل ہے اونکا مجتہدین ہونا بھی ثابت ہوا اور اونکا اجماع بھی درست ہے کیونکہ مجتہد مطلق اجماع کیواسطے ضرور نہیں ہے اور معلوم
ہوا کہ ایسی ہی اجماع اوپر بطلان قول مخالف ائمہ اربعہ کے سے مراد اجماع مرکب ہو تو جو مولوی نذیر حسین نے اپنے زعم
میں باطل قرار دیا ہے تو اسواسطے باطل قرار دیا ہے کہ خود مولوی نذیر حسین نے اختلاف ائمہ اربعہ کو اجماع مرکب اونہی نے
قرار دیا ہے اور حال اونکا اونکے اختلاف کو اجماع مرکب اور بطلان قول مخالف ائمہ اربعہ کا عمل ائمہ سے قرار نہیں دیا ہے بلکہ ایک زمانہ
مجتہدین کا جو بعد ائمہ اربعہ کے پیدا ہوئے کہ کسی درجہ کو مجتہدین ہیں اگرچہ مجتہد مطلق نہیں انہوں نے اختلاف اختیار کرنے
مذاہب اربعہ کے سو اجماع مرکب اور عدم جواز اختیار کرنے قول آخر کے قرار دیا ہے پس اجماع بسیط و اجماع مرکب کا اور اس
کہ قول مخالف ائمہ اربعہ باطل ہی ثابت ہوا اور توہمات لامذہب ہم پیشوا نذیر حسین کے ساقط و باطل ہوئے اور محقق ہو گیا
مذہب ہم جو ائمہ اربعہ کی تقلید ترک کرکے اپنے فہم کے موافق جو قول و فعل کرتے ہیں وہ ہیں مخالف اجماع کے ہو کر اتباع غیر سبیل
مومنین کے کرکے مستحق عذاب نار کے ہوتے ہیں اس سے پہلے جو عبارات ائمہ دین کے تقلید مذہب معین کے وجوب کی بارہ
ہیں اونسے ایک مذہب معین کی تقلید کا وجوب معلوم ہوا اور اس بیان آخر سے یہ معلوم ہو گیا کہ سوا ائمہ اربعہ
کسی کے قول و مذہب پر اس زمانہ میں عمل درست نہیں ہے اب بیان سے اوس وجوب تقلید امام معین کی ذکر کیجاتی ہیں
جاننا چاہیے کہ عقد الجید شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی جو عبارات اس بارہ میں گذری ہے کہ مذاہب اربعہ کے پکڑنے
بڑی مصلحت ہے اور اونکے ترک و مخالفت میں بہت بڑا فساد ہے اوسکو شاہ صاحب نے چند وجوہ سے ثابت کیا ہے ایک
عبارت متعلق اوپر گذری ہے اور دوسری وجہ میں شاہ صاحب موصوف نے حدیث ابن ماجہ اتبعوا السواد
الاعظم پیش کی ہے اور عقد الجید میں عبارت شاہ صاحب کے مع شیء زائد کی یہ ہے وثانیہا قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم ولما اندرست المذاہب الحقۃ الا
الاربعۃ کان اتباعہا اتباعاً للسواد الاعظم وثانیہما ان الزمان لما طال وبعد العہد وضـ
الامانات لم یجز ان یعتمد علی اقوال علماء من القضاۃ الجورۃ والمفتین التابعین لاہو
حتی ینسبوا ما یقولون الی بعض من اشتہر من السلف بالصدق والدیانۃ والا
اما صریحاً او دلالۃ وحفظ قولہ ذلک ولا قول من لا ندری ہل جمع شروط الاجتہاد او
رأینا العلماء المحققین فی مذاہب السلف عسی ان یخرجوا فی تخریجاتہم علی اقوالہـ
فی الکتاب والسنۃ واما اذا لم نر منہم ذلک فہیہات وہذا المعنی الذی اشار الیہ عمر
الخطاب حیث قال یہدم الاسلام جدال المنافق بالکتاب وابن مسعود حیث قال
کان متبعا فلیتبع من مضی انتہی مذاہب اربعہ کے لیے اور پڑے میں مصلحت اور ترک میں فساد ہے
دوسری وجہ شاہ صاحب یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو کہ گروہ بڑے علماء کی اتباع کرو جب سوا ان چار
حقہ کے دوسرے مذاہب معدوم ہو گئے تو انھیں چار مذاہب باقیہ کے اتباع کرنا سواد اعظم کی اتباع ہوا اور تیسری دلیل
مذکور کی شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ بیان کی ہو کہ جب زمانہ دراز منقضی ہو گیا اور امانات داریاں لوگوں میں سے ضایع ہو گئیں
اعتماد کرنا علماء سوء اور قاضیوں اور مفتیوں خواہش نفسانیوں کے اتباع کرنے والوں کی اقوال پر ناجائز ہو گیا جب
اپنے اقوال کو صراحۃً یا دلالۃً ایسے متقدمین علماء کی طرف نسبت نہ کریں جو صدق اور دیانت و امانت میں مشہور و معروف ہیں
اونکے وہ اقوال جو اونکی طرف منسوب کیے جاویں محفوظ ہیں اور ایسے لوگوں کی اقوال پر بھی اعتماد درست نہیں ہو کہ جنکو
جانتے کہ وہ مجتہد کی شرطیں جمع تھیں یا نہیں پھر ہم مذاہب متقدمین کے محققین علماء کو دیکھیں تو قریب ہے
محققین سلف و متقدمین کے اقوال کلیہ و قواعد پر وہ تخریج مسائل جزئیہ کرتے ہیں یا استنباط قرآن و حدیث میں جو کرتے ہیں
اپنی تخریجات و استنباط میں تصدیق کیے جاویں جب یہ بات دیکھیں نہیں تو دوری ہو تصدیق کو اور حضرت عمر رض نے اپنے اس
میں کہ جدال منافق کی کتاب اللہ میں اسلام کو گرا دیتے ہیں اور ابن مسعود رض نے اپنے اس قول میں جو کوئی اتباع کرے
اون علماء کی اتباع کرے جو گذر چکے ہیں اسی طرف اشارہ کیا ہو اس مضمون شاہ صاحب سے خوب واضح ہو یہ ثابت ہو کہ ائمہ اربعہ کی
اس زمانہ میں سواد اعظم کی اتباع ہو جو حدیث میں مامور بہ ہے یعنی ائمہ اربعہ کی اتباع سواد اعظم کی اتباع ہونا شاہ صاحب
فرمایا اسی ہی جب طریقہ اکثر متاخرین صالحین اہل تقلید یہی قرار پایا کہ جمیع مسایل میں ایک ہی امام کی ائمہ اربعہ میں سے تقلید
ہیں اور بلا ضرورت اور بدون حصول رتبہ اجتہاد کے تقلید امام معین نہیں چھوڑتے ہیں اور اوس امام معین کے

ہیں اور تقلید امام معین کی عمل سواد اعظم کا ہوا اور سواد اعظم کے عمل کی اتباع بحکم حدیث اتبعوا السواد الاعظم
من شذ شذ فی النار مامور بہ اور واجب ہوئی تو تقلید امام معین کا بھی واجب ہوئی تو ترک اوسکا ناجائز ہوا اول
وجوب تقلید امام معین کی جانا چاہئے اور اگرچہ شاہ ولی اللہ صاحب کا قول ہے بعد دوسری صدی کے رواج مذہب
معین کا جاری ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن دوسری کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صدی گذر جانے سے قبل ہی رواج
تقلید امام معین کا ایسا جاری تھا کہ علماء صالحین جنکو کسی درجہ کا اجتہاد حاصل تھا سوائے اجتہاد علی الاطلاق کے وہ
تقلید امام معین ہی کیا کرتے تھے اور مخالفت اپنے امام سے نہیں کرتے تھے چنانچہ امام ابی یوسف اور امام محمد اور امام زفر و امام
حسن بن زیاد وغیرہم شاگردان امام ابو حنیفہ جنکو کسی درجہ کا اجتہاد حاصل ہونا واضح ہے وہ قسمیں کھا کر فرماتے ہیں کہ ہمنے
ابی حنیفہ رح کے قول کی مخالفت نہیں کی جو ہمنے کہا ہے وہ بھی امام ابی حنیفہ رح کی ہی روایت ہے چنانچہ علامہ شامی رد المحتار میں
لکھتے ہیں قال فی الولوالجیۃ من کتاب الجنایات قال ابو یوسف ما قلت قولا خالفت فیہ ابا
حنیفۃ رح الا قولا قد کان قالہ وروی عن زفر انہ قال ما خالفت ابا حنیفۃ فی شیء الا قد
قالہ ثم رجع عنہ فہذا اشارۃ الی انہم ما سلکوا طریق الخلاف بل قالوا ما قالوا عن اجتہاد
ورای اتباعا لما قالہ استاذہم ابو حنیفۃ رح وفی آخر الحاوی القدسی واذا اخذ بقول احد
منہم یعلم قطعا انہ یکون بہ آخذا بقول ابی حنیفۃ فانہ روی عن جمیع اصحابہ من الکبار
کابی یوسف ومحمد وزفر والحسن بن زیاد انہم قالوا ما قلنا فی مسئلۃ قولا الا وہو روایتنا
عن ابی حنیفۃ واقسموا علیہ ایمانا غلاظا فلم یتحقق فی الفقہ جواب ولا مذہب
الا لہ کیفما کان وما نسب الی غیرہ الا بطریق المجاز للموافقۃ ترجمہ امام ابو حنیفہ رح کے اصحاب جو
اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے وہ مخالفت اپنے استاد کے قول سے نہیں کرتے تھے اور جو قول بظاہر اونکے طرف منسوب ہے
وہ بھی امام صاحب کی ہی روایت ہے وہ قول اونکا اپنے اصحاب امام صاحب رح کا کہنا مجازا ہے وحقیقۃ فی الواقع وہ قول امام
پس جن لوگوں کو کوئی درجہ اجتہاد کا بالکل حاصل نہیں ہے فقط قرآن و حدیث کا ترجمہ حاصل ہونے سے انکو کیونکر گنجائش
ترک تقلید امام معین کی ہوگی ہرگز نہیں اور کسطرح انکو مخالفت امام کی جائز ہو بلا شبہ یاد رکھو کہ مخالفت کرنا اتباع ہوئے
خیالات ہے شاہ عبد العزیز صاحب کے بستان المحدثین کے صفحہ ۲۰ میں ہے کہ یحیی بن یحیی در ہر مسئلہ اتباع اجتہاد امام مالک کردہ
در چہار مسئلہ کہ مذہب لیث بن سعد مصری را اختیار میکرد یکے آنکہ قنوت در صبح دوم آنکہ بعد صلوات جائز نمیداشت دوم
آنکہ بیک شاہد و قسم مدعی اثبات حق درست نمیداشت سوم آنکہ درصورت نزاع زوجین تحکیم حکمین را واجب نمی نمود

چہارم انکو گراہ گرفتن زمین زرعی بحصول آن روا میداشت و مردم آن دیار بسبب کمال اعتقاد حضرت امام
درین مخالفت قلیل ہم پروا نمی کردند و انکار نمی نمودند انتہی اوس زمانہ میں اگرچہ تقلید مذہب معین نے بہت رواج
پایا تھا تب بھی ایسے بڑے جنکا تقوی وایک نوع کا مجتہد ہونا واضح ہو امام مالک رحمہ کے مذہب کے ہر مسئلہ میں تقلید کرتے
فقط چار مسئلوں میں بسبب اپنے اجتہاد کے اونکے مذہب سے انتقال طرف مذہب لیث بن سعد مصری کا کیا تب بھی اوس
کے علماء نے گرفت و مواخذہ کیا جب ایسے متبحر علماء اس درجہ کے مجتہدین ایک امام کے مذہب کی تقلید اوس زمانہ امانت د
والے میں کرتے تھے تو اس زمانہ ظہور خیانات و تلبیس و تلاعب میں کیونکر ایسے لوگ جو نہ عالم متبحر ہیں اور نہ کسی درجہ کا اج
حاصل ہو فقط ترجمہ دانی قرآن و بعض احادیث کا انکو حاصل ہو وہ بھی بعض کو نہ کل کو تو اونکو کس طرح ترک تقلید
معین اس زمانہ میں جائز ہو امام معین کی تقلید کرنے کو جب لامذہب ہم بدعت و شرک بتاتے ہیں تو معلوم نہیں کہ
شاگرد امام مالک رحمہ کو جو موطا امام مالک راوی ہیں کیا بتاوینگے یا اونکا تقلید کرنا امام مالک کا قبول نہ کرینگے اور شاہ ص
صاحب کو جھوٹا بتاوینگے اور جو شاہ ولی اللہ صاحب کے رسالہ انصاف سے گذر چکا ہو کہ بعد المائتین ظہر فیہ
التمذھب للمجتھدین باعیانھم وقل من کان لایعتمد علی مذھب مجتھد بعینہ وک
ھذا ھو الواجب فی ذلک الزمان یعنے دوسری صدی کے لوگوں میں مجتہد معین کا مذہب پکڑنا ظا
ہوا ہو اور ایسا شخص جو مذہب معین پر اعتماد نہ کرے کم تھا اور یہی مذہب معین کا پکڑنا اوس زمانہ میں واجب تھا اس ق
شاہ ولی اللہ صاحب سے بخوبی واضح ہو کہ بعد دوسری صدی کے سواد اعظم اور اکثر مومنین صالحین کا عمل یہی تقلی
کا کرنا ہو گیا تھا پس تقلید مذہب مجتہد معین کی کرنا عمل سواد اعظم کا ہونا شاہ صاحب کے کلام سے واضح ہوا اور عمل سوا
کی اتباع حدیث اتبعوا السواد الاعظم سے واجب ہونا ثابت ہو اسیواسطے شاہ صاحب نے اوس زمانہ میں مذہب
معین کا پکڑنا واجب فرمایا معلوم نہیں کہ تقلید مذہب معین کو حرام و بدعت ضلالت و شرک و شعبہ رفض بتانے والے شاہ
صاحب کو کیا بتاوینگے اور جو شاہ صاحب کے اقوال کو اپنے مدعی کے حجت بناتے ہیں بعض لامذہب ہم بیچارے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں
کہ یہ حدیث ضعیف ہو قابل حجت و دلیل بنے کی نہیں ہو تو اوسکا جواب آسان و سہل ہو کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے
حدیث کو دلیل و حجت اس امر کی بنایا ہو کہ مذاہب اربعہ کے پکڑنے اور لینے میں بہت بڑی مصلحت ہو اور انسے اعراض کرنے
فساد ہے چنانچہ شاہ صاحب کی عبارت عقد الجید سے اوپر گذر چکی ہو اگر یہ حدیث ایسی ضعیف ہوتی کہ قابل احتج
کے نہوتی تو شاہ ولی اللہ صاحب جنکے تم بہت بڑے معتقد ہو اولامذہب ہم کیوں اس حدیث کو حجت و دلیل بنا
مان لو ہم یہ کہدو کہ شاہ صاحب کو اسقدر بھی خبر تھی کہ یہ حدیث ضعیف ہو اور لائق دلیل بنانے کے نہیں

لامذہب لیجم کی بہت بڑی دوڑ یہ ہے کہ تقریب التہذیب و میزان الاعتدال سے جرح راوی کی نقل کر دیتے ہیں اور ہوتا یہ ہے کہ
جرح اور مؤلف میزان الاعتدال ذہبی کی تقلید کو واجب جانتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ اول یہ ضرور نہیں کہ جن لوگوں نے لکھا
ہے انہوں نے کسی راوی پر کوئی جرح کیا ہو تو وہ جرح صحیح بھی ہو بلکہ بہت جرحات غیر صحیح بھی ان لوگوں نے کی ہیں دوسری یہ کہ کیوں نہیں جائز
ہو کہ دوسرے محققین نے اس راوی کی تعدیل کی ہو اور تعدیل کرنے والے جارحین سے زیادہ ہوں اور تیسری یہ کہ حدیث کے ایک طریق
کا کوئی راوی ضعیف و مجروح ہو تو یہ ضرور نہیں کہ اس حدیث کا کوئی دوسرا طریق بھی نہیں ہو اور دوسرے طریق کی راوی
جرح سے سالم نہیں ہیں جائز ہے کہ وہ حدیث چند طرق سے مروی ہو اور کوئی طریق ایسا ہو کہ اس کے تمام راوی جرح سے سالم ہوں اور
چوتھی یہ کہ اس حدیث کے چند طرق میں سے کوئی طریق بھی ایسا نہ ہو کہ جرح سے سالم ہو تب بھی اس حدیث کا غیر قابل احتجاج
ہونا ضرور نہیں ہے کیونکہ یہ مسئلہ مشہور و معروف ہے درمیان محدثین کے کہ حدیث ضعیف بسبب تعدد طرق کے درجہ حسن کو
پہنچ جاتی ہے اور حدیث حسن قابل احتجاج ہے چنانچہ شرح سفر السعادت کے صفحہ ۵۰ مطبوع نولکشور میں ہے اسی بارہ میں ہے

حدیث کو

ابونعیم در حلیہ و حاکم در مستدرک و ابن منده و ضیاء در مختارہ از ابن عمر مرفوعاً آوردہ کہ ان اللہ لا یجمع هذه الامة
على الضلالة ابدا وان يد الله مع الجماعة فاتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ في النار
و روایت کردہ ابن ماجہ از انس مرفوعاً امت من جمع نشود بر ضلالات و چون ببینید اختلاف را پس لازم گیرید
سواد اعظم را و غیر این طرق بسیار آوردہ انتہی مختصراً اس عبارت سے اس حدیث کا چند طرق سے آنا واضح ہے اور چند طرق کی
حدیث ضعیف حسن لغیرہ و قابل احتجاج ہو جاتی ہے پس قابل احتجاج ہونا اس حدیث کا واضح ہے اور ہر طریق اس حدیث کا
ضعیف ہونا کچھ مضر نہیں ہے قابل احتجاج ہونے کو پانچویں یہ کہ اس حدیث کا معمول بہ ہونا نزدیک علماء کے ثابت ہے جب ہی شاہ صاحب
نے دلیل میں اسکو استعمال کیا اور حدیث کے موافق علماء عمل کریں تو وہی ہے نتیجہ حدیث کے موافق علماء کے عمل کرنے سے
بھی صحت حدیث کی ثابت ہو جاتی ہے فتح القدیر شرح ہدایہ مطبوع نولکشور کے جلد ثانی کے صفحہ ۲۰۰ میں ہے و مما یصحح
الحديث عمل العلماء على وفقه وقال مالك شهرة الحديث بالمدينة تغني عن صحة
سنده انتهى مختصر الغرض یہ حدیث اتبعوا السواد الاعظم قابل احتجاج ہی اور قول لامذہب لیجم کا
قابل نہ ماننے کے اور باطل و ساقط ہے پس اس حدیث کو دلیل وجوب تقلید امام معین کی اس زمانے میں بنانا صحیح
ہے اور مقلدین ائمہ اربعہ کو فتح و ظفر حاصل ہے اور لامذہب لیجم کو خذلان نصیب ہے انکے قول و عمل کا مخالف حدیث اور
صحیح ہو دلیل دوسری وجوب تقلید امام معین کی یہ جاننا چاہیے کہ جامع الرموز میں امام احمد بن حنبل سے منقول
ہے کہ جب ائمہ ثلثہ یعنی امام ابوحنیفہ اور صاحبین ایک مسئلہ میں متفق ہو جاویں تو ان کی مخالفت کسی کو جائز نہیں ہے

چنانچہ جامع الرموز کی کتاب القضاء میں ہو وسیجیٔ انہ لایقضی بما یخالف قول اصحابنا وفی الآداب
عن احمد بن حنبل اذا کان فی المسئلۃ قول العلماء الثلثۃ لم یسع لاحد ان یخالفہم انتہی اس
واضح ہو کہ امام ابو حنیفہ رح کی مذہب کے سوا کہ صاحبین بھی ہوویں مخالفت درست نہیں ہو یہی مذہب معین کی تقلید
واجب ہے چنانچہ دلیل تیسری وجوب تقلید امام معین کی یہ ہے کہ علامہ فخر الدین ابو الفتح بغدادی رح اپنی کتاب وصول میں کہتے
اما قولہم ان الصحابۃ ما کلفوا العوام تقلید واحد معین فانما جاز ذلک لانہ لم یظہر لکل امام
منہم من الاصول والقواعد ما یفی باحکام الحوادث والوقائع فانہم اشتغلوا بتوسیع الممالک
وخصہم اللّٰہ تم بتلک الفضیلۃ واتاح لمن بعدہم فضیلۃ تہذیب الاصول وتفریع المسائل
انتہی وھکذا فی العقد الفرید للسید السمہودی یعنے بعضے لوگ جو تقلید امام معین سے رجوع کرکے
جواز کی یہ وجہ لاتے ہیں کہ صحابہ رضی نے عوام کو ایک شخص معین کی تقلید کی تکلیف نہیں دی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ صحابہ
کے زمانہ میں جو انتقال ایک امام کی تقلید سے دوسرے امام کیطرف عوام کو جائز تھا تو اس عذر سے اس علت سے جائز تھا کہ زمانہ صحابہ
ہر ایک امام کو مسائل وصول و قواعد سے ظاہر کی حق نہیں ہوتی تھی جو تمام احکام حوادث و وقایع کو کافی ہوجاویں اسلئے کہ صحابہ
فتح شہروں اور ملکوں میں اور اسلام پھیلانے میں مشغول تھے خدا تعالیٰ نے انکو اس فضیلت کے ساتھ خاص کیا تھا تہذیب اصول
قواعد و تفریع المسائل اون اماموں کو میسر ہوا جو صحابہ رضی کے بعد ہوئے ہیں یعنے بسبب عذر مذکور یا علت مذکورہ کے صحابہ کے زمانہ
انتقال ایک امام کے مذہب سے عوام یعنے غیر مجتہد کو جائز تھا اب وہ عذر یا وہ علت مرتفع ہوگئی تو جواز انتقال ایک امام کے مذہب سے
دوسرے امام کی طرف باقی نرہا امام معین کے مذہب کی تقلید کا وجوب ثابت ہوگیا پس اس عبارت علامہ ابی الفتح بغدادی
کے سے اس زمانہ میں وجوب تقلید امام معین کا ثبوت ہوگیا دوسرے لا مذہب لوگ جو عوام کو یہ دھوکہ دیکر کہ صحابہ
کے زمانہ میں تقلید امام معین کی نہ تھی گمراہ کرتے ہیں اور خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اوسکا جواب بھی معلوم ہوگیا دلیل
وجوب تقلید امام معین کی وہی ہے جو اوپر ملا علی قاری کے رسالہ کی عبارت میں گذر چکا ہے کہ علماء محققین کی طرف سے عوام کو رخصتیں
ڈھونڈھنے اور تلاش کرنے سے روکنا ہے اور انکو تقویٰ کی لگام دینا ہے کیونکہ اونمیں سستی دین کے کاموں میں غالب ہوگئی ہے
رخصتوں اور آسانیوں کو لینا شرع سے خارج ہو جانے کیطرف پہنچاتا ہے اور سہارا میں رخصتیں نہ بھلائی جاویں
وہ اوسکو راستہ اختیار کرنے ممنوعات اور چھوڑنے واجبات کا ٹھہر لینگے یعنے جتنے ایسے امور کیطرف وسیلہ ہیں
کو بند کردینا اولیٰ ہے بلا شبہ امام معین کی تقلید واجب ہے جو کہ یہ ذریعہ اور وسیلہ کا طرف اختیار کرنے ممنوعات اور ترک
واجبات کی بند کردیا ہے چنانچہ اولی علم والا منصف آج بھی جانتا ہے دلیل پانچویں وجوب تقلید امام معین کی یہ ہے کہ

۴ مذہب کے

امام معین کے مذہب کا التزام کرکے پھر کوئی اوس مذہب سے انتقال کریگا تو لوگوں کے دلوں میں یہ مفسدہ پیدا ہونے کا خوف ہے
کہ یہ خیال کرینگے کہ بلاضرورت و بلا حصول درجۂ اجتہاد کے جو انتقال کرنے والے نے بعد التزام کے اوس مجتہد معین کے مذہب
سے انتقال کیا تو اوس مجتہد میں کچھ عیب و نقصان خلاف شرع کے ہے اور عیب مجتہدین صالحین میں قرار دینا اونکی تعظیم کرنے
کے خلاف ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے آیت انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلمآء میں ساتھ رفع لفظ اللّٰہ کے و نصب
لفظ علماء کے بھی ایک قرأت ہے اس قرأت کے موافق خشیت کے معنے تعظیم کے سمجھے جاتے ہیں اور معنے آیت کے یہ ہوتے ہیں کہ
خدا تعالیٰ تعظیم کرتا ہے اپنے بندوں میں سے علماء کی اور علماء کا فرد کامل مجتہدین ہیں تو آیت مذکورہ سے یہ ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ مجتہدین
کی تعظیم کرتا ہے چنانچہ تفسیر مدارک میں ہے وقرأ ابو حنیفۃ و عمر بن عبد العزیز و ابن سیرین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم
انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلمآء والخشیۃ فی ہذہ القرأۃ استعارۃ والمعنی انما یعظم اللّٰہ
من عبادہ العلمآء جب اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ علماء مجتہدین کی تعظیم خدا تعالیٰ کرتا ہے تو مجتہدین کے حق میں عیب و نقصان
کا گمان کرنا اس تعظیم کے مخالف ہونے کے سبب سے حرام و ناجائز ہوا اور اس حرام و ناجائز کی طرف مفضی اور پہنچانے والا
انتقال کرنا مذہب سے بعد التزام کے ہے اور مفضی الی الحرام حرام ہے تو انتقال مذہب سے حرام و ناجائز ہوا اس زمانہ میں خصوصاً جبکہ
بلاضرورت و بغیر حصول اجتہاد کے ہو جب انتقال مجتہد معین کے مذہب سے اس عارض کے سبب سے حرام ہوا
تو استمرار اوس ایک ہی مذہب پر واجب ہوا پس تقلید مذہب معین کا وجوب ثابت ہوا ایک کام فی نفسہ جائز درست
ہووے اور لوگوں میں اوسکے کرنے کے سبب سے مفسدہ پیدا ہونے کا خوف ہو تو شرع میں اوسکا ترک یعنے اوسکا نہ کرنا اور
اوسکے کرنے سے باز رہنا ثابت ہے چنانچہ جناب رسالتمآب صلعم نے کعبہ شریف کو اوپر اساس ابراہیم علیہ السلام کے بنانا چاہا تھا
لیکن نہ بنانے کا عذر یہی فرمایا حضرت عائشہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا کو خطاب کرکے کہ لولا حداثۃ قومک بالکفر لفعلت
یعنے اگر یہ بات موجود نہوتی کہ تمہاری قوم کفر کو چھوڑے ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے اور اونکے دلوں میں خلاف شرع گمان
پیدا ہوگا تو میں کعبہ شریفہ کو اوپر اساس ابراہیم علیہ السلام کے بنا دیتا اس حدیث کی تحت میں شرح موطا امام مالک رح
عبد الباقی زرقانی فرماتے ہیں فیہ ترک ما ہو صواب خوف وقوع مفسدۃ اشد واجتناب ولی
الامر ما یتسارع الناس الی انکارہ وما یخشی منہ تولد الضرر علیہم فی دین او دنیا وتالف
قلوبہم بما لا یترک فیہ امر واجب کمساعدتہم علی ترک الزکاۃ وشبہ ذلک وفیہ تقدیم
الاہم فالاہم من دفع المفسدۃ وجلب المصلحۃ وانہما اذا تعارض بدئ بدفع
المفسدۃ وفیہ سد الذرائع انتہی مختصراً یعنے اس حدیث نبوی سے ثابت ہے کہ جو چیز صواب ہے لیکن

ہو اور اوسمین خوف وقوع مفسدہ کا اشد ہو تو اوسکو چھوڑ دینا چاہیے اور جس چیز کو لوگ برا جانین اور انکار کرین اور جس
مین خوف ضرر و نقصان کا لوگونکے دین یا دنیا مین ہو تو اوس سے پرہیز کرنا چاہیے اور دفع مفسدہ اہم و مقصود تر ہے
کرنی مصلحت سے اور جب مفسدہ و مصلحت مین تعارض ہو تو دفع مفسدہ کا کرے اور اوسمین ہے دفع مفسدہ مین سد
ذرایع کا ہے پس اس سے بھی واضح ہو کہ ایسے مفسدہ سے جیسا کہ انتقال مذہب امام معین سے اس زمانہ مین پیدا ہونیکا خوف
ہے بلکہ پیدا ہوا واقع ہو کہ چنانچہ زمانہ حال مین لامذہب لوگ جو کچھ بھی پڑھے لکھے نہین ہین وہ حقارت مین ائمہ اربعہ اور اونکے
مقلدین صالحین علما پر لعن و طعن کرتے پھرتے ہین اور ظفر مبین ایک نے مسلم لاہوری کا نام ہو لامذہب لوگون نے طبع کرائی
ہے جسمین امام ابو حنیفہ رح کی خطاؤنکا شمار کیا ہے اور امام ابو حنیفہ رح کو مخالف حدیث کر بتایا ہے جس سے عوام کو دلونمین امام
ابو حنیفہ رح کے ساتھ بدگمانی اور مخالف شریعت کر جانا پیدا ہووے جو تعظیم کرنے کے مخالف ہو اور فی الواقع یہ اونھین
لامذہب لوگون حقارت کے عیوب و بے دینی کا ظہور ہے کہ مجتہدین پر طعن کرنا احادیث سے کبھی بھی ناجائز ہے چنانچہ اوپر نووی کی عبارت
سے گذر چکا ہے کہ یہی قرطبی کو جانے وقت اختلاف صحابہ رض مین واقع ہونیکا جسمین دونون فریق مین کسی پر طعن نکرنا آنحضرت
صلعم کا واضح ہے پر ظفر مبین حقارت کی اوسکے مخالف ہے اور اس حدیث سے مجتہدین پر طعن نکرنا ثابت ہے اور ظفر المبین مین
لامذہب لوگون نے طعن امام ابی حنیفہ رح کے کئے ہین یہ حدیث مذکور کی مخالف لامذہب لوگون نے کیا ہے بلکہ قرآن کی بھی خلاف کیا
کہ قرآن سے بھی تعظیم کرنا مجتہدین کی ثابت ہے اور لامذہب لوگ خلاف تعظیم کے اونکی عیب شمار کرتے ہین وہ بھی غیبت و تقیہ اور
ہے کہ وہ حقارا اس عیب کو عیب نہین جانتے ہین الفصول نے اسکا نام عمل بالحدیث رکھا ہے اور فی الواقع وہ ترک عمل بالحدیث
سے ہے برعکس نہند نام زنگی کافور پس ایسی بے تعظیمی مجتہدین کو خلاف قرآن کو اور خلاف حدیث سے ان حقارا مین
ترک تقلید امام معین کی سبب سے مروج ہوئی ہے بہت برا مفسدہ عظیم ہے جسکے سبب سے تقلید امام معین کا وجوب ثابت ہے
ہے دلیل چھٹی وجوب تقلید امام معین ہے کہ ملزم مین تقلید ائمہ مجتہدین کو بغیر حصول رتبہ اجتہاد اور بغیر ضرورت کے اس
زمانہ مین تقلید امام معین سے انتقال کرنے کا حکم دیا جاوے تو مسلمانون مین فتنہ و فساد ہونیکا حرام ہو ساتھ آیت لا تفسدوا
فی الارض بعد اصلاحہا وغیرہ اور فتنہ و فساد مسلمانو کا ہونیکا مثلا یہ صورت ہے کہ حنفی المذہب اپنی زوجہ کو
کر سفر کو جا کر مفقود الخبر ہو گیا اور دوسرے حنفی اوسکی زوجہ سے نکاح کرلینے کیواسطے مذہب امام مالک رح قبول کرکے بعد
چار برس اسکے بدون وقوع ضرورت شرعیہ اور بغیر رجوع کرنیکے طرف قاضی و حاکم مالکی المذہب سے اور اجراء اوسکے حکم کے
مفقود الخبر کی عورت سے نکاح کرلیا اور اسکے بعد یہ مفقود الخبر اوس عورت کا زوج آگیا اور وہ زوج اول زوج ثانی کو
یہ عذر کرنے لگا نے مذہب مالکی کیطرف انتقال کیا ہے کیونکر قبول کرلیگا اور کیونکر وہ اوسکے مرنے کو طیار نہوگا یہ فساد انتقال مذہب

سے کہ فتنہ پیدا ہو اس فتنہ و فساد سے بچنے کیواسطے ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہو کہ اگر ایسی ضرورت پیش آئے تو قاضی
وحاکم کیطرف رجوع کرے تو وہ اسکا نکاح کرا دے کہ قاضی وحاکم کے کئے ہوئے سے فتنہ و فساد کا خوف نہیں ہو حاکم کا خوف
کے باعث دلیل ساتویں وجوب تقلید امام معین کی یہ ہو کہ التزام کرلینا تقلید مجتہد معین کا عہد و میثاق ہو اتباع مجتہد معین کا
اور اتباع و تقلید مجتہد معین کی اگرچہ بالذات واجب نہ ہی بلکہ جائز و مباح ہی تھا ہی لیکن جب مقلد نے اس امر جائز و مباح
کا وعدہ مضبوط و عہد کیا اور اپنے اوپر لازم کرلیا تو پورا کرنا عہد کا اوسپر واجب ہو بقولہ تعالی والموفون بعهدهم اذا عاهدوا
اس آیت سے ایفاء عہد ثابت ہو تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کی تحت میں ہو ویندرج فيه ما يلتزم المكلف ابتداء
من تلقاء نفسه مما يكون بينه وبين الله تعالى كالنذر والايمان او بينه وبين رسول الله صلعم
كبيعة الرضوان بايعوه على السمع والطاعة في العسر واليسر والمنشط والمكره وعلى ان لا يقولوا
على الله الا الحق اينما كانوا ولا يخافون في امر الله لومة لائم او بينه وبين الناس واجبا كعقود
المعاوضات او مندوبا كالمواعد اس عبارت کے اول جملہ (ويندرج فيه ما يلتزم المكلف ابتداء من
تلقاء نفسه مما يكون بينه وبين) واضح ہو کہ عہد میں جسکا ایفاء کرنا اس آیت سے ثابت ہو وہ چیز بھی داخل ہے
کہ مکلف اپنی طرف سے ابتداءً اپنی اور خدا کے درمیان التزام کرے پس یہ صادق ہو التزام مذہب امام معین پر بھی کیونکہ وہ بھی
مکلف نے کہ مقلد ہو اپنے طرف سے اپنے اور خدا کے درمیان التزام کیا ہو پس اسکا ایفاء بھی واجب ہوا اور تقلید امام معین
کا وجوب ثابت ہوا التزام کر لینے میں اور عبارت نیشاپوری میں جو اس جملہ کے بعد نذر وغیرہ کو ذکر کیا ہو تو یہ فقط بطور مثالون
کے ہو چنانچہ لفظ (كالنذر) سے بطور مثال کے اسکا ذکر کرنا واضح ہو نذر وغیرہ کی مثال دینا اس امر کا مقتضی نہیں ہے
کہ سوائے ان مذکورات کے اور کوئی مثال اسکی نہیں ہو پس اس التزام کا عہد مذکور في الآية میں داخل ہونا بھی اس عبارت
نیشاپوری سے معلوم ہوگیا اور ایفاء عہد کرنا بھی اسی سے واجب ہوا آٹھویں دلیل وجوب تقلید امام معین کی یہ ہے
کہ مکلف نے التزام کرنے میں اپنے طرف سے التزام کر لیا مذہب امام کا بھی داخل ہو جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہو اور یہ التزام مذکور
بھی عہد میں داخل ہو اور عہد یعنی پیمان اور وعدہ مضبوط کا پورا کرنا اس دوسری آیت اوفوا بالعهد ان العهد
كان مسئولا سے مامور بہ و واجب ہوا واضح ہو تو اس دوسری آیت سے بھی تقلید امام معین کا وجوب ثابت ہو اور
دلیل اور ہو وجوب تقلید امام معین کی اس اعتبار سے کہ وہ آیت اور بھی اور یا اور ہو اور تفسیر کبیر میں تحت اس آیت
اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا کی ہو واعلم ان كل عقد تقدم لاجل توثيق الامر
وتوكيده فهو عهد فقوله واوفوا بالعهد نظير لقوله تعالى يا ايها الذين آمنوا اوفوا بالعقود

ويدخل في قوله او بالعقود كل عقد من العقود كعقد البيع والشركة وعقد اليمين و
وعقد الصلح وعقد النكاح وحاصل القول فيه ان مقتضى هذه الآية ان كل عقد و
عهد جرى بين انسانين فانه يجب عليهما الوفاء بمقتضى ذلك العقد والعهد الا اذا
دليل منفصل على انه لا يجب الوفاء به اوسکے بعد چند آیات و احادیث ایفاء عہد وجوب پر دلالت کر
والے اور عقود کی صحت پر دلالت کرنے والے بیان کرکے امام رازی فرماتے ہیں فجميع هذه الآيات والاخبار د
على ان الاصل في البيوعات والعهود والعقود الصحة ووجوب الالتزام اس عبارت امام
سے واضح ہو کہ آیات و احادیث اسپر دلالت کرتے ہیں کہ اصل بیوع اور عہود و عقود میں صحت و وجوب التزام ہے پس مقل
نے جب اپنے اور اپنے امام معین کے مذہب پر چلنیکا عہد پیمان کیا اور التزام کیا تو یہ عہد و پیمان مقلد کا بھی ایک عہد و پیمان ہے جسکی صحت
و وجوب التزام کا ثبوت ان آیات و احادیث سے واضح ہوا پس تقلید امام معین کا واجب ہونا ثابت ہو گیا اور نیز دلیل
تقلید امام معین کی وجوب کی یہ ہے کہ یہ التزام کر لینا عہد و پیمان ہے اور جو عہد پورا نہ کرے تو اوسکے حق میں حدیث نبوی میں
لا ايمان لمن لا امانة له ولا دين لمن لا عهد له یعنے اوس شخص کا ایمان کامل نہیں ہے جسمیں امانت نہیں
اور اوس شخص کا دین کامل نہیں ہے جسمیں پورا کرنا عہد کا نہیں اور نفی کمال دین کے واجب ترک کرنے کے سبب سے
ہے جس سے واضح ہے کہ عہد پورا کرنا واجب ہے اور جہاں مقلد نے تو التزام مذہب امام معین کا کیا ہے وہی عہد ہے تو
پورا کرنا بحکم حدیث مذکور واجب ہوا تو تقلید امام معین کی واجب ہوئی واضح ہو کہ حنفی و شافعی شمار ہونا فقط اسیقدر
ہو جاتا ہے کہ طریقہ و مذہب امام ابی حنیفہ یا امام شافعی کی اجمالا تصدیق کر لی اور اسکا اجمالا التزام کرلے کہ جمیع مسائل
ابی حنیفہ یا شافعی کے وقت حاجت کے اختیار کرونگا اور حنفی یا شافعی ہو جانیکے واسطے یہ ضرور نہیں کہ جمیع مسائل امام
کے یا امام شافعی کے جان لے جیسے نحوی و صرفی ہونیکے واسطے قدر معتد بہا کا جاننا نحوی ہونیکے واسطے ضرور ہو
پر عمل کرنے میں قیاس کرنا بعض کا حنفی یا شافعی ہونے کو نحوی و صرفی ہونے پر قیاس مع الفارق ہے اور یہ کہنا
نہیں ہے کہ عامی کا مذہب ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ مذہب تو اسی شخص کا ہوتا ہے جسکو ایک نوع کی نظر و بصیرت مذہب
حاصل ہو یا مذہب اوس شخص کا ہوتا ہے جسنے کوئی کتاب فروعات مذہب میں پڑھی ہو اور اپنے امام کے قواعد کو جان
اور جو ایسا نہ ہو تو فقط اسیقدر کہدینے سے کہ میں حنفی یا شافعی ہوں حنفی یا شافعی نہیں ہو جاتا ہے جیسے کوئی فقہ
نحو جانے اور کہدے کہ میں فقیہ اور نحوی ہوں تو فقیہ و نحوی نہیں ہو جاتا ہے ویسے ہی بغیر جانے فروعات مذہب اور قواعد
یا بغیر حصول نظر و بصیرت کے مذہب حنفی یا شافعی نہیں ہو جاتا ہے پس ضعف سخن تقریر کی ہے اور ایسا کہا ہے او

وقد دخل في قوله اوفوا بالعقود كل عقد من العقود كعقد البيع والشركة وعقد اليمين وال
وعقد الصلح وعقد النكاح وحاصل القول فيه ان مقتضى هذه الآية ان كل عقد
عهد جرى بين انسانين فانه يجب عليهما الوفاء بمقتضى ذلك العقد والعهد الا اذا
دليل منفصل على انه لا يجب الوفاء به اور کئی بعد چند آیات و احادیث ایفاء عہد وجوب پر دلالت کرنے
والے اور عقود کی صحت پر دلالت کرنے والے بیان کرکے امام رازی فرماتے ہیں فجمیع هذه الآیات والاخبار د
علی ان الاصل فی البیوعات والعهود والعقود الصحة ووجوب الالتزام اس عبارت امام راز
سے واضح ہو کہ آیات و احادیث اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اصل بیوع اور عہود و عقود میں صحت و وجوب التزام ہے پس مقل
نے جو اپنے اور اپنے امام معین کا مذہب پر چلنے کا عہد و پیمان کیا اور التزام کیا تو یہ عہد و پیمان مقلد کا بھی ایک عہد و پیمان ہے جسکی صحت
و وجوب التزام کا ثبوت ان آیات و احادیث سے واضح ہوا پس تقلید امام معین کا واجب ہونا ثابت ہو گیا اور یہ دوسری دلیل
تقلید امام معین کی وجوب کی یہ ہے کہ یہ التزام ایسا عہد و پیمان ہے اور جو عہد پورا نہ کرے تو اوسکے حق میں حدیث نبوی میں
لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له یعنے اوس شخص کا ایمان کامل نہیں ہے جسمیں امانت نہیں ہے
اور اس شخص کا دین کامل نہیں ہے جسمیں پورا کرنا عہد کا نہیں اور نفی کمال دین کے واجب ترک کرنے کے سبب سے
ہے جس سے واضح ہوا کہ عہد پورا کرنا واجب ہے اور یہاں مقلد نے تو التزام مذہب امام معین کا کیا ہے وہی عہد ہے تو اسکا
پورا کرنا بحکم حدیث مذکور واجب ہوا تو تقلید امام معین کی واجب ہوئی واضح ہو کہ حنفی یا شافعی شمار ہونا فقط اسیقدر سے
ہو جاتا ہے کہ طریقہ و مذہب امام ابی حنیفہ یا امام شافعی کی اجمالاً تصدیق کر لی اور اسکا اجمالاً التزام کرے کہ جمیع مسائل اجت
ابی حنیفہ یا شافعی کو وقت حاجت کے اختیار کرونگا اور حنفی یا شافعی ہو جاتا ہے واسطے یہ ضرور نہیں کہ جمیع مسائل امام
کے یا امام شافعی ہو کے جان لے جیسے نحوی و صرفی ہوتے ہیں واسطے قدر معتد بہا کا جاننا نحوی ہونے کے واسطے ضروری ہے
پر عمل کرنے میں قیاس کرنا بعض کا حنفی یا شافعی ہونے کو نحوی و صرفی ہونے پر قیاس مع الفارق ہے اور یہ کہنا بھی صحیح
نہیں ہے کہ عامی کا مذہب ہوتا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ مذہب تو اسی شخص کا ہوتا ہے جسکو ایک نوع کی نظر بصیرت مذہب کی
حاصل ہو یا مذہب اوس شخص کا ہوتا ہے جسنے کوئی کتاب فروعات مذہب میں پڑھی ہو اور اپنے امام کے قیاسات کو پہچانا ہو
اور جو ایسا نہ ہو تو فقط اسیقدر کہدینے سے کہ میں حنفی یا شافعی ہوں حنفی یا شافعی نہیں ہو جاتا ہے جیسے کوئی فقہ و نحو
نہ جانے اور کہدے کہ میں فقیہ و نحوی ہوں تو فقیہ و نحوی نہیں ہو جاتا ہے ویسے ہی بغیر جانے فروعات مذہب اور عقائد
کے یا بغیر حصول نظر و بصیرت کے مذہب حنفی یا شافعی نہیں ہو جاتا ہے یہ معنی شذوذ نظر کی ہے اور ایسا کہا ہے اوسکو

شبہ ووہم ہوگیا ہو کہ حنفی و شافعی ہونا بھی مانند کسی علم کے عالم ہونیکے ہو جیسا کہ نحوی و صرفی و فقیہ فقہ و نحو و صرف
کے علم جاننے والے کو کہتے ہین ایسے ہی حنفی شافعی بھی امام ابی حنیفہ و امام شافعی کے مسایل فروعات کے علم جاننے والے کو
کہتے ہین اور حال اگرچہ غلط ہو حنفی شافعی ہونا امام ابحنیفہ اور امام شافعی کے مذہب کے مسایل جاننے پر موقوف نہین ہو بلکہ
اونکے مذہب کیطرف اپنے کو منسوب کرنیسے اور اونکے مذہب کی اتباع و تقلید کا التزام کرنیسے اور بوقت حاجت کے اونکے جمیع
مسایل پر چلنے کا عہد و پیمان کرنیسے حنفی شافعی ہوجاتا ہو اور ایکے واسطے اونکے مسایل کا علم اسوقت مین ضرور نہین ہے
جیسے فقیہ و نحوی و صرفی ہونیکے واسطے علم فقہ و علم نحو و علم صرف جاننا ضرور ہے پس حنفی شافعی ہوجانے کو فقیہ و نحوی
و صرفی پر قیاس مع الفارق و غیر صحیح ہو بلکہ حنفی شافعی فقط تصدیق و اقرار اور عہد و التزام سے ہوجاتا بمنزل اوسکے ہو
کہ جیسے کوئی ایمان لانے والا وقت ایمان لانے کے کہے کہ مین جمیع ماجاء بہ النبی صلعم کو مانا اور اس جمیع ماجاء بہ النبی صلعم
کے ماننے کے طریق کو اختیار کیا تو فقط اسیقدر سے وہ مسلمان ہوجاتا ہو اور ایکے واسطے جمیع ماجاء بہ النبی صلعم مین بصیرت
حاصل ہوجانا یا جمیع ماجاء بہ النبی صلعم کے مسایل تفصیلا حاصل ہوجانا ضرور نہین ہو پس ایسے ہی حنفی شافعی ہونیکے
واسطے مسایل فرعیہ مذہب امام کے مین نظر و بصیرت حاصل ہونا ضرور ہو اور نہ مسایل مذکورہ کی کتاب پڑھنا ضرور
ہے فقط عہد و پیمان اور اقرار کرنیکا اختیار کافی ہو دسوین دلیل وجوب تقلید امام معین پر بھی قول امام ابن الہمام
کا ہو جو فتح القدیر سے اوپر مذکور ہو وہ یہ ہو والوجہ فی ہذا الزمان ان یفتی بقولہما لان التارک
لمذہبہ عمدا لایفعلہ الا لہوی باطل لا لقصد جمیل اس سے ثابت ہو کہ اس زمانہ مین ترک
کرنے والا مذہب کو مذہب ہوی باطل کے سبب سے ترک کرتا ہو اور یہ ظاہر ہے کہ ہوی باطل کے سبب سے مذہب کا ترک کرنا
حرام ہو اور اس زمانہ مین ترک مذہب حرام ہوا تو مذہب پر استمرار و دوام واجب و لازم ہوا پس تقلید مذہب معین کا
وجوب ثابت ہوا دلیل گیارہوین وجوب تقلید کی روایت علامہ شرنبلالی کی ہو اور بارہوین دلیل روایت علامہ قاسم
کی ہو اور تیرہوین دلیل روایت ابن الغرس کی ہو اور چودہوین دلیل روایت صاحب بحر کی ہو یہ تمام روایات درمختار
کے اس مسئلہ کے تحت مین جو کتاب القضا مین ہو قضی فی مجتہد فیہ بخلاف رأیہ ای مذہبہ
مجمع و ابن کمال لاینفذ مطلقا ناسیا او عامدا عندہما والائمۃ الثلثۃ وبہ یفتی مجمع
وقایہ و ملتقی وقیل بالنفاذ یفتی وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی قضی من لیس
مجتہد الحنفیۃ زماننا بخلاف مذہبہ عامدا لاینفذ اتفاقا وکذا ناسیا عندہما ولو قید
السلطان بصحیح مذہبہ کزماننا تقید بلا خلاف لکونہ معزولا عنہ انتہی علامہ شامی

نے ردمحتار میں نقل کی ہیں عبارت علامہ شامی کی یہ وقال الشرنبلالی فی شرح الوهبانیة محل الخلاف فیما اذا لم یقید علیه السلطان القضاء بصحیح مذهبه والا فلا خلاف فی عدم صحة حکمه بخلافه لکونه معزولا عنه اهـ قلت وتقیید السلطان لم یبق له غیر قید لما قاله العلامة قاسم فی تصحیحه من ان الحکم والفتوی بما هو مرجوح خلاف الاجماع اهـ وقال العلامة القاسم فی فتاواه ولیس للقاضی المقلد ان یحکم بالضعیف لانه لیس من اهل الترجیح فلا یعدل عن الصحیح الا لقصد غیر جمیل ولو حکم لا ینفذ لان قضائه قضاء بغیر الحق لان الحق هو الصحیح وما وقع من ان القول الضعیف یتقوی بالقضاء المراد به قضاء المجتهد کما بین فی موضعه اهـ وقال ابن الغرس واما للمقلد المحض فلا یقضی الا بما علیه العمل والفتوی اهـ وقال صاحب البحر فی بعض رسائله اما القاضی المقلد فلیس له الحکم الا بالصحیح المفتی به فی مذهبه ولا ینفذ قضاؤه بالقول الضعیف ومثله ما قدمه الشارح اول کتاب القضاء وقال وهو المختار للفتوی کما بسطه المصنف فی فتاواه وغیره وکذا ما نقله بعد سطر عن الملتقط ردمحتار کی عبارت کا یہ مطلب ہو کہ اگر قاضی خلاف مذہب اپنے کے خواہ بھول کر یا عمدًا حکم کرے تو اوسکا حکم امام ابی یوسف اور امام محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک نافذ و جاری ہوگا اور اسی پر فتوی ہو مجمع و درر و قایہ و ملتقی میں ایسی ہی ہو اور شرح وہبانیہ میں ہو کہ ایسا شخص جو مجتہد نہیں ہو جیسے ہمارے زمانہ کے علماء حنفیہ ہیں وہ اپنے مذہب کے مخالف عمدًا حکم کرے تو وہ حکم جاری ہوگا اتفاقًا اپنے جاری ہونے پر اتفاق ہو امام صاحب کا موافق ایک روایت کے اور صاحبین کا اور نا سہوًا یعنے بھول کر مخالف اپنے مذہب کے حکم کرے تو صاحبین کے نزدیک جاری ہوگا اور اگر سلطان نے قاضی کے حکم کرنے میں یہ قید لگا دی ہو کہ قاضی حکم کرے ساتھ صحیح مذہب اپنے کے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہو تو اوسکا حکم کرنا مقید ہو جاویگا بغیر خلاف کے کیونکہ مخالفت حکم سلطانی سے کرنے میں قاضی معزول ہو جاتا ہو جیسا اس عبارت درمختار سے ثابت ہوا کہ مخالف اپنے مذہب کے حکم کرنا قاضی کو درست نہیں ہو تو قاضی کو موافقت اپنے مذہب کی کرنا واجب و ضرور ہوئی اس سے بھی وجوب تقلید امام معین کا ثبوت ہوا لہذا رد المحتار کی عبارت کا مطلب جانا جائے جسمیں روایات مذکورہ وجوب تقلید امام معین کا بیان ہو رد المحتار کی عبارت کا بیان یہ ہے کہ شرنبلالی نے کہا ہو شرح وہبانیہ میں کہ محل خلاف کا درمیان امام صاحب اور صاحبین کے یہ ہو کہ اپنے مذہب کے

خلاف قاضی حالت نسیان مین حکم کرے تو جاری ہوگا یا نہین اوس صورت مین ہو کہ جب سلطان قاضی پر قید صحیح مذہب
کے موافق حکم دینے کی لگادے اور سلطان جو قید لگادے کہ اپنے صحیح مذہب کے موافق حکم دے تو اوسکا حکم مخالف مذہب اپنے
کے دینے کی عدم صحت مین خلاف نہین ہو روایت شرنبلالی کی ہو جس سے مخالف مذہب کا حکم دینے کی عدم صحت کا ثبوت ہے
جس سے واضح ہو کہ موافق مذہب اپنے کے حکم دینا واجب ہے یہی تقلید مذہب معین کی ہو اب اسکے آگے علامہ شامی فرماتے مین کہ
سلطان کے ساتھ مقید کرنا کچھ قید نہین ہو کیونکہ علامہ قاسم نے اپنی تصحیح مین کہا ہو کہ حکم اور فتوی دینا روایت و قول مرجوح
پر خلاف اجماع کے ہو یہ روایت علامہ قاسم کی ہو کہ حاکم و قاضی کا حکم دینا اور مفتی کو فتوی مرجوح پر دینا ناجائز ہو جب مرجوح
پر فتوی و حکم ناجائز ہوا تو راجح پر حکم اور فتوی دینا لازم اور ضرور ہوا اور اس سے تجاوز درست نہین ہو تو مذہب و طریق
اور قول معین کی اتباع و تقلید کا لزوم و وجوب ثابت ہوا اور علامہ قاسم نے اپنے فتاوے مین فرمایا ہو کہ قاضی مقلد کی واسطے
جائز نہین ہو کہ قول ضعیف کے ساتھ حکم دے کیونکہ قاضی مقلد اہل ترجیح مین سے نہین ہو اور اسکا مڑنا قول صحیح سے قصد غیر
جمیل کے لئے ہی ہوتا ہو اس روایت علامہ قاسم سے قاضی مقلد کو قول صحیح پر ہی حکم دینا ضرور و لازم ہونا ثابت ہوئی وجوب تقلید
امام معین کی ہو کیونکہ اوسکو جب اپنے مذہب کے قول ضعیف پر حکم دینا درست نہوا اور قول صحیح سے انتقال کرنا اوسکو طرف قول
ضعیف کی بھی اگرچہ وہ قول ضعیف بھی اوسکے ہی مذہب اوسکے ہی امام کا ہو درست و جائز نہین ہو تو دوسرے مذہب کی
طرف اوسکو انتقال کیونکر جائز ہوگا ہرگز نہین پس روایت علامہ قاسم کے سے وجوب تقلید امام معین کا ثبوت ہوگیا اگر قاضی
مقلد قول ضعیف پر حکم کر دیگا تو حکم نافذ نہوگا کیونکہ حکم کرنا اوسکا قول ضعیف پر حکم بغیر حق کے ہو کیونکہ حق وہ صحیح ہو اور یہ
کہا ہو کہ قول ضعیف قاضی کے حکم کرنے کے سبب سے قوی ہو جاتا ہو تو وہ اوس حکم سے مراد جس سے قول ضعیف قوی ہو جاتا ہو وہ قاضی
مجتہد کا حکم مراد ہو جیسا کہ اپنے محل مین بیان کر دیا گیا ہو اب آگے روایت ابن الغرس کی ہو کہ ابن غرس نے کہا ہو کہ مقلد محض حکم کرے گا
اوس قول کے ساتھ حکم کرے کہ جسپر عمل اور فتوی ہو اس روایت ابن الغرس سے بھی واضح ہو کہ سوائے اوس قول کے جسپر عمل و
فتوی ہو مقلد کو حکم دینا درست نہین ہو پس اس سے یہی واضح ہو کہ جب اپنے ہی مذہب کے قول غیر مفتی بہ پر حکم دینا اوسکو جائز نہین ہو
کیونکہ وہ قول غیر مفتی بہ بھی اسکے ہی مذہب کا قول ہو تو اپنے مذہب سے جو مذہب غیر ہے اوسکے موافق حکم دینا بطریق اولی درست نہین
پس مذہب معین کی تقلید کا وجوب ثابت ہوا اور صاحب بحر کی روایت یہ ہو کہ صاحب بحر نے بعض رسائل مین فرمایا ہو کہ قاضی
مقلد کا حکم دینا نہین ہو مگر ساتھ قول صحیح مفتی بہ مذہب اپنے کے اور قول ضعیف کے ساتھ حکم دیگا تو جاری نہوگا اس سے
تقلید امام معین کا ثبوت ہو پس عبارت ردالمحتار کی روایتون شرنبلالی و علامہ قاسم اور ابن الغرس و صاحب بحر
وجوب تقلید امام معین کا ثبوت ہوگیا اب یہ بھی جاننا چاہئے کہ جیسے ان روایتون سے قاضی مقلد کو حکم دینا قول مرجوح

وضعیف پر ناجائز ہونا ثابت ہو ایسے ہی مفتی کو فتوی دینے کا عدم جواز قول مرجوح وضعیف پر بھی ناجائز ہونا ثابت ہو
قاضی اور مفتی دونوں کا ایک ہی حال ہو اس بارہ میں درمختار کی اس عبارت سے واضح ہو حاصل ما ذکرہ الشیخ
فی تصحیحہ انہ لا فرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم بہ وان
الفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع انتہی پندرھویں دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت علا
شرنبلالی کی ہو چنانچہ علامہ شامی رد المحتار کی جلد اول کے صفحہ ۵ میں تحت اس قول درمختار کے جو اس پندرھویں
سے پہلے جو فاصلہ ہے نقل کیا ہے فرماتے ہیں وکذا العمل بہ لنفسہ قال العلامۃ الشرنبلالی فی رسا
العقد الفرید فی جواز التقلید مقتضی مذہب الشافعی کما قالہ السبکی منع العمل بالقول
المرجوح فی القضاء والافتاء دون العمل لنفسہ ومذہب الحنفیۃ المنع عن المرجوح حتی لنفسہ لکون
صار منسوخا اھ وقیدہ البیری بالعامی ای الذی لا رای لہ یعرف بہ معنی النصوص حیث قال ھل
یجوز للانسان العمل بالضعیف من الروایۃ فی حق نفسہ نعم اذا کان عامیا فلم ارہ لکن مقتضی
تقییدہ بذی الرای انہ لا یجوز للعامی ذلک قال فی خزانۃ الروایات العالم الذی یعرف معنی
النصوص والاخبار وھو من اھل الدرایۃ یجوز لہ ان یعمل علیہا وان کان مخالفا لمذہبہ
لکن ھذا فی غیر الموضع الضرورۃ فقد ذکر فی حیض البحر فی بحث الوان الدماء اقوالا ضعیفۃ
ثم قال وفی المعراج عن فخر الائمۃ لو افتی مفت بشیء من ھذہ الاقوال فی مواضع الضرورۃ
طلبا للتیسیر کان حسنا وکذا قول ابی یوسف فی المنی اذا خرج بعد فتور الشہوۃ لا یجب
الغسل ضعیف واجاز العمل بہ للمسافر والضیف الذی خاف الریبۃ کما سیاتی فی
فذلک فی مواضع الضرورۃ انتہی یعنی ایسے ہی مرجوح وضعیف کے ساتھ عمل کرنا اپنے نفس کے واسطے بھی د
نہیں ہے جیسے فتوی و حکم دینا دوسرے کو ضعیف و مرجوح پر درست نہیں ہے اور علامہ شرنبلالی نے اپنے رسالہ عقد الفرید
ہو کہ مقتضی مذہب شافعی کا یہ ہو کہ حکم و فتوی دینا تو قول مرجوح پر منع ہو لیکن خود عمل مرجوح وضعیف پر کرنا منع
اور مذہب حنفیہ کا یہ ہو کہ خود بھی عمل مرجوح وضعیف پر کرنا منع ہو بسبب ہو جانے مرجوح کے اور ضعیف کے منسوخ اور
نے خود اپنے نفس کے واسطے عمل ضعیف پر ناجائز ہونے کے واسطے قید عامی کی لگائی ہے یعنی ایسے شخص کو جسکو ایسی رائے
نہیں ہے کہ جسکے سبب سے معنی نصوص کو جان سکے خود عمل ضعیف و مرجوح پر اسکو کرنا منع ہے اور خزانۃ الروایات میں
عالم معنے نصوص واخبار کے پہچانے والا اور اہل درایت سے بھی ہو یعنی کوئی درجہ اجتہاد کا بھی اوسکو حاصل ہو تو اوس

ضعیف و مرجوح ہو اگرچہ مخالف اور کے مذہب کی سو درست ہے علامہ شامی بہ قول خزانۃ الروایات کا ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ یہ تو
غیر موضع ضرورت میں ہے کہ غیر مجتہد کو ضعیف پر عمل درست نہیں ہے اور مجتہد کو درست ہے بحر الرائق میں خون حیض کی رنگت کے
بحث میں جو لائمہ سے منقول ہے کہ کوئی مفتی مواضع ضرورت میں ان اقوال میں سے اقوال ضعیفہ پر فتویٰ دیوے تو اچھا ہے علامہ
شامی فرماتے ہیں کہ امام ابی یوسف کا یہ قول جو منی کی بارہ میں ہے کہ بعد سستی شہوت کے منی نکلے تو غسل واجب نہیں ہوتا
ہے یہ قول ضعیف ہے اسپر عمل کرنا مسافر کیواسطے اور مہمان کیواسطے جو اپنے حق میں لوگوں کے شک و شبہ کرنیسے خوف کرے تو
علماء نے جائز فرمایا ہے اور یہی مواضع ضرورت میں سے ہے یہ مطلب عبارت علامہ شامی کا جسمیں شرنبلالی کی رسالہ عقد الفرید کی
بھی عبارت ہے اس سے واضح ہے کہ غیر مجتہد کو اور غیر مواضع ضرورت میں مرجوح و ضعیف پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اس سے وجوب
تقلید امام معین کا ثبوت ہو گیا اس قول علامہ شامی سے واضح ہے کہ مواضع ضرورت میں اقوال ضعیفہ پر عمل درست ہے اسی
واسطے آخر میں فرماتے ہیں (وذلك من مواضع الضرورة) جس سے واضح ہے کہ تقلید مذہب معین اور صحیح و مرجح ہے اور
انتقال بلا ضرورت یا بلا حصول رتبہ اجتہاد درست نہیں ہے پس اس قول سے چند سطور کے بعد جو علامہ شامی نے یہ فرمایا ہے وحاصل
ما ذكره انه ليس على الانسان التزام مذهب معين وانه يجوز له العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه
مقلدا فيه غير امامه مستجمعا شروطه ويعمل بامرين متضادين في حادثتين لا تعلق لواحد
منهما بالاخرى وليس له ابطال عين ما فعله بتقليد امام آخر لان امضاء الفعل كامضاء
القاضي لا ينقض جس سے مذہب آخر کے تقلید کا جواز مفہوم ہوتا ہے یہ ایسے عالم کے حق میں ہے جو معنی نصوص و اخبار
جانتا ہو اور اہل درایت سے ہو لیکن مجتہد ہو اور دلیل اسپر وہی قول اوپر کا ہے جو علامہ شامی نے شرنبلالی سے نقل کیا ہے جسمیں یہ
بالتصریح موجود ہے پس یہ قول محمل اوس مصرح پر محمول ہوگا یا یہ قول حالت ضرورت پر محمول ہوگا تا کہ اوس قول اول اور اس
قول میں تطابق حاصل ہو ورنہ تعارض ہوگا اور تعارض سے تطابق اقوال علماء و عقلاء میں ہونا بہتر ہے پس یہ تطبیق
تطبیق دینا ضرور ہے اور اس قول کے بعد جو شامی میں ہے کہ وقال ایضا ان له التقليد بعد العمل كما اذا صلى
ظانا صحتها على مذهبه ثم تبين بطلانها في مذهبه وصحتها في مذهب غيره فله تقليده
ويجتزي بتلك الصلوة على ما قال في البزازية انه روي عن ابي يوسف انه صلى الجمعة مغتسلا
من الحمام ثم اخبر بفارة ميتة في بئر الحمام فقال ناخذ بقول اخواننا من اهل المدينة اذا
بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا اس قول سے بھی مذہب غیر پر عمل کرنا جو مفہوم ہوتا ہے تو اس سے یہ مفہوم نہیں ہوتا
کہ غیر مجتہد کو اور بغیر ضرورت کے بھی مذہب آخر پر عمل درست ہے جیسا اس مسئلہ زکوٰۃ کا اپنے مذہب کے سوائے صحت کی

گمان کر کے پڑھے اور پھر اپنے مذہب کے موافق اوس نماز کا بطلان اور غیر کے مذہب کے موافق صحت اوس نماز کی ظاہر ہو تو
غیر کے مذہب کی تقلید کر کے نماز صحیح جانے (یعنی کیا ہو وہ یہ ہو کہ ابی یوسف رح نے حمام سے غسل کر کے جمعہ کی نماز پڑھی تھی بعد
پڑھ چکنے کے معلوم ہوا کہ حمام کے کنوے میں چوہا مر گیا تھا تو امام ابی یوسف نے فرمایا کہ ہم نے اپنے بھائیوں اہل مدینہ کا قول
اخذ و قبول کیا کہ وہ قلتین الی خبیث نہیں ہوتا ہے یہاں دونوں امر موجود ہیں ایک تو یہ عمل غیر مجتہد سے کیا ہے کیونکہ ابی یوسف
مجتہد تھے دوسری جماعت متفرق ہو گئے تو لوگوں کو طلب باقی سے خبر دینا دشوار اور حرج تھا موافق مذہب ابی حنیفہ
کے عمل نہیں ہو سکتا تھا اس ضرورت کے سبب مذہب غیر کے موافق فتوی دیدیا پس ضرورت بھی یہاں محقق ہے اس عبارت
شامی کو بغیر وقوع ضرورت اور بغیر حصول اجتہاد کے ترک تقلید کی دلیل بنانا لا مذہبیوں کا مذہب وہی عوام کو اور ضلال
و اضلال ہو سولھویں دلیل وجوب تقلید امام معین کی یہ ہے کہ فتاوی سراجیہ میں ہے حنفي ارتحل الی مذهب الشافعي
یعزر انتہی یعنے حنفی شافعی ہو جائے تو تعزیر دیا جائے اس سے بھی انتقال مذہب کا ناجائز ہونا واضح ہو اور
اپنے مذہب پر رہنا لازم و واجب ہونا ثابت ہوا یہی تقلید امام معین کا مذہب ہے سترھویں دلیل وجوب تقلید امام معین
کی یہ روایت امام جوزجانی کے جو اوپر رد المختار سے نقل کی گئی ہے وہ یہ ہے وفي التتارخانية حكي ان رجلا
من اصحاب ابي حنيفة خطب الى رجل من اصحاب الحديث ابنته في عهد ابي بكر ال
جوزجاني فابى الا ان يترك مذهبه فيقرأ خلف الامام ويرفع يديه عند الانحطاط ونحو ذلك فا
وزوجه فقال الشيخ بعد ما اطرق رأسه النكاح جائز ولكن اخاف عليه ان يذهب ايمانه
وقت النزع لانه استخف بمذهبه الذي هو حق عنده وتركه لاجل جيفة منتنة ولو ان ر
برئ من مذهبه باجتهاد وضح له كان محمودا ماجورا اما انتقال غيره من غير دليل بل
لما يرغب من عرض الدنيا وشهوتها فهو المذموم الآثم المستوجب للتعزير والتاديب لا
المنكر في الدين واستخفافه بدينه ومذهبه انتهى ملخصا اس سے واضح ہو کہ ایک شخص حنفی نے دو
شخص کی دختر یعنے لڑکی سے نکاح کرنا چاہا تو اوس دوسرے شخص نے یہ شرط کیا کہ فاتحہ خلف الامام و رفع الیدین کیا کرے
تو اوسنے قبول کر لیا امام جوزجانی رح نے فرمایا کہ وقت نزع کے اوسکے ایمان جاتے رہنے کا خوف ہو کہ اوسکے نزدیک جو مذ
حق تھا اوسنے اوسکا استخفاف کیا اور دنیا کیواسطے چھوڑ دیا ہاں کوئی شخص اپنے اجتہاد کے سبب جو اوسکو واضح ہو
اپنے مذہب کا تارک ہو تو محمود و ماجور ہو لیکن اوسکے غیر یعنے ایسے شخص کا انتقال اپنے مذہب سے کرنا جو مجتہد نہیں ہو اور وہ بغیر
دلیل اجتہادی کے انتقال کرے تو مذموم و بلا لایق و مستحق تعزیر و تادیب کا ہے اس سے واضح ہو کہ غیر مجتہد اپنے مذہب

انتقال کرے تو مستحق تعزیر کا ہو اور اگر استحقاق تعزیر فقط مذہب کا عیب ہی ہوتا ہے کہ جب چیز ناجایز کا مرتکب ہوتا ہے اور خوف جاتے
رہنے ایمان کا بھی ناجایز چیز کے ہی ارتکاب سے ہوتا ہے پس ترک مذہب معین غیر مجتہد کو ناجایز ہوا تو اوس مذہب معین کا
بقا ودوام واجب ہوا پس روایت امام جوزجانی سے وجوب تقلید مذہب معین کا ثبوت ہوا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ
علامہ شامی کا قول میں جہان کہیں ایسا واقع ہوا ہے جس سے مذہب دوسرے کا اختیار کرنا جایز معلوم ہوتا ہے تو یہ علی الاطلاق
ہر ایک کے واسطے نہیں بلکہ مجتہد کیواسطے ہے اور اشارہ ضعیف دلیل وجوب تقلید امام معین کی یہ ہے کہ شامی کی عبارت مذکورہ کے بعد
یہ عبارت ہے وانما اطلنا فی ذلک لئلا یغتر بعض الجہلۃ بما یقع فی الکتب من اطلاق بعض العبارات
الموہمۃ خلاف المراد فیحملہم علی تنقیص الائمۃ المجتہدین فان العلماء حاشاہم اللہ ان
یریدوا ازدراء بمذہب الشافعی وغیرہ بل یطلقون تلک العبارات بالمنع من الانتقال خوفا
من التلاعب بمذاہب المجتہدین نفعنا اللہ تعالی بہم وامتنا علی حبہم آمین یدل لذلک
ما فی القنیۃ راوزا لبعض کتب المذہب لیس للعامی ان یتحول من مذہب الی مذہب
یستوی فیہ الحنفی والشافعی انتہی اس عبارت علامہ شامی کی میں روایت قنیہ کی ہے اوسمیں یہ ہے کہ بعض
کتب مذہب سے نقل کیا ہے کہ عامی یعنے غیر مجتہد کو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کیطرف رجوع کرنا جایز نہیں ہے اور
اوسمیں حنفی شافعی تمام برابر ہیں یعنے عامی وغیر مجتہد حنفی ہو یا شافعی اوسکو اپنے مذہب سے انتقال کرنا درست نہیں ہے
جب انتقال درست نہوا تو اوسی ہی مذہب پر بقا ودوام واجب ہوا یہی مذہب معین کی تقلید کا وجوب ہے اگر لا مذہب یہ
شکوہ دعوی کریں کہ علامہ شامی کے قول سے جو ابھی مذکور ہوا ہے ظاہر ہوا کہ عوام کو انتقال مذہب سے منع کرنا بسبب خوف
تلاعب کے ساتھ مذہب مجتہدین کے اور استخفاف کے ہے پس جو کوئی استخفاف ساتھ مذہب مجتہدین کے اور تلاعب ساتھ مذاہب
مجتہدین کے نکرے تو اوسکو انتقال مذہب سے درست وجایز ہے کیونکہ اوسمیں وہ وجہ عدم جواز انتقال کی موجود نہیں ہے
تو جواب اوس دعوی کا یہ ہے کہ خوف تلاعب سے مراد علامہ شامی کے قول میں یہ نہیں ہے کہ جو انتقال کرنے والے میں اوسمیں
ہر ایک میں خوف تلاعب پایا جاویگا تو انتقال ہر ایک انتقال کرنیوالے کیواسطے منع ہے اور جسمیں تلاعب یا استخفاف نہیں تو
انتقال ممنوع نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اکثر لوگوں میں اس زمانہ میں تلہی و تلاعب پایا جاتا ہے اور قصد حیل کا انتقال کرنے والوں
میں ایک مذہب میں سے دوسرے مذہب کیطرف نہیں تو اوس تلاعب کے سبب سے جو اکثر میں موجود ہے کل کیواسطے
انتقال منع ہوگیا ہے دوسری یہ کہ خوف تلاعب سے تو وہ شخص بھی کہ جسمیں تلاعب موجود نہیں ہے خالی نہیں اوسکو
تلاعب سے مراد تو یہ ہے کہ جب جواز انتقال کا حکم ایک مذہب سے دوسرے مذہب کیطرف غیر متلاعب کو دیا جاویگا

تو خوف ہو کہ ہر جاہل اپنے مین عدم تلاعب و عدم استخفاف کا دعوی کرکے جس مذہب مین جو چیز اپنے نفس کے
خواہش کے موافق دیکھے گا وہ اعتبار کرنے لگے گا اور اپنے مذہب کو چھوڑنے لگے گا اور مذاہب مجتہدین ملعبہ
کا ہو جاوینگے اب دیکھو یہ خوف تلاعب کا بھی موجود ہو جبکہ مذہب سے انتقال کرنے والا غیر متلاعب ہو پس کسی
کرنے والے کے واسطے غیر متلاعب ہونیکے سبب سے اوسکا انتقال کرنا جائز و درست نہین ہو جاتا ہو الغرض کبھی
فعل کے ممنوع ہونیکی وجہ ایسی ہوتی ہو کہ وہ فاعل مین نہین پائی جاتی ہو دوسرے لوگون مین پائی جاتی ہو اور
کے حق مین وہ فعل اچھا نہین ہوتا ہو چنانچہ بنا کعبہ جیسا کہ آنحضرت صلعم چاہتے تھے ویسا نکرنے کی وجہ دو
لوگون مین اوسکے پائے جانیکا خیال کرکے اپنے بنا کعبہ شریفہ کو اچھا نہ جانا ایسا یہان بھی خیال کرلینا چاہیے کہ
غیر متلاعب مین بالغرض عدم جواز کی وجہ تلاعب سے موجود نہو لیکن دوسرے لوگون مین تو اوس وجہ کے پائے
خوف ہو اسواسطے انتقال مذہب سے ممنوع ہو تیسرا جواب یہ ہو کہ اوپر میزان کبری شعرانی کی یہ عبارت گذر چکی
وانما یظهرون النکیر علی المنتقل لایهامه التلاعب بالمذاهب یعنی علماء محققین جو ایک
سے دوسرے مذہب کیطرف انتقال کرنے والے کے انتقال کا انکار ظاہر کرتے ہین تو واسطے ایہام تلاعب بالمذاہب
ظاہر کرتے ہین یہان عدم جواز کی وجہ ایہام تلاعب بالمذاہب ہو جس سے مراد یہی ہو کہ انتقال کرنے والے کے
انتقال سے تلاعب کا وہم دوسرے لوگون کو ہوتا ہو اور منتقل کا انتقال اوسکے واسطے موہم تلاعب بالمذاہب ہو
اور ایہام کیواسطے یہ ضرور نہین ہو کہ جس قائل و فاعل کے قول و فعل سے دوسرے کو وہم پیدا ہو تو اوسکے
اوس قائل و فاعل کی نیت بھی وہم مین ڈالنے کی دوسرے کو ہووے چنانچہ امام رازی قولہ تعالی لاتقولوا
کی تحت مین فرماتے ہین ان قوله راعنا مفاعلة من الرعی بین اثنین فکان اللفظ موهما للمساواة
بین المتخاطبین کانهم قالوا راعنا سمعك لنرعاك اسماعنا فنهاهم الله تعالی یعنی
راعنا باب مفاعلہ ہو جسکے معنے رعی بین اثنین کے ہین پس گویا یہ لفظ راعنا کا موہم مساوات کا ہو درمیان
متخاطبین کے پس ایہام مساوات کے سبب سے اللہ تعالی نے صحابہ کو منع فرمایا اس سے کہ آنحضرت صلعم کو خطاب
لفظ راعنا کے ساتھ کرین بلکہ ایسا لفظ تعلیم فرمایا کہ جسمین ایہام مساوات نہو چنانچہ فرمایا قولوا انظرنا دیکھو
راعنا موہم مساوات کا ہو اس سبب سے اوسکا کہنا مسلمانون کو بھی منع ہوگیا تھا باوجودیکہ مسلمانان خصوصا صحابہ
کی نیت مین ایہام مساوات کی نہتی پس اسی طرح سے یہان بھی جاننا چاہیے کہ سبب علت عدم جواز انتقال کی ایک
سے دوسرے مذہب کیطرف نزدیک علماء محققین کے ایہام تلاعب بالمذاہب ہو تو انتقال کرنے والے کی نیت

کہ دوسرے کو وہم تلاعب بالمذاہب میں ڈالے ضرور نہیں بغیر اس نیت و اس قصد کے بھی انتقال کریگا تو خیال کہ
وہم تلاعب بالمذاہب کا ہوئیگا سبب انتقال اوسکا بھی نیچے ایسے انتقال کرنیوالیکا بھی جسکی نیت و قصد میں
وہم تلاعب بالمذاہب میں ڈالنا نہیں ہو ممنوع و ناجائز ہوگا انیسویں دلیل وجوب تقلید مذہب معین کی وہی عبارت
رسالہ انصاف شاہ ولی اللہ صاحب کی ہو جو اوپر گذری ہو یعنی وقد تواتر عن الصحابة والتابعين
انهم كانوا اذا بلغهم الحديث يعملون به من غير ان يلاحظوا شرطاً وبعد المائتين ظهر
فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد
بعينه وكان هذا هو الواجب في ذلك الزمان جس سے واضح ہو کہ بعد دو سو برس کے مجتہد معین
کے مذہب پر چلنا جاری ہوا اور کم تھا وہ شخص جو مجتہد معین کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو اور اوس زمانہ میں
وہی مجتہد معین کے مذہب پر اعتماد کرنا واجب تھا اوس سے وجوب تقلید مذہب کا بخوبی ثبوت ہو بیسویں دلیل
وجوب تقلید امام معین کی روایت عقد الجید شاہ ولی اللہ رح کی ہو جو گذر چکی ہو وللزم عند الفقهاء ان العامي
المنتسب الى مذهب لا يجوز له مخالفته اس سے واضح ہو کہ فقہا کے نزدیک منتسب الی المذہب
کو اپنے مذہب معین کے مخالفت جائز نہیں ہے یہی وجوب تقلید مذہب معین ہو اکیسویں دلیل وجوب تقلید
مذہب معین کی روایت تحصیل التعرف شیخ عبد الحق دہلوی کی ہو جو اول گذر چکی ہو كان طريق المتقدمين
انهم لا يرون التزام مذهب معين واتباع مجتهد واحد بل كان للمجتهدين العمل
باجتهادهم وكان سبيل العوام ان يستفتوا الفقهاء ويرجعوا اليهم من غير متابعة
احد بعينه قال الحافظ ابو محمد بن حزم الظاهري رح انا نعلم احداً في زمان القرون
الثلثة الذين هم خير القرون اخذ بقول احد بعينه وانما حدث ذلك بعد القرون
من غير انكار احد فحل ذلك محل الاجماع اس عبارت کا مطلب یہ ہو کہ اتباع و تقلید مذہب امام
واحد کے زمانہ قرون ثلثہ میں نہ تھے بعد زمانہ قرون ثلثہ کے یہ اتباع ایک شخص معین کی پیدا ہوئی ہو بغیر انکار
کرنے کسی شخص کے پس یہ قائم مقام اجماع کے ہو پس اس قول شیخ عبد الحق دہلوی رح سے تقلید مذہب
معین کا ثبوت بعد قرون ثلثہ کے ساتھ اجماع کے ہے بائیسویں دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت شرح
سفر السعادۃ شیخ عبد الحق دہلوی رح کی ہو وہ بھی اوپر گذر چکی ہے فرمودہ اند کہ قبلہ توجہ یکے باید چہ امام شریعت
وچہ شیخ طریقت تا بنای توحید محکم گردد و قدم تحقیق راسخ چہ تشعب و تفرق اصل موجب تشعب و تشتت

فرع بود پس ضبط نفس باصل و رجوع الیہا باعتبار اصول و نصوصًا لازم بود و این طریقہ متاخران است
و شک نیست کہ این محکم تر و مضبوط تر است انتہی اسکے بعد شیخ عبد الحق دہلوی مذہب متقدمین کا نقل کرکے
پھر فرماتے ہیں این بانصاف نزدیک تر نماید و بفہم زود تر درآید لیکن قرار داد علما و مصلحت دید ایشان
در آخر زمان تعیین و تخصیص مذہب ست و ضبط و ربط کار دین و دنیا ہم درین صورت بود و از اول تخییر است
ہر کدام را کہ اختیار نماید صورت دارد و لیکن بعد از اختیار یکے بجانب دیگرے رفتن بے توہم سوء ظن و
تفرق و تعصب در اعمال و اقوال نخواہد بود و قرار داد علماء متاخرین برین است و ہو المختار و فیہ الخیرات
اول عبارت شرح سفر السعادت سے واضح ہو کہ امام شریعت و شیخ طریقت ایک ہی جانب ہے ضبط نفس باصل
باعتبار اصول و نصوصًا لازم ہو اور یہ طریقہ متاخرین کا ہو اور یہ محکم و مضبوط تر بلا شک و شبہ ہو اور دوسری عبارت
سے واضح ہو کہ قرار داد علما اور مصلحت دید انکے آخر زمانہ میں تعیین و تخصیص مذہب کی ہو ایک مذہب کو
اختیار کر لینے کے بعد دوسرے جانب میں جانا بغیر توہم بدگمانی کے حق میں مجتہد اول میں ہوگا اور قرار داد علما
کا ہو مختار ہو اور اوسی میں خیر ہے دلیل نیسوین وجوب تقلید امام معین کی وہی روایت رسالہ رد قفال
ملا علی قاری کی ہو جو اوپر گذری ہو بل یجب علیہ حتما ان یعین مذہبا من ہذہ المذاہب
اما مذہب الشافعی فی جمیع الوقایع والفروع واما مذہب مالک واما مذہب
ابی حنیفۃ وغیرہم لیس لہ ان ینتقل من مذہب الشافعی فی بعض ما یہواہ و
مذہب ابی حنیفۃ فی الباقی الی ما یرضاہ الخ یعنے ایک مذہب ان مذاہب اربعہ میں سے معین
کر لینا واجب ہو اور یہ درست نہیں ہو کہ بعض مسایل شافعیہ کے جو اپنے نفس کے موافق ہوں وہ اختیار کرے
اور باقی مسایل امام ابی حنیفہ رح کے جو پسند ہوں وہ لیلے اور رسالہ شم العوارض میں ملا علی قاری فرماتے
ہیں ثم اغرب ایضا فی نقلہ انہ لو انتقل حنفی الی الشافعی لم یقبل شہادتہ وانکان
عالما اس سے واضح ہو کہ حنفی شافعی کے مذہب کیطرف انتقال کرے تو اوسکی شہادت غیر مقبول ہو یگی
اگرچہ انتقال کرنیوالا عالم ہو ملا علی قاری رح ایک غریب و نادر بات فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہو کہ ملا
علی قاری رح اسکے منکر ہیں جواب اسکا یہ ہو کہ کلام ملا علی قاری کا غیر مجتہد کے حق میں مسلم نہیں ہو بلکہ یہ
انکار ملا علی قاری کا اوسکے حق میں ہو کہ جسکے انتقال کرنیسے وہم سوء ظن کا مجتہدین کے حق میں ہوتا ہو وہ
ایسے شخص کا انتقال ہو جسکا کسی درجہ کا اجتہاد معلوم و معروف ہو گیا ہو کہ جسکے سبب سے دوسرے لوگ

اوسکے ہی انتقال کو خاص جائز جانیں اور اسکے انتقال کرنے سے جس مجتہد کے مذہب سے انتقال کیا ہو اوسکے ضمن میں بدگمانی نہ کریں
اور اوسکے مذہب کا استخفاف نہ کریں خود ملا علی قاری اوسی رسالہ سم العوارض کو قول مذکور کے متصل ہی فرماتے ہیں وکما ما
اشتہر عن الحنفیۃ من ان الحنفی اذا انتقل الی مذہب الشافعی یعزر واذا کان الامر بالعکس یخلع فہو قول
مبتدع مخترع نعم لو انتقل طاعنا فی مذہب الاول سواء کان حنفیا او شافعیا یعزر فقد یر فانہ
یجب حملہ علی ما تقرر فی تحریر انتہی اس قول میں ملا علی قاری اسکا تو انکار کرتے ہیں کہ حنفی شافعی ہوجائے تو تعزیر دیجاوے
اور شافعی حنفی ہوجائے تو خلعت دیجاوے لیکن اس قول کا خود اقرار کرتے ہیں کہ اگر انتقال کرنیوالا اس حال میں انتقال کرے
کہ اپنے مذہب اول کو ضمین طعن کرے اور عیب لگائے خواہ انتقال کرنیوالا حنفی ہو یا شافعی تعزیر دیا جاوے اس قول ملا علی
سے ظاہر ہے کہ مذہب اول پر طعن وعیب لگانے کی حالت میں انتقال کرنے سے تعزیر آتی ہے اسواسطے کہ مذہب اول پر طعن وعیب
لگانا ممنوع شرعی ہے اور ممنوع شرعی پر تعزیر ہے جب یہ انتقال ممنوع شرعی ہوا تو مرتکب ممنوع شرعی کا غیر مقبول الشہادۃ ہونا بھی
واضح ہو نہیں انتقال کرنیوالے کا غیر مقبول الشہادۃ اور لائق تعزیر کے ہونا ملا علی قاری کے کلام سے تو ثابت ہوا اور بغیر طعن کے
مذہب اول سے انتقال کرنا ایسے ہی شخص کیواسطے جائز ہے جو کسیدرجہ کا مجتہد ہو کہ جہال وعوام اپنے میں اور اوسمیں فرق
خیال کرکے اوسکے واسطے خاصکر انتقال مذہب کے جائز جانیں اور اپنے واسطے غیر جائز جانیں اگر انتقال کرنیوالا مجتہد نہوگا
تو دوسرے عوام کے ذہنوں میں یہ خیال ہوگا کہ جیسا کہ یہ غیر مجتہد ہو ایسے ہی ہم بھی غیر مجتہد ہیں جب اسکو انتقال مذہب جائز ہے تو
ہمکو بھی جائز ہوا اور یہ رسم ایسی پڑجائیگی کہ جسکے مذہب سے اس غیر مجتہد نے انتقال کیا ہو اوسمیں کوئی عیب ہے جسواسطے انتقال اوسکے
مذہب سے جائز ہوا بلکہ اس زمانہ کے عوام ضلال یعنی لامذہب لوگ ہم میں ائمہ اربعہ کے مذہب کی تقلید کو حرام وشرک وبدعت وضلالات کہنا
پھیل رہا ہے چنانچہ خود امیر الدین جسکے جواب میں یہ رسالہ لکھا گیا ہے اور اوسکا پیشوا مولوی نذیر حسین اور مولوی اسمٰعیل مذہب
معین کی تقلید کو معیوب وحرام وشرک وبدعت وضلالات کہتے ہیں بلکہ امام ابوحنیفہ رح کی عیوب جوئی کے طور پر ان ضلال
زمانہ نے ظفر المبین محی الدین و مسلم لاہوری کے نام سے طبع کرا کر شائع کرائی ہے اور یہ جہال مذہب حنفیہ پر طعن کرتے پھرتے ہیں
ایسا انتقال وترک مذہب معین بلاشبہ ضلالات وحرام وقابل اشد تعزیر کے ہے اور چونکہ انکا انتقال کرنا اور منہ موڑنا تقلید امام
معین سے بطور طعن کے مذہب مجتہد صاحب میں ہو تو ملا علی قاری رح کی ہی قول سے انکا واجب التعزیر ہونا واضح ہے پس مولوی
نذیر حسین کا ملا علی قاری رح کا قول قد اغرب ایضا فی نقلہ الخ کو جو ابھی اوپر گذرا ہے اپنے معیار الحق میں دلیل اپنے
مدعی فاسد کے بنانا ساقط ہوا اور لامذہب لوگوں کا ملا علی قاری کے ہی قول سے واجب التعزیر ہونا ثابت ہوا جو چوبیسویں دلیل وجوب تقلید
امام معین کی روایت تعزیر کی ہے اور پچیسویں دلیل روایت بحر الرائق کی ہے چنانچہ یہ دونوں درمختار میں عبارت درمختار

گدیہ ہو کتاب القضاء میں یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق ثم بقول ابی یوسف ثم
بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زیاد وھو الاصح منیہ وسراجیہ وعبارۃ النہر ثم بقول الحسن
فتنبہ وصحح فی الحاوی اعتبار قوۃ المدرک والدلیل والاول اضبط نہر انتہی اس قول در مختار سے جو منیہ و سراجیہ
و نہر الفائق سے منقول ہے واضح ہے کہ قاضی و مفتی دونوں کو علی الاطلاق امام ابی حنیفہ رح کے قول پر حکم اور فتوی دینا چاہیے
جب امام ابی حنیفہ رح کا قول نہو تو امام ابی یوسف رح کے قول پر فتوی دے اور ان کا بھی قول نہو تو امام محمد رح کے قول پر فتوی دے
اور ان کا بھی قول نہو تو امام زفر و حسن بن زیاد کے قول پر فتوی دے اور نہر الفائق میں امام زفر کی اور حسن بن زیاد کی درمیان میں
بھی ترتیب صراحۃً مذکور ہے چنانچہ اسطرح کہا ہے ثم بقول الحسن جس سے واضح ہے کہ بعد امام زفر رح کے امام حسن کے قول
پر فتوی و حکم دیا جائے پس منیہ و نہر الفائق دونوں کی روایتوں سے تقلید مذہب معین کا وجوب ثابت ہے چھبیسویں دلیل
وجوب تقلید امام معین کی روایت ملتقط کی ہے چنانچہ شامی رح کتاب القضاء رد المحتار میں فرماتے ہیں وفی الملتقط
اذا ان لم یکن مجتہدا فعلیہ تقلیدھم واتباع رأیھم فاذا قضی بخلافہ لاینفذ حکمہ [illegible]
قاؤ سکو مشائخ مذہب کی تقلید اور انکے فتوے کی اتباع واجب ہے اور انکے برخلاف حکم دیگا تو جاری نہوگا ستائیسویں دلیل
وجوب تقلید امام معین کی روایت امام شعرانی کے میزان کبری کی ہے جو اول لکھی گئی ہے فان قلت فھل یجب علی المحجوب
عن الاطلاع علی العین الاولی للشریعۃ التقلید بمذھب معین فالجواب نعم یجب علیہ ذلک لئلا یضل
فی نفسہ ویضل غیرہ اس سے واضح ہے کہ جسکو اجتہاد حاصل نہیں ہوا اسپر واجب ہے مقید ہونا ساتھ مذہب معین کے اگر خود
بھی گمراہ نہو اور دوسرے کو بھی گمراہ نکرے اٹھائیسویں دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت علی خواص شیخ امام شعرانی
کی منقول میزان کبری سے ہے جو بھی اوپر گذر چکی ہے وکان سیدی علی الخواص رحمہ اللہ تعالی اذا سالہ انسان عن
التقلید بمذھب معین الآن ھل ھو واجب ام لا یقول لہ یجب علیک التقلید بمذھب
ما دمت لم تصل الی عین الشریعۃ الاولی خوفا من الوقوع فی الضلالۃ وعلیہ عمل الناس
الیوم اس سے واضح ہے کہ جبتک اجتہاد کو نہ پہنچے تب تک مقید ہونا ساتھ ایک مذہب کے واجب ہے انتیسویں دلیل روایت امام
الحرمین کی اور تیسویں دلیل امام ابن سمعانی کی اور اکتیسویں دلیل روایت امام غزالی کی اور بتیسویں دلیل روایت کیا
ہراسی کی ہے یہ تمام روایتیں امام شعرانی کے میزان کبری میں منقول ہیں یہ تمام اوپر گذر چکی ہیں قد مناہ فی ایضاح الیقین
وجوب اعتقاد الترجیح علی کل من لم یصل الی الاغتراف علی العین الاولی من الشریعۃ المطہرۃ
وبہ صرح امام الحرمین وابن السمعانی والغزالی والکیا ہراسی وغیرھم من الائمۃ وقالوا

لامة فهم يجب عليكم التقليد بمذهب امامكم الشافعي ولا عذر لكم عند الله في العدول عنه
فهي قلت لا خصوصية للامام الشافعي في ذلك عند كل من سلم من التعصب بل كل
مقلد من المقلدي الائمة يجب عليه اعتقاد ذلك في امامه مادام لم يصل الى شهود عين
الشريعة الاولى انتهى اس سے ثابت ہوا کہ امام الحرمین وامام ابن سمعانی اور امام غزالی و امام کیا ہراسی وغیرہم ائمہ
نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ تمکو واجب ہے امام شافعی صاحب کے مذہب کے ساتھ مقید ہو امام عارف فرماتے ہیں
امام شافعی ہی کی خصوصیت نہیں ہے ہر امام کے مقلد پر بھی اعتقاد اپنے امام کے حق میں رکھنا واجب ہے جبتک درجہ اجتہاد
کو پہنچے تنبیہ دوسری دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت امام تقی الدین سبکی رح کی ہے کہ انھوں نے چند صورت میں تو
تقلید کا ترک جائز فرمایا ہے اور چند صورت میں ناجائز فرمایا ہے چنانچہ امام تقی الدین سبکی رح کے فتاوی کی عبارت یہ ہے
المسئلة الخامسة المقلد لمذهب الشافعي او غيره من الائمة ان اراد ان يقلد غيره في مسئلة
فله احوال احدها ان يعتقد بحسب حاله رجحان مذهب ذلك الغير في تلك المسئلة
فيجوز اتباعا للراجح في ظنه اس قول میں سبکی رح یہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی وغیرہ ائمہ کا مقلد دوسرے امام کی
تقلید کا اگر کسی مسئلہ میں ارادہ کرے تو اسکو چند احوال ہیں سو ایک حال یہ ہے کہ اوس دوسرے امام کے مذہب کا رجحان اور غلبہ اوسکو
حاصل ہوجاوے تو اوس دوسرے امام کی تقلید کرنا اوسکو جائز ہوگا واسطے اتباع راجح کے اپنے گمان میں جب امام سبکی نے
غیر کی تقلید جائز ہونیکے واسطے اوسکے یعنے غیر کے مذہب کا رجحان و غلبہ کا اعتقاد حاصل ہوجانا شرط کیا تو اوس شرط کرنے
سے ہوا کہ غیر کی تقلید کرنیوالا ایسا شخص ہووے جسکو ترجیح دینے کا مرتبہ اور دلیل ضعیف کو قوی سے امتیاز دیکر تصحیح و تغلیط
مذہب کی کرسکنے کا درجہ حاصل ہووے کیونکہ جب ہی تو اوسکو رجحان حاصل ہوگا مذہب غیر کا اور اوسکو راجح اپنے گمان
میں معتبر ہوجاویگا اور اوسوقت یہ درجہ ترجیح کا اوسکو حاصل ہوگا پس ایسا مقلد تو ایک نوع کا مجتہد شمار کیا جاویگا پس اس
امام سبکی سے یہ حاصل ہوا کہ ایسا مقلد جسکو یہ ایک نوع اجتہاد کا حاصل ہے وہ اپنے امام کی تقلید ترک کرکے دوسرے
کی تقلید کسی مسئلہ میں کرے تو جائز ہے پھر امام سبکی فرماتے ہیں الثانية يعتقد رجحان مذهب امامه ولا يعتقد
رجحانا اصلا ولكن في كلا الامرين يقصد تقليده احتياطا لدينه وما اشبه ذلك فهو
جائز ایضا یعنے دوسرا حال اوس شخص کا جو اپنے امام کے سوا دوسرے کی تقلید کرتا ہے یہ ہے کہ اوسکا قصد غیر کی تقلید
میں احتیاط اور تقوی کا ہووے تو اوسکو بھی تقلید دوسرے کی کسی مسئلہ میں جائز ہے یہی جملے معنی کو مضر نہیں کیونکہ
دوسرے کے مذہب کے مسئلہ پر عمل کرنے میں اپنے مذہب کی کراہت کا ارتکاب بشرط احتیاط دین ہو تو اوسکو یہ بھی جائز

کہتے ہیں چنانچہ مسیح تمام ہوگا جو مذہب امام دوسرا کہا ہو اور پھر حنفی شافعی کرے تو اسی میں احتیاط اور ارتکاب
نہیں ہو درست ہے پھر امام سبکی یہ فرماتے ہیں الثالثة ان یقصد بتقلیده الرخصة فیما هو محتاج
الحاجة حاقته لحقته او الضرورة ارهقته فیجوز ایضا یعنے اپنے امام کے سوا دوسرے کی تقلید
کرنیوالا تیسرا حال یہ ہو کہ کسی حاجت وضرورت کے سبب سے دوسرے کی تقلید کا ارادہ کرے تو یہ بھی درست وجائز ہے
بلکے موافق ہے الضرورات تبیح المحظورات تقضیہ معروف ہے یہ تین صورتیں امام سبکی نے غیر کی تقلید کے
فرمائے ہیں یہ تینوں ہمارے موافق ہیں نہ مخالف پھر امام سبکی نے عدم جواز ترک تقلید اپنے امام کے بارہ میں یہ فرماتے
الرابعة ان لا یدعوه الی ذلك ضرورة ولا حاجة بل مجرد قصد الرخص من غیر ان یغلب
ظنه رجحانه فیمتنع لانه حینئذ متبع لهواه الخامسة ان یکثر منه ذلك ویجعل اتباع الرخص
ودیدنه فیمتنع لما قلنا وزیادة فحشه السادسة ان یجتمع من ذلك حقیقة مرکبة ممتنعة
فیمتنع السابعة ان یعمل بتقلیده الاول کالحنفی یدعی شفعة الجوار فیاخذها بمذهبه
ثم یستحق علیه فیرید ان یقلد الشافعی فیمتنع منها لتحقق خطائه اما فی الاول واما فی الثانی
وهو شخص واحد مکلف وهذا التفصیل فی ذکر هذه المسائل السبع حسبما ظهر لنا
چوتھی صورت اپنے امام کے سوائی تقلید کے ارادہ کرنیوالے کی یہ ہو کہ دوسرے کی تقلید کی حاجت وضرورت بھی نہو
اور شرعی میں رجحان بھی اسکے یعنے غیر کے مذہب کا نہ حاصل ہوا ہو فقط رخصتوں پر چلنے کے ارادہ سے دوسرے
کرے یہ دوسرے کی تقلید کرنا ممنوع و ناجائز ہے کیونکہ وہ اسوقت فقط اپنے خواہش نفسانی کا اتباع کرنیوالا ہے پانچویں
صورت یہ ہو کہ اوس شخص کی عادت یہ رخصتیں مذاہب کا تلاش کرکے چلنے کی ہوگئی ہو تو یہ بھی ممنوع و ناجائز ہے اور چھٹی
وصورت اوسکی یہ ہو کہ غیر کی تقلید سے ایک ایسی حقیقت مرکبہ مجتمع ہوجاوے جو بالاجماع ممتنع ناجائز ہو جیسے بعد وضو
فصد بھی کھلاوے اور عورت کو بھی مس کرے یعنے چھوے اور پھر نماز پڑھے تو بالاجماع یہ نماز ناجائز ہوگی بعض
نزدیک فصد کرانے سے وضو جاتا رہتا ہے اور بعض کے نزدیک عورت کو چھو لینے سے جاتا ہے یہ ایسی حقیقت مرکبہ ہوگئی
کے نزدیک وضو جائز نہ رہا پس نماز کسی کے نزدیک جائز نہیں ہوا اور ساتویں حالت وصورت یہ ہے کہ عمل کرے ساتھ تقلید
اول کے جیسے حنفی ہو کہ وہ دعوے شفعہ کا جوار اور ہمسائگی کے سبب سے کرکے موافق مذہب امام ابی حنیفہ کے شفعہ مذکورہ لے
پھر اسی شخص معین پر جسنے شفعہ جوار کا موافق اپنے مذہب حنفی کے لے لیا ہو کسی شخص دوسرے حنفی کا شفعہ جوار کا
پہنچتا ہو تو اب وہ حنفی اول امام شافعی صاحب کی تقلید کر لینے کا ارادہ کرتا ہو کہ شفعہ دینے سے بچ جاوے تو یہ تقلید بھی

یہ چار حالتیں اور صورتیں تقلید ترک کرنیکی ناجائز ہونگی ہیں ان صورتوں میں دوام مذہب معمول امام پر واجب ہوگا اور
تقلید امام معین کا وجوب امام سبکی کے قول سے واضح ہو چکا تتبع رخص دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت ابن حزم کی ہے
علامہ سید سمہودی اپنے عقد الفرید میں فرماتے ہیں واما ما حکاہ بعضہم عن ابن حزم من حکایۃ الاجماع علی منع
تتبع رخص المذاهب فلعلہ محمول علی من تتبعہا من غیر تقلید لمن قال بہا او علی الرخص
المرکبۃ فی الفعل الواحد انتہی یعنے بعض علماء نے ابن حزم سے نقل کیا ہے کہ رخصتیں مذاہب کی تلاش کرنے کی
منع و ناجائز ہونے پر اجماع ہے تو علامہ سید سمہودی اوسکو محمول کرتے ہیں ایسے شخص پر کہ وہ رخصتیں تلاش کرنے والا بغیر
تقلید کرنے اوس امام کے جو رخصتوں کا قائل و مجوز ہو رخصتوں کو اختیار کرے یا محمول کرتے ہیں ایسی رخصتوں مرکبہ پر
جو ایک فعل میں پائی جاویں جب رخصتوں کے اختیار کرنے کی منع پر ابن حزم کے نزدیک اجماع ثابت ہے تو اس سے واضح
ہے کہ جو مقلد اپنے امام کی تقلید اسواسطے ترک کرے کہ دوسرے مذاہب کی رخصتوں کو اختیار کرے جیسا کہ اس زمانہ
کے لوگوں دین میں سستی کرنیوالوں کا حال ہے اور ملا علی قاری کی قول ہو اوپر گذر چکا ہے کہ ایسے سفر میں رخصتوں کا
اختیار ہونے اونکو طریق وراہ طرف ارتکاب محظورات و ترک واجبات کو ہاتھ آجاتا ہے تو وہ ترک تقلید ابن حزم کے نزدیک
بھی ناجائز ہوگی کیونکہ امر ناجائز کے اختیار کرنیکو وہ شخص تقلید کا ترک کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کسی امر مباح کا بھی ترک واسطے
اختیار امر ناجائز کیا جائے تو وہ ترک مباح بھی ترتب اثم کے سبب سے حرام ہوجاتا ہے اگر کسی کو شبہ ہو کہ مباح کے فعل و ترک دونوں
جائز ہوتے ہیں پس ترک مباح حرام کسطرح ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ مباح کا ترک و فعل جائز جب ہی تک ہے کہ جب تک کوئی امر حرام
اوس پر مترتب نہو اور وقت ترتب حرام کے ترک مباح پر وہ ترک مباح کا بھی حرام ہوجاتا ہے چنانچہ ہدایہ کی کتاب الاکراہ میں ہے کہ
مردار کھانے اور خمر کے پینے پر ساتھ قتل یا قطع عضو کے اکراہ کیا جائے تو کھانا مردار کا اور پینا شراب کا مباح ہے اگر نہ کھاے
گا اور قتل کیا جاویگا یا عضو قطع کیا جاویگا تو گنہگار ہوگا خصوصاً جبکہ وہ شخص یہ بھی جانتا ہے کہ ایسی حالت اکراہ
میں مردار و شراب کھانا پینا مباح ہے دیکھو اسوقت کھانا پینا مباح تھا اس مباح کے ترک پر جب ترتب عدم جائز حرام
وہ نفس یا عضو کو ہلاکت میں ڈالنا ہی ہوا تو ترک مباح ناجائز و موجب اثم ہوگیا اس مضمون کے تحت میں علامہ عینی
شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں فان قیل اضافۃ الاثم الی ترک المباح من باب فساد الوضع وهو فاسد
الجواب ان المباح انما یجوز ترکہ والاتیان بہ اذا لم یترتب علیہ محرم وههنا قد ترتب علیہ
قتل النفس المحرم فصار الترک حراما لان ما افضی الی الحرام حرام انتہی اس عبارت علامہ عینی سے
مطلب ثابت ہے کہ مباح کا فعل و ترک اوسوقت جائز ہے کہ اوس پر ترتب حرام کا نہو اور ترتب حرام کے وقت بسبب مفضی

الی الحرام ہوتیکے حرام ہوجاتا ہو ملخصاً غیرہ مین غایت یہ ہو کہ تقلید ابن حزم کی نزدیک مباح ہو جب بھی اوسکے ترک پر صورت
مین اختیار کرنا رخصتونکا جو بالاجماع منع و ناجائز ہو ابن حزم کے نزدیک مترتب ہوا تو ترک تقلید حرام ہوگی گرچہ ترک تقلید حرام
ہو بالذات جب ترک تقلید حرام بالغیر ہوئی تو بقا تقلید امام معین بھی واجب بالغیر ہوگیا پس وجوب تقلید امام معین کو کسی صورت
مین سوا ابن حزم کے اسی قول سے ثابت ہوگیا سترہوین دلیل روایت سید سمہودی کی رسالہ عقد الفرید کے علی الارجح فی المذہب
منع تتبع الرخص کما سبق انتہی اس سے واضح ہو کہ ارجح مذہب مین یہی ہو کہ رخصتونکا اختیار کرنا ممنوع ہو جیسا
سابق مین گذر چکا ہو پس جب اختیار کرنا رخصتونکا منع و حرام ہوا اور ترک تقلید امام معین پر وہ مترتب ہو خصوصاً اوس وقت
حقہ مین جو اسیواسطے تقلید کے ترک کا ارادہ کرتا ہو تو ترک تقلید کا منع ہونا واضح ہو گیا باقی رہنا تقلید امام معین پر
واجب ہوا اٹھارہوین دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت جمع الجوامع کی ہو چنانچہ سید سمہودی عقد الفرید مین
پہلے اوس قول کے جو ابھی ہمنے نقل کیا ہو فرماتے ہین قولہ من غیر تلقط الرخص ای بان یاخذ من کل مذہب
ماھو الاھون ظاھر فی المنع من ذلک صححہ ابن السبکی فی الجمع الجوامع والظاھر انہ للمعتمد
فی المذہب اس عبارت مین اختیار رخصتونکی ممنوعیت کی تصحیح بحوالہ جمع الجوامع کے بیان فرمائی ہو تو اس روایت
جمع الجوامع سے بھی ممانعت ترک تقلید اوسی طریق سے واضح ہو جیسے کہ اوپر معلوم ہوئی اور وجوب تقلید امام معین ثابت
انیسوین دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت ابن برہان کی ہو چنانچہ سید سمہودی کے عقد الفرید مین ہو اما
جواز الانتقال عنہ بعد التزامہ فیلخص مما فی الروضۃ حکایۃ خلاف الی ان قال السید
لکن الاصولیون منعوا منہ لمصلحۃ انتہی وقد علمت ان ما نسبہ للاصولیین ھو احد المذہبین
وانما اقتضی کلامہ ترجیحہ وقد حکاہ ابن برھان من ائمۃ الاصول وغیرہ انتہی ملخصاً
اس سے واضح ہو کہ اصولیون نے انتقال مذہب سے واسطے مصلحت کے منع فرمایا ہو اور اصولیون کیطرف جو منسوب کیا
ہو وہ دو مذہبون مین سے ایک مذہب ہو اور اوسکے کلام کا مقتضی ترجیح احد المذہبین کی ہو جو اصولیون کیطرف منسوب ہو
کہ وہ ممنوع ہونا انتقال کا ہر ایک مذہب سے دوسرے مذہب کیطرف اور اسی کو لیجئے عدم جواز انتقال کو ایک مذہب سے
دوسرے کیطرف ابن برہان وغیرہ نے ائمہ اصول سے حکایت کیا ہو جب انتقال مذہب سے اہل اصول کے نزدیک ناجائز
ہوا تو دوام مذہب امام معین کا پر واجب و ضرور ہوا یہی وجوب تقلید امام معین ہے بیسوین دلیل وجوب تقلید امام
کی روایت فتاوی خیریہ کی ہو اور اکیسوین دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت بحر کی ہو رد المحتار حاشیہ در مختار مین
علامہ شامی کی عبارت بحث رسم مفتی مین ہو دونون روایتین موجود مین عبارت یہ ہو بل فی شہادات الفتاوی

الخيرية المفرع عنه بانه لا يفتى ولا يعمل الا بقول الامام الاعظم ولا يعدل عنه الى قولهما او قول
احدهما او غيرهما الا لضرورة كمسألة المزارعة وان صرح المشائخ بان الفتوى على
قولهما لانه صاحب المذهب والامام المقدم ومثله في البحر عند الكلام في اوقات الصلوٰة
وفيه من كتاب القضاء يحل الافتاء بقول الامام بل يجب وان لم يعلم من اين قال۔ اس عبارت سے
واضح ہو کہ فتاوی خیریہ میں جو کہ معتبر ہے عبارت ترکیب ہی ہو کہ سوائے مواضع ضرورت کے مانند مسئلہ مزارعت کے تمام مسائل میں امام
ابی حنیفہ کے ہی قول پر فتوی دیا جائے اور صاحبین کے اقوال پر عمل کیا جاوے اور کسی کے قول پر فتوی نہ دیا جاوے اور نہ عمل
کیا جائے اگرچہ مشائخ نے تصحیح کی ہو کہ فتوی صاحبین رح کے قول پر ہی ہے جو مفہوم فتاوی خیریہ سے ہوا وہی مفہوم بحر سے ہے
اسیواسطے علامہ شامی مثلہ فی البحر کہا اور سمین نقل کیا ہے امام کے قول پر فتوی دینے کا وجوب ظاہر ہے پس وجوب
تقلید امام معین کی روایت فتاوی خیریہ و روایت بحر سے ثابت ہوئی چالیسویں دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت
رسالہ رفع الغشا صاحب بحر کی یہ عبارت رسالہ مذکورہ کی ہے فتحصل لنا من کلامہ (ای کلام الشیخ
قاسم) وکلام شیخہ (ای شیخ العلامۃ قاسم وھو ابن الھمام) ان الصحیح للمفتی بہ قول
صاحب المذہب لا قول صاحبیہ واستفید منہ انہ لا یفتی ولا یعمل الا بقول ابی حنیفۃ ولا
یعدل الی قولہما الا لموجب من ضعف دلیل او ضرورۃ او تعامل کما قدمنا فی وقت العصر
واستفید منہ ایضا ان بعض المشائخ وان قال الفتوی علی قولہما وکان دلیل الامام واضحا
ومذہبہ ثابتا لا یلتفت الی فتواہ ولا یعمل بہا وان کانت فی کتاب مشہور معروف انتہی
اس سے بھی واضح ہو کہ صاحب بحر فرماتے ہیں کہ ہم کو علامہ قاسم اور ان کے استاذ ابن الہمام کے کلام سے حاصل ہوا کہ صحیح
ومفتی بہ قول ابی حنیفہ رح کا ہے اور یہ بھی مستفاد ہوا کہ فتوی قول امام ابی حنیفہ کے سوا دوسرے کے قول پر نہ دیا جاوے اور
امام ابی حنیفہ رح کے قول سے صاحبین کے قول کی طرف رجوع نہ کیا جائے مگر ضعف دلیل یا ضرورت یا تعامل کے سبب سے
پس اس سے بھی وجوب تقلید امام معین کا ثبوت ہوا اکتالیسویں دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت تفسیر احمدی کی
فان قال قائل ای ضرورۃ فی تبعیۃ ابی حنیفۃ مثلا حیث لم یأمر اللہ بہ ولا رسولہ
بل لم یصرح بہ ابی حنیفۃ رح ایضا ولو سلم ان تبعیۃ المجتہد لازمۃ للمقلد فای ضرورۃ
فی التزام مذہبا واحدا بعینہ بل یجوز لہ ان یعمل بمذہب ثم ینتقل الی آخر کما نقل
عن کثیر من الاولیاء ویجوز لہ ان یعمل فی مسئلۃ علی مذہب وفی اخری علی آخر کما

هو مذهب الصوفية ولو سلم فمن اين يعلم انحصار المذاهب في الاربعة مع ان المجتهد
كانوا قريبا من المأة او اكثر كابي يوسف ومحمد الغزالي وامثالهم ولم يختم الاجتهاد بعد
قلت اما الاول فلان الانسان لا يخلوا اما ان لم يعمل شيئا من الاشياء او يعمل والاول
لقوله تعالى ايحسب الانسان ان يترك سدى ولانه يحتاج اليه في البيع والشراء واللباس
والطعام وغير ذلك وان لم يفعل الصلوة والصوم فتعين ان يعمل باعمال ويشتغل باشغ
وحينئذ لا يخلوا اما ان يتمسك فيه بالكتاب والسنة او لا والثاني باطل باجماع المسلمين
فتعين ان يتمسك بالكتاب والسنة وح لا يخلوا اما ان يكون له مقدرة على معرفة وجوه
ومعانيه وطرقه واحكامه او لا والثاني ان يكون تابعا لاحد من الائمة وهو المراد والا
اما ان يكون له مع ذلك ملكة الاستنباط والقدرة التامة على استخراج المسائل او لا والاول
هو المجتهد ولا كلام فيه بل نحن مقرون بعدم اتباعه لمجتهد اخر والثاني اما ان يكون تابعا
لاحد من المجتهدين وهو المراد او لا يكون تابعا لاحد بل يقول ان عملي على الاصول التي
هي الثلاثة ولست بتابع لاحد فنقول له ان كون اصول الشرع ثلاثة انما هو اول مسئلة
ابو حنيفة رح وايضا لا اقل من ان يحتاج في المسائل القياسية وفي معرفة الناسخ والمنسوخ
وفي معرفة كون الاجماع قطعيا مقدما على خبر الواحد وكون العام المخصوص البعض ظني
وامثاله من جميع تقسيمات الكتاب والسنة والاجماع واحكامها اذ ما كل ذلك الا اصطلاح
ابي حنيفة فالى اي شيء يرتب يلزم التبعية ضرورة واما الثاني وهو انه اذا التزم التبعية
يجب عليه ان يدوم على مذهب التزمه ولا ينتقل الى مذهب اخر فلان الانتقال يوجب
ان يظهر عنده بطلان المذهب السابق والحال ان اهل كل مذهب يقولون بحقية المذاهب
الاربعة فقد وقع فيما الى على ان العامي لا وجه له الى الانتقال والعالم غاية وجه انتقاله
ترجيح الاول من جانب المرجوح اليه وهو موقوف على ازدياد الفضيلة ونقصانها او
كل واحد ينصب دلائل على طبق مذهبه والعالم غير المجتهد ليس في قدرته ترجيح
بحسب الدلائل فان ذلك موقوف على معرفة اصطلاحات كل واحد ومعرفة الكتاب
بتقسيماته الاربعة وكذا السنة مع تقسيماتها المختصة بها والاجماع باقسامها الثلاثة

والا فيستة شروطها واحكامهما واركانهما ووقوعهما وكل ذلك متعذر في حق المقلد ومع ذلك
لا يعلم ما هو الحق عند الله فالانتقال من مذهب الى مذهب ترجيح بلا مرجح ولا يلزم علينا
ان من بلغ اولا واختار اي مذهب على حسبما يلزم في حقه ترجيح بلا مرجح لان مرجحه هو
قصده او كون اهل بلاده او اطرافه او آبائه او سلطانه في ذلك المذهب انه هكذا وقع
عليه التعامل وهو كالاجماع ا؁ اس عبارت سے ثابت ہوا انسان کسی چیز کا عامل نہونا باطل ہو کیونکہ خدا نے
انسان کو مہمل و بے عمل نہیں چھوڑا ہو کما قال اللہ تع ایحسب الانسان ان یترک سدی کیا انسان گمان کرتا ہو کہ
مہمل چھوڑا جاوے اور اوسکے ذمہ کوئی عمل نہ لگایا جاوے یا اوسکے فعل وعمل پر حکم نہ لگایا جاوے اور دوسری یہ کہ خرید و
فروخت ولباس وطعام وغیرہ کے حصول میں عمل کا محتاج ہوتا ہو پس انسان کا مشغول اعمال وافعال میں ہونا ثابت
ہوا جب انسان کا عامل ہونا ثابت ہوا تو اعمال وافعال کی صحت وفساد وجواز وعدم جواز کے بارہ میں دلیل قرآن وحدیث کو
بنانا اور نفس الواقع اوسکے حق میں قرآن وحدیث کا دلیل نہونا بالاجماع باطل ہو تو قرآن وحدیث کو دلیل بنانا اور واقع میں اوسکے
حق میں قرآن وحدیث دلیل ہونا لازم وضرور ہو جب قرآن وحدیث کو دلیل بنانا اپنے اعمال وافعال کیواسطے ضرور ہوا تو اب
وہ شخص دلیل بنانیوالا دو حال سے خالی نہوگا یا تو اوسکو قدرت اقسام نظم ولفظ ومعانی اور طرق اور احکام کتاب اللہ کی
پہچاننے کی قدرت ہوگی اگر ان امور کے پہچاننے کی قدرت نہوگی تو وہ شخص تابع ہوگا کسی امام کا ائمہ میں سے تاکہ بواسطے تبعیت
اوسکے قرآن وحدیث کو اپنے اعمال وافعال کا دلیل بنانیوالا ہو جاوے اب رہا وہ شخص جسکو قدرت امور مذکورہ اقسام
نظم وغیرہ کی ہو پھر باوجود اس قدرت کے اوسکو ملکہ استنباط کا اور قدرت نکالنے مسایل کی بھی ہو تو وہ مجتہد ہے اوسکے حق میں ہم
تبعیت کسی امام کی ائمہ میں سے ضرور نہیں کہتے بلکہ ہم اوسکے حق میں بالذات عدم اتباع مجتہد آخر کے معترف ہیں اور اگر قدرت امور
مذکورہ بالا کی تو ہو لیکن ملکہ استنباط وقدرت استخراج مسایل کی نہیں ہو پھر وہ تابع کسی مجتہد کا ہو تو تبعیت ثابت ہوئی اور اگر
باوجود حصول قدرت امور مذکورہ کے اور عدم حصول ملکہ استنباط کے وہ تابع کسی مجتہد کا نہیں ہو اور کہتا ہو کہ میں کسی کا تابع
نہیں ہوں میں خود قرآن وحدیث واجماع پر بغیر تبعیت کسی مجتہد کے عامل ہوں تو ہم اوس سے پوچھینگے کہ یہ مسئلہ مقصود ومصرح
اصول الشرع ثلاثۃ اول مسئلہ امام ابی حنیفہ رح کا ہو اس مسئلہ میں تو بالضرور تابع امام ابی حنیفہ رح کا ہوگا اور
ہم کہتے ہیں کہ اس سے کم نہیں کہ وہ مسایل قیاسیہ نادر وناسخ ومنسوخ پہچانتے ہیں اور اجماع کو قطعیت پہچانتے ہیں اور
اس امر کے پہچانتے ہیں کہ اجماع مقدم ہو خبر واحد پر اور اس پہچانتے ہیں کہ عام مخصوص البعض ظنی ہوتا ہو اور ایسی ہی دوسرے
تقسیمات کتاب وسنت واجماع واوسکے احکام پہچانتے ہیں محتاج ہوگا طرف ایک امام کے ائمہ میں سے اور یہ اصطلاحات تمام

ابی حنیفہ رح کے لکھے ہوئے ہیں جس چیز کیطرف بھاگیگا تابع ہونا ابی حنیفہ رح کا ضرور لازم آویگا پس امام ابو حنیفہ
تبعیت کا ضروری ہونا ثابت ہو گیا لیکن دوسرا امر وہ یہ ہو کہ جب تبعیت مجتہد کا التزام کیا تو اوسپر دوام کرنا واجب
انتقال جائز نہیں ہو پس اوسکی وجہ وہ دلیل ہو کہ انتقال کو جائز کیواسطے یہ بات داخل انتقال کرنیوالے کے نزدیک
مذہب سابق کا جس سے وہ انتقال کرتا ہو ظاہر ہو جاوے اور حال یہ ہے کہ ہر مذہب والے لوگ مذاہب اربعہ میں سے حقیت مذہب
کے قائل ہیں پس اوسکی ترجیح ہوگا ہی نہیں جبکہ سرگرم ہو کا ہمیں اول مذہب کو جیسا انکار کریگا و دوسرا مذہب کیطرف جاویگا و دنیا ہی حال دور
مذہب کا ہوگا اوسیمیں پڑیگا علاوہ اوسکے یہ ہو کہ عامی کیواسطے تو کوئی وجہ انتقال ہو نہیں لیکن عالم کی انتقال کی وجہ
نہایت یہ ہو کہ وہ اوس مذہب کو جسکی طرف اوسنے رجوع بعد انتقال کے مذہب اول ترک ہوگی اوس مذہب کی جانب
کو ترجیح دیگا اور ترجیح دینا دلیلوں کو موقوف زیادت فضیلت و نقصان فضیلت پر ہو یعنے جس مذہب کے اوسکی فضیلت
مذہب کی دلیلوں کی فضیلت سے زیادہ ہوگی اوسکو ترجیح ہوگی اور عالم غیر مجتہد کو قدرت ایسی ترجیح دینے دلیلوں مذاہب
ہرگز نہیں ہو کیونکہ یہ موقوف ہو ہر ایک مذہب کی اصطلاحات پہچانے اور کتاب اللہ کی تمام تقسیمات کو جانے پر
ہی سنت و حدیث کی تقسیمات مختصہ کو پہچانے اور اجماع کی قسمیں پہچانے اور قیاس کی شرطیں اور احکام اور ارکان
اعتراضات واردہ کی دفعوں کی پہچانے پر اور کل یہ مقلد یعنے غیر مجتہد کے حق میں متعذر ہو اور باوجود اسکے پھر یہ نہیں
کہ اللہ کے نزدیک حق کیا ہو پس انتقال کرنا ایک مذہب سے دوسرے مذہب کیطرف غیر مجتہد کے حق میں ترجیح بلا مرجح ہو
ہو پس انتقال ایک مذہب سے دوسرے مذہب کیطرف باطل و ناجائز ہو پھر یہ اعتراض وارد ہونا لازم نہیں آتا کہ جو
اول بالغ ہوتا ہو تو وہ جس مذہب کو نیک و حسن جانتا ہو اوسکو وہ اختیار کر لیتا ہو یہاں بھی ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہو
اعتراض کے لازم نہ آنے کی وجہ یہ کہ ترجیح اوسکا قصد ہوا اوس مذہب پر اوسکے اہل بلاد و اطراف کا ہونا یا اوسکے سلف
اوس مذہب کا ہونا ایسے امور اوسکے حق میں مرجح ہو جانے پر تقابل واقع ہو جیسا مانند اجماع کے ہو اوسکے بعد دوسرے امور کا
بھی صاحب تفسیر احمدی نے بیان کیا ہو جو صاحب تفسیر احمدی میں تحت آیت ففہمناها سلیمان کو دیکھے اس قول صاحب
تفسیر احمدی سے ایک مذہب پر ہی دوام واجب ہونا اور اوس سے انتقال غیر مجتہد کو باطل و ناجائز ہونا بخوبی واضح ہو
نذیر حسین جیسے اللہ کے ہی صاحب تفسیر احمدی کی مراد کی فہم سے بہرہ ہو اپنی نادانی کے باعث یہ اعتراض غلط اوپر
معیار الحق میں کرتا ہو کہ صاحب تفسیر احمدی فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن و حدیث و اجماع پر عمل کریگا تو وہ بھی ابو حنیفہ رح کا
مقلد ہو جاویگا اسلیے کہ قرآن و حدیث و اجماع پر عمل کرنا امام ابو حنیفہ رح سے ہی بیان ہوا ہو تو گویا سب صحابہ و تابعین رح کو
کا مقلد بتاتے ہیں اور ایسے ہی شیخ سعدی کی گری کو حلال طیب فرماتے ہیں مسلمانوں غور کرنا چاہیے کہ صاحب تفسیر

احمدی کی عبارت اس مضمون کے متعلق اوپر گذر چکی ہے اور اوسکا ترجمہ بھی گذر چکا ہے اسمین یہ کہان ہے کہ جو کوئی قرآن و حدیث
و اجماع پر عمل کریگا تو وہ بھی ابو حنیفہ رح کا ہی مقلد ہو جاویگا اور قرآن و حدیث و اجماع پر عمل کرنا ابو حنیفہ رح نے ہی بتایا ہے جس سے
صحابہ رض و تابعین کا مقلد ابی حنیفہ رح ہونا لازم آئے صاحب تفسیر احمدی کا وہ قول جس ہو مولوی نذیر حسین نے غلط مطلب
سمجھا ہو وہی جملہ ہو جو اوپر مذکور ہوا ان کو اصول الشرع ثلثة انما هو اول مسئلة بناه ابو حنیفہ رح
اسکا وہ مطلب کہان ہو جو مولوی نذیر حسین کے فہم فاسد مین آیا ہو اسمین تو اسکا بو بھی نہین ہو کہ قرآن و حدیث و
اجماع پر عمل کرنا ابو حنیفہ رح نے بتایا ہو نعوذ باللہ من ذلک جسکو ترجمہ عربی عبارت کا آتا ہو گا اگرچہ وہ کیسا ہی ادنی درجہ
کا طالب علم ہو اور کیسا ہی کج فہم ہو اس جملہ کا یہ مطلب کہ قرآن و حدیث و اجماع پر عمل ابو حنیفہ رح نے بتایا ہو ہرگز خیال
نہین کر سکتا ہو اوسکو مولوی نذیر حسین کا اقرار کرنا صاحب تفسیر احمدی پر جاننا چاہئے جملہ مذکورہ کا صاف مطلب یہی
ہو کہ یہ تفصیل و تصریح کہ اصول شرع کے تین ہین اول اول امام ابو حنیفہ رح نے ہی بیان فرمایا ہو اور صحابہ رض و تابعین رح
کا اصول ثلاثہ پر عامل ہونے سے لازم نہین آتا ہو کہ یہ مسئلہ تصریحہ و تفصیلیہ بھی انھون نے بیان فرمایا ہے عمل کرنا اسکو
فرمانے اور نکالنے کو نہین چاہتا ہو اسکی مثال ایسی جاننا چاہئے جیسے کہ اشاعرہ ان لوگون کو کہتے ہین جو اتباع میں چلتے ہین عمل
عقاید مین شیخ ابو الحسن الاشعری کا اور وہ بھی جو انکے ساتھ متفق ہین اعتقادیات مین باستثنا ماتریدیہ کے اور اس فرقہ
اشاعرہ کو فرقہ ناجیہ کہتے ہین اور اس فرقہ کے اعتقادیات وہی قرار دئے جاتے ہین جو رسول اللہ صلعم اور صحابہ رض
کے تھے لیکن جبکہ جس تفصیل و تصریح خاص کے ساتھ حسن الاشعری و ماتریدی اصول و اعتقادیات بیان فرماتے
ہین اوس تفصیل و تصریح کے ساتھ صحابہ رض بیان نہین فرماتے ہے اگرچہ اشاعرہ کے مسایل اعتقادیہ بالذات وہی
ہین جو صحابہ رض کے تھے فقط تفصیل و تصریح کا فرق ہو اس سبب سے یہ مسایل حسن الاشعری و ماتریدی کے بنائے ہوئے
قرار دئے جاتے ہین اسیواسطے اب اوپر چلنے والونکو اشاعرہ و تابع حسن الاشعری کے کہا جاتا ہو اور اس سبب سے کہ
یہ اعتقادیات بالذات صحابہ رض کے بھی تھے تو اوسکو کوئی یہ نہین کہہ سکتا ہو کہ جب ان اعتقادیات پر اب چلنے والونکو
اشاعرہ و تابع حسن الاشعری کہتے ہو تو یہ اعتقادیات صحابہ رض کی بھی تھے جو تھے صحابہ رض و تابعین کو اشاعرہ و تابع
حسن الاشعری کے کہہ یا اور ایسا نہ کہنے کی وجہ یہی ہو کہ یہ تفصیل و تصریح بیان کی ہوئی صحابہ رض کے اعتقادیات مین نہ
تھے اگرچہ بالذات وہی مسایل اعتقادیہ صحابہ رض کے مین بس ایسے ہی یہان جاننا چاہئے کہ ایسے ہی یہ تفصیل و
تصریح ہو کہ اصول شرع کے تین ہین صحابہ رض نے نہین ذکر کی اگرچہ اصول ثلاثہ پر عمل اونکا تھا اور عمل اصول ثلاثہ
پر کرنا اس تفصیل و تصریح خاص کو ذکر کرنے کو نہین چاہتا ہو پس یہ تفصیل و تصریح مسئلہ اول امام صاحب کا ہو

اب جو غیر مجتہد مد نظر رکھکر کہ اصول شرع کے تین ہیں احکام کہ ان اصول ثلاثہ سے جانے جاتے ہیں تو اس تفصیل
بیان کی ہوئی امام کی سی جائیگی تو وہ تابع امام صاحب رح کا ہی ہوگا اصحاب رح کا پس وہم فاسد و افترا کہ
مولوی نذیر حسین کا ساقط ہوا ایسے ہی شیخ سدو کے بکرے کی نسبت حلال طیب کہدینے کا صاحب تفسیر احمدی پر
نذیر حسین نے افترا کیا ہو انھوں نے بقرہ منذورہ اولیاء اللہ کو حتمین فرمایا ہے اور عبارت انکے تفسیر احمدی
یہ ہو ومن هنا علم ان البقرة المنذورة للاولياء كما هو الرسم في زماننا حلال طيب
لانه لم يذكر اسم غير الله عليها وقت الذبح وان كانوا ينذرونها یعنے گائے جو اولیاء اللہ کی
نذر کی ہوئی جیساکہ ہمارے زمانہ میں رسم ہو حلال طیب ہو اسواسطے کہ غیر اللہ کا نام اوسپر وقت ذبح کے نہیں لیا
اگرچہ اوسکو نذر کرتے ہیں پھر اپنے حاشیہ منیرہ میں فرماتے ہیں واما بحسب النذر فقد تقرر ان النذر لغير
الله حرام ونذر الاولياء ما قلته بان النذر لله ثوابه لهم انتهى اس عبارت منیرہ سے وضح
تفسیر احمدی کی یہ ہو کہ جب تفسیر میں بقرہ منذورہ للاولیاء کو حلال طیب فرمایا تو اوسپر یہ اعتراض وارد ہوا کہ
غیر اللہ کی ہو اور نذر غیر اللہ کی حرام ہو تو بقرہ منذورہ بھی حرام ہو نہ حلال طیب تو اوسکا جواب منیرہ میں یہ دیا کہ
نذر لغیر اللہ کا حرام ہونا مقرر و ثابت ہے لیکن نذر اولیاء اللہ جو اہل اسلام کرتے ہیں اور اوسپر نذر کا اطلاق کرتے
تو نذر کے معنے حقیقی اور ظاہری مراد نہیں لیتے ہیں بلکہ نذر اولیاء اللہ سے مراد یہ ہوتی ہو کہ نذر واسطے اللہ کے اور ثواب
اوسکا واسطے اولیاء اللہ کے پس جب نذر اولیاء فی الحقیقۃ نذر نہیں ہو اور معنے انکے یہ ہوتے ہیں جو مذکور ہوئے
اعتبار معانی کا ہوا کرتا ہو نہ الفاظ کا تو بیان حرمت جو نذر حقیقی میں ہوتی ہو وہ بھی نہیں ہو صاحب تفسیر احمدی تو
نہیں اور مولوی نذیر حسین کا یہ افترا کرنا ہو کہ بکری شیخ سدو کو حلال طیب فرماتے ہیں مولوی نذیر حسین کے نزدیک
شیخ سدو اولیاء اللہ میں سے ہو گا جو بقرہ منذورہ للاولیاء میں شیخ سدو کی بکری کو بھی داخل مانا ہے بریں
عقل و دانش بباید گریست کو پانچویں دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت شرح تحریر بحر العلوم کی ہو جو اوپر
مذکور ہوئی وہ یہ ہو کذا للعامی الانتقال من مذهب الى مذهب في زماننا لا يجوز لظهور
الخيانة اسكى یعنے اس قول بحر العلوم کی جو کچھ تاویل و تحریف معنوی مولوی نذیر حسین نے کی ہو اوسکا جواب اوپر
گذر چکا ہو جہاں یہ عبارت گذری ہو چھٹا ساتویں دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت علماء بخاری کی ہو کہ
انھوں نے ابو حفص بن عبد اللہ بن حفص کبیر بخاری کو حکم تعزیر وجلاوطن کا دیا تھا بسبب انتقال کرنے مذہب کے جو الیسویں دلیل وجوب
امام معین کی روایت فتاوی تتمہ کی ہو کہ اسمیں بسبب طلب منفعت دنیوی کے ... حنفی کو جو اوسکا اولی فرمایا ہے

ہیبتالمسیّنؒ دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت ابو الحسن الماتریدی کی ہے انتقال مذہب کو جب کہ تعزیر اشد کا حکم فرماتے ہیں جیسا الشیخ دلیل وجوب تقلید امام معین کی امام فخر الدین بن محمود کی ہے کہ انہوں نے مذہب انتقال کرنیوالے کو ساقط القول الشہادۃ اور مبتدع ضال فرمایا ہے ہیبتالمسیّن دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت ابو حفص کبیر کی ہے کہ انہوں نے تارک مذہب پر حکم تعزیر جاری کر دیا تھا چنانچہ یہ روایتیں تاتارخانیہ اور فتاوی حمادیہ میں مذکور ہیں فتاوی تاتارخانیہ کی عبارت یہ ہے من ارتحل الی مذہب الشافعی یعزر وحکی ان اباحفص بن عبد اللہ بن ابی حفص الکبیر البخاری ارتحل الی مذہب الشافعی لکثرۃ الشفعویۃ فامر بالتعزیر والنفی عن البلدۃ وفی النسفیۃ سئل عن شفعوی صار حنفیا ثم اراد ان ینتقل الی مذہب الشافعی ہل لہ ذلک فقال الثبات علی مذہب ابی حنیفۃ خیر واولی قال وہذہ الکلمۃ اقرب الی الالفۃ وارفق مما اجاب القاضی الامام ابو الحسن الماتریدی عن ہذہ المسئلۃ انہ یعزر ہذا البائس المرتد اشد التعزیر حتی یترک المذہب الردی ویرجع الی المذہب السدید وفی جواہر الفتاوی قال حنفی انتقل الی مذہب الشافعی قال فخر الدین محمود بن محمد گر این مرد عامی است ساقط القول و الشہادۃ شود و از فاسقان بود باشد و اگر اہل علم است مبتدع و ضال گردد و واجب بود منع و زجر وی وحکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفۃ خطب الی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عہد ابی بکر الجوزجانی فابی الرجل ان یزوجہا الا ان یترک مذہبہ لمذہب اصحاب الحدیث فیقرأ خلف الامام ویرفع یدیہ عند الانحطاط ونحو ذلک فاجابہ الی ذلک فزوجہ فقال الشیخ فی مجلس العامۃ بعد ما سئل عن ہذہ الحادثۃ وبعد ما اطرق راسہ وسکت النکاح جائز ولکن اخاف علی ہذا الرجل ان یذہب ایمانہ وقت النزع الی ان قال فی التاتارخانیۃ حتی ان رجلا فی عہد الشیخ ابی حفص الکبیر ترک مذہبہ وکان یقرأ خلف الامام ویرفع یدیہ عند الرکوع ونحو ذلک فاخبر الشیخ بذلک فغضب الشیخ وعنف وامر السلطان حتی امر الجلاد بان یضربہ بالسیاط عند الصیارفۃ حتی دخل ناس علی الشیخ ویشفعوا الیہ وتاب وادخلوہ علیہ فعرض علیہ ما یجب عن ضربہ فی باب الدین ثم خلی سبیلہ انتہی مختصرا اس عبارت سے امتحدین کا مذہب انتقال کرنے والے پر حکم

تعزیر کا دینا ثابت ہو جسکے دوام مذہب معین پر واجب ہونا ثابت ہوئی تقلید امام معین کا واجب ہونا ہو اور
دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت منح الخالق حاشیہ بحر الرائق کے ہی چنانچہ علامہ شامی جو کہ محشی در مختار
وہ منح الخالق میں فرماتے ہیں وان انتقل الیہ لقلۃ مبالاۃ فی الاعتقاد والجرأۃ علی الانتقال
من مذہب الی مذہب کما یتفق لہ ویمیل طبعہ الیہ لغرض یحصل لہ فانہ لایقبل شہادتہ
انتہی یعنے اگر کوئی شخص اپنے مذہب سے دوسرے مذہب کیطرف انتقال کرے بسبب بے پروائی کرنے کے اعتقاد
اور جرأت و دلیری کی اوپر انتقال کے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کیطرف جیسے کہ اتفاق ہو اور اوسکی طبیعت کا
میلان ہو کسی غرض کو حاصل ہو جائیگی تو اوسکی گواہی قبول نہ کیجاویگی اوپچاسوین دلیل وجوب تقلید امام معین
روایت فتاوی جواہر اخلاطی کی ہو جو فتاوی عالمگیریہ مین منقول ہو حنفی ارتحل الی مذہب الشافعی
یعنے دیکھے حنفی انتقال کرے طرف شافعی کی تو تعزیر و سزا دیجاوے اور تعزیر و سزا ارتکاب واختیار ممنوع وناجائز
سبب سے نہیں کیجاتی ہو پس انتقال ایک مذہب سے دوسرے مذہب کیطرف کرنا ممنوع و حرام ہوا اور دوام و بقاء مذہب
واجب و ضرور ہوا پچاسوین دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت فتاوی یتیمۃ الدہر کی ہو جو فتاوی حمادیہ
منقول ہو عبارت یہ ہو سئل عن القاضی المقلد اذا قضی علی خلاف مذہبہ ہل ینفذ
قضاؤہ فقال لاینفذ قضاءہ وسألت عبد الرحیم الحسینی عن القاضی ہل یجوز
ان یقضی بخلاف مذہبہ فقال لا لان محمدا رح نص فی الجامع . ان القاضی
اذا اخطأ فقضی بخلاف مذہبہ واضافۃ الخطاء الیہ دلیل علی انہ لیس لہ
یعنے قاضی اپنے مذہب کے خلاف حکم کرے تو اسکا حکم جاری نہوگا اس سے واضح ہو کہ مقلد کو اپنے مذہب کی مخالفت
درست نہین ہو پس موافقت اپنے مذہب کی واجب و ضرور ہوئی تقلید مذہب معین کا واجب ہونا ہو اکیاونوین دلیل
وجوب تقلید امام معین کی یہ ہو کہ کتاب ترصیع میں حمادیہ کی کتاب الاستحسان سے نقل کیا ہو کہ عامی یعنے غیر مجتہد
واحد کی شے پر عمل کرے اور کسی چیز مین اوس امام واحد کی مخالفت اپنی خواہش نفسانی کے سبب سے نکرے عربی
ترکیب عبارت یہ ہو ان العامی یعمل برای امام واحد وقع عندہ انہ اعلم ولایخالفہ فی شیء
بھوی نفسہ عندنا انتہی جب اس عبارت سے امام کی مخالفت ناجائز ہونا ثابت ہوا تو اوس امام واحد
معین کی تقلید کا واجب ہونا ثابت ہو گیا باونوین دلیل وجوب تقلید امام معین کی یہ ہو کہ اوس ہی ترصیع میں
حمادیہ سے نقل کیا ہو کہ اگر مجتہد اپنے اجتہاد کے سبب سے سواے ظہور دلیل کے بعض مسایل مین اپنے امام کا مذہب

ترک کرے تو یہ جائز ہے اور غیر مجتہد کو چھوڑنا اپنے مذہب کا بوجہ ہوائے نفسانی جائز نہیں ہے عبارت یہ ہے لو ان رجلا
من اهل الاجتهاد ترك مذهبه في مسئلة او اكثر منها باجتهاده لما وضح له من دلائل
الكتاب او السنة او غيرهما من الحجج لم يكن ملوما ولا مذموما بل كان ماجورا محمودا وهو
في سعة منه وهكذا كان افعال الائمة المتقدمين واما الذي لم يكن من اهل الاجتهاد
فانتقل من قول الى قول من غير دليل لكن لما يرغب من عرض الدنيا وشهوتها فهو
المذموم الآثم المستوجب للتعزير والتاديب لارتكابه المنكر في الدين واستخفافه
بدينه ومذهبه انتهى تیسرین دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت ذخیرہ کی کہ قاضی کا حکم
محل مختلف فیہ میں جب نافذ ہوتا ہو کہ وہ قاضی حکم کرنیوالا مجتہد ہو اور اوسنے اپنے اجتہاد سے حکم کیا ہو اور یہ موافق
روایت سیر کبیر کی ہے اور ہمارے علماء سے آگے آتا ہو کہ قاضی کو ہمارے علماء کے قول کے مخالف حکم کرنا درست نہیں ہے
عبارت ذخیرہ کی یہ ہے ان حكم القاضي في محل مجتهد فيه انما ينفذ اذا علم بكونه مجتهدا و
حكم عن الاجتهاد على رواية السير الكبير وسيجيء انه لا يقضي مما يخالف قول اصحابنا
جب قاضی کو ہمارے علماء کی قول کی مخالف حکم کرنا درست نہیں تو مذہب معین کے تقلید کا وجوب ثابت ہو گیا
چوتھین دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت قنیہ سے جو مجرے قہستانی کے باب عدم قبول شہادت میں منقول
ہے کہ اگر حنفی مذہب والا مذہب شافعی کیطرف انتقال کرے تو اوسکی گواہی معتبر و مقبول نہوگی اگرچہ وہ عالم
ہو عبارت یہ ہے وفيه اشعار بانه لو انتقل الى مذهب الشافعي لم تقبل شهادته وان
كان عالما كما في اواخر الجواهر اس سے واضح ہے کہ مذہب سے انتقال کرنیوالے کی گواہی مقبول نہیں
ہے اگرچہ عالم ہو اس سے انتقال ناجائز ہونا اور مذہب معین کی تقلید کا واجب ہونا ثابت ہے پانچوین دلیل
وجوب تقلید امام معین کی روایت کشف و شرح طحاوی کی ہے جو قہستانی نے قبیل کتاب الاشربۃ کی ذکر کی
ہے عبارت اسکی یہ ہے اعلم ان من جعل الحق متعددا كالمعتزلة اثبت للعامي الخيار
من كل مذهب ما يهواه ومن جعل واحدا كعلمائنا الزم للعامي اماما واحدا
كما في الكشف فلو اخذ من كل مذهب مباحته صار فاسقا آثما كما في شرح
الطحاوي للفقيه سعيد بن مسعود فيجب في المذهب الصلوتية اي اعتقاد
كونه حقا وصوابا كما في الجواهر انتهى اس سے ثابت ہے کہ جو حق کو متعدد کہتے ہیں جیسے کہ معتزلہ

وہ عامی یعنے غیر مجتہد کے واسطے میں اختیار ثابت کرتے ہیں کہ جس مذہب میں سے جو چیز چاہے اختیار کرے اور
حق کو متعدد نہیں فرماتے ہیں بلکہ مذہب متعددہ میں فی الواقع حق ایک ہی فرماتے ہیں جیسے علماء ہمارے
یعنے اہل سنت وجماعت حنفیہ تو وہ عامی کے واسطے ایک ہی امام کا پکڑنا لازم کہتے ہیں ایسے ہی کشف میں ہے کہ
ہر مذہب میں مباح سے جو چیز کو اختیار کریگا تو فاسق کامل ہو جاویگا ایسے ہی شرح حماوی میں ہے اس سے ایک
ہی امام کا پکڑنا لازم و واجب ہونا ثابت ہے یہی امام معین کی تقلید کا ثبوت ہے چھٹویں دلیل وجوب تقلید
معین کی روایت الفقیہ عبدالدائم برماوی شافعی کی ہے جو شاگرد ہیں علامہ بدرالدین زرکشی کے اور مصنف
لامع شرح جامع صحیح کے جنکے الفقیہ کی مدح شاہ عبدالعزیز صاحب بستان المحدثین میں فرماتے ہیں عبارت الفقیہ
کی یہ ہے ومن من العوام کان عملاً ؛ بما المجتہد قد حصلا ؛ ولیس له عنه رجوع
ویجب للعاجز التزام مذهب شخص ؛ معینا یعتقد الرجحانا ؛ فیه کان مساویاً ان کان
ولیس جائز تتبع الرخص ؛ فانه کلعب اذ لو یخص ؛ یعنے عوام میں سے جسنے مذہب کسی مجتہد پر
عمل کیا تو اوس عامی یعنے غیر مجتہد کو اوس مذہب سے رجوع کرنا درست نہیں ہے اور عاجز عن الاجتہاد پر التزام مذہب
معین کا واجب ہے پس اس سے بھی تقلید مذہب معین کی غیر مجتہد کے واسطے واجب ہونا ثابت ہے ساتویں دلیل
وجوب تقلید امام معین کی روایت امام غزالی کی ہے جو احیاء العلوم کے باب امر بالمعروف میں مذکور ہے عبارت
لو رای الشافعی شافعیا یشرب النبیذ وینکح بلا ولی ویطأ زوجة وهذا فی محل
النظر والاظهر ان له الحسبة والانکار اذ لم یذهب الیه احد من المحصلین الی ان
المجتهد یجوز له العمل بموجب اجتهاد غیره ولا ان الذی ادی اجتهاده فی التقلید
الی شخص راه افضل العلماء ان له ان یاخذ بمذهب غیره فینتقد من المذاهب
اطیبها عنده بل علی کل مقلد اتباع مقلده فی کل تفصیل فاذا مخالفته للمقلد
متفق علی کونه منکرا بین المحصلین وهو عاص بالمخالفة انتهی یعنے ایک شافعی دوسرے
شافعی کو نبیذ پیتے دیکھے یا بغیر ولی کے نکاح کرکے زوجہ سے وطی کرتے دیکھے تو اوس پر انکار کرنا اور اوسکو
اوس سے منع کرنا چاہیے کیونکہ علماء محققین ومحصلین متقدمین میں سے کوئی اسطرف نہیں گیا کہ ایک مجتہد یعنے
مجتہد مطلق کو دوسرے مجتہد مطلق کی اجتہاد کے موافق عمل درست ہے اور نہ اسطرف کوئی گیا ہے کہ جس شخص نے
کسی مجتہد کی تقلید اوسکو افضل جانکر کی تو پھر اوسکو مذہب غیر کا پکڑنا بھی درست ہووے بلکہ ہر مقلد پر اپنے ہی

وامام کی اتباع واجب ہو اسپر اتفاق ہو محصلین کا کہ مقلد کو اپنے مقلد وامام کی مخالفت منکر وجہ ہے اور مخالفت سے عاصی و گنہگار
ہوتا ہے پس وجوب تقلید امام معین کا ثبوت اس سے بھی ہو گیا ۔ اخاوشتم دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت کیمیائی سعادت کی یہ

عبارت ہے باتفاق محصلان است کہ ہر کہ بخلاف اجتہاد خود یا بخلاف اجتہاد صاحب مذہب کاری کند او عاصی است پس این

سخن حرام است کہ ہر کہ قبلہ اجتہاد او بہ تعیین کند و پشت بانجانب نماز گذارد عاصی بود اگرچہ دیگران پندارند کہ او مصیبت و اگر

بیگوید روا باشد کہ ہر کسی مذہب ہر کہ خواہد فرا گیرد این سخن بیہودہ است اعتماد را نشاید و علم ہر کسی مکلف است باگر بظن خود کار کند

و چون ظن او این باشد کہ مثلاً شافعی فاضل تر است او را در مخالفت وی ہیچ عذری نبود جز مجرد شہوت انتہی اس سے بخوبی
ثابت ہوا کہ علماء مستندین و محققین کا اتفاق ہو اسپر کہ بخلاف اجتہاد صاحب مذہب اپنے کے کوئی کام کرے تو وہ گنہگار ہو اور یہ
حرام ہو اور جو شخص یہ کہتا ہو کہ جو کوئی جس کسی مذہب کو پکڑے تو جائز ہو یہ بات بیہودہ ہے اعتماد کے لائق نہیں ہو پس اس سے مذہب
معین کی تقلید کا وجوب ثابت ہوا ۔ ششم دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت شیخ اکبر محی الدین عربی کی ہو جسکو امام عارف
شعرانی اپنی میزان کبریٰ میں ذکر کرتے ہیں اور انکی عبارت یہ ہے ذکر الشیخ محی الدین بن العربی فی الفتوحات المکیۃ وغیرہ
من اہل الکشف ان العبد اذا سلک مقامات القوم متقیدا بمذہب واحد لا یری غیرہ فلا بد ان
ینتہی بہ ذلک المذہب الی المعین الذی اخذ امامہ منہا اقوال جمیع الائمۃ تغترف من بحر واحد
فینفک عنہ التقیید بمذہب ضرورۃ ویحکم بتساوی المذاہب کلہا بالصحۃ بخلاف ما کان
یعتقد قبل ذلک انتہی یعنی شیخ محی الدین بن عربی وغیرہ اہل کشف نے فرمایا ہو کہ جب بندہ مقامات قوم پر ایک مذہب
کا ایسا متقید ہو کر چلتا ہو کہ اسکے غیر کو نہیں دیکھتا تو ضرور پہنچا دیتا ہو اسکو وہ مذہب معین مرتبہ ولایت کو اور اس چشمہ کو جس سے
اوسکے امام معین نے اپنے اقوال لئے ہیں پس اسوقت جب پہنچ جاتے مرتبہ ولایت اور چشمہ مذکورہ کو دیکھتا ہو جمیع ائمہ کے اقوال
کو کہ وہ ایک دریا سے لئے گئے ہیں پس اب اس سے تقیید مذہب کی ضرورۃ چھوٹ جاتی ہو اور وہ تمام مذاہب کے صحت کا برابر
حکم کرتا ہو بخلاف اسکے کہ جب پہلے پہنچنے اس مرتبہ کے اعتقاد رکھتا تھا اپنے ایک مذہب کے صحت کا اور سکو اعتقاد دیتا ہے اس سے واضح ہو کہ مذہب
معین کا متقید ہونا سالک غیر مجتہد کو ولایت و اجتہاد کو پہنچا دیتا ہو اور غیر مجتہد کیواسطے یہ مذہب معین وسیلہ قرب الٰہی کا ہو جسکے
طلب کا قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے امر فرمایا ہو بقولہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ تقریر دلیل کی اسطرح ہو سکتی ہو کہ غیر مجتہد کے
واسطے مذہب معین وسیلہ قرب الٰہی کا ہو ساتھ بیان محی الدین بن عربی کے ہو اور وسیلہ قرب الٰہی کا مامور بہ ہو بقولہ تعالیٰ وابتغوا
الیہ الوسیلۃ ہو تو مذہب معین غیر مجتہد کیواسطے مامور بہ ہوا پس تقلید مذہب معین کا وجوب ثابت ہوا ۔ ہفتم دلیل
وجوب تقلید مذہب معین کی روایت امام عارف شعرانی کی ہو کہ وہ اپنے میزان کبریٰ میں فرماتے ہیں فان قال قائل کیف

صح من فضلاء العلماء ان يفتوا الناس بكل مذهب مع كونهم مقلدين ومن شان المقلد ان لا يخرج
عن قول امامه فالجواب يحتمل ان يكون احدهم بلغ مقام الاجتهاد المطلق المنتسب الذي لم يخرج
صاحبه عن قواعد امامه كمحمد وابي يوسف ومحمد بن الحسن وابن المنذر وابن قاسم واشهب و
وابن تمرح فهؤلاء كلهم وان افتوا الناس بما لم يصرح به امامهم فلم يخرجوا عن قواعده انتهى اس سے
واضح ہو کہ شان مقلد ہونا اپنے امام کے قول سے خارج ہونا نہیں ہے اور غیر کے مذہب پر فتویٰ دینا درست نہیں ہے اور جن علما
نے غیر کے مذہب پر فتاوے دئے ہیں وہ مقام اجتہاد کو پہنچے تھے تو جب مقلد کو خروج اپنے مذہب کو درست نہوا تو
مذہب امام پر دوام و ثبات واجب ہوا پس یہی تقلید مذہب معین کی ہے اکثر میں دلیل وجوب تقلید امام معین کی یہی ہے
شاہ عبد العزیز صاحب رسالہ جواب سوالات عشرہ میں فرماتے ہیں اگر حنفی المذہب بر مذہب شافعی عمل نماید در بعض احکام
یکی از سہ وجہ جائز است اول انکہ دلائل کتاب و سنت در نظر او دران مسئلہ مذہب شافعی را ترجیح دہد دوم انکہ در ضیقی مبتلا شود
کہ ناچار بدون اتباع مذہب شافعی نماند سوم انکہ شخص باشد صاحب تقوی و اورا میل باحتیاط افتادہ واحتیاط در مذہب شافعی یافتہ
بہر سہ وجہ شرط دیگر ہم ہست و آن ہست کہ تلفیق واقع نشود یعنی بسبب ترکیب صورتی متحقق نشود کہ ہر دو مذہب در ان باطل است
مثلاً اگر فصد را ناقض وضو نداند باز بجان وضو نماز عقب امام بے قراءۃ فاتحہ بگذارد کہ در ہیچ مذہب روا نباشد وضو در مذہب
حنفی باطل گشت و نماز در مذہب شافعی و اگر سوای این وجوہ محض بترک تقید از حنفی شود و اقتدا بشافعی کار ہیچ کس مکروہ قریب
بحرام است زیرا کہ لعب در دین است انتہی اس سے واضح ہو کہ کوئی حنفی مثلاً شافعی کے مذہب پر بعض احکام میں عمل کرے تو تین
وجہوں میں سے ایک وجہ پائی جانے تو عمل کرنا جائز ہے ورنہ قریب بحرام ولعب در دین میں ہے اول وجہ یہ ہے کہ اوس عمل کرنے والے کے نزدیک
مسئلہ شافعی کے دلائل کتاب و سنت کے راجح و غالب معلوم ہوں اور پر تفسیر احمدی و دیگر کتب سے معلوم ہو چکا ہے کہ ترجیح سوائے مجتہد
کے دوسرے کو حاصل نہیں ہو سکتی ہے تو اس وجہ کا حاصل یہ ہوا کہ جو حنفی مذہب شافعی کے بعض مسئلہ پر عمل کرنے والا ہو تو وہ مجتہد ہو
دلائل کتاب و سنت کی ترجیح دینے کے لیاقت رکھتا ہو اور باوجود اسکے تلفیق واقع نہو دوسری وجہ یہ ہو کہ وہ شخص ایسی تنگی میں
ہو کہ ضیق میں کہ تنگی اور بے مذہب شافعی کے اوسکا گذارہ نہو تیسری وجہ حنفی کو شافعی کے مذہب کے مسئلہ پر عمل کرنیکی یہ ہو کہ وہ شخص صاحب
تقوی ہو اور احتیاط پر عمل کرنا اوسکو منظور ہو اور احتیاط مذہب شافعی میں پاوے جیسے مثلاً طاؤس حنفیہ کے یہاں حلال اور شافعی کے
یہاں حرام ہو تو احتیاط اوسی میں ہو کہ طاؤس کو نہ کھاوے نہ کھانا حنفیہ کے نزدیک بھی کوئی خرابی نہیں اسی طرح اور کوئی صورت
ہو کہ اوس مسئلہ میں امام شافعی کے موافق عمل کریں تو دونوں مذہب کے موافق کوئی قباحت نہو اور باوجود ان وجوہ ثلاثہ کے تلفیق
نہونا بھی ضروری ہے اور تلفیق یہ ہو کہ بسبب ترکیب کے کوئی صورت ایسی متحقق ہو جاوے کہ وہ دونوں مذہب میں درست نہو

جیسے فصد کہ ناقض وضو ہے شافعی کے اور سادہ رہی وضو کی جسکے بعد فصد کرائی پھر نماز امام کی پیچھے بغیر قرأت فاتحہ الکتاب کے پڑھی تو یہ نماز
کسی مذہب کے موافق درست نہو سکے وضو مذہب حنفی کے موافق درست رہا لیکن فصد سے ٹوٹ گیا اور نماز بغیر قرأت کے امام شافعی کے
کے باطل ہوئی اس کلام شاہ عبد العزیز صاحب سے ثابت ہوا کہ سوائے ان وجوہ کے کہ مذہب حنفی ناجائز و قریب حرام و لب تریں ہوگا پس
وجوب تقلید مذہب معین کا ثبوت ہو گیا اور لامذہب کا ترک تقلید کہ ان تینوں صورتوں میں سے کسی میں داخل ہے نہ خالی ہیں مرتکب لابدہیں
مرتکب قریب حرام و لب تریں کے ہوئے موافق قول شاہ عبد العزیز صاحب کے پانچویں دلیل وجوب تقلید مذہب معین کے
روایت رسالہ مبدأ و معاد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رح کی جو عبارت یہ ہے مقتدی آرزوئے آن داشت کہ چیزی بعد شروع در مذہب
حنفی نماز خلف امام قرأت فاتحہ نمودہ آید اما بواسطہ رعایت مذہب بے اختیار ترک قرأت میکرد و این ترک را از قبیل ریاضت میشمرد
آخر الامر الحمد للہ برکت رعایت مذہب کہ نقل از مذہب الحادوات حقیقت مذہب حنفی در ترک قرأت ماموم ظاہر ساخت و قرأت
علی القرأت حقیقی در نظر بصیرت متعذر بانمود انتہی اس سے ظاہر ہوا کہ انتقال کرنا ایک مذہب سے دوسرے مذہب کیطرف بغیر شرائط
معلومہ کے الحاد و بے دینی ہے جب ترک مذہب الحاد و بے دینی ہوا تو ضرور دوام اس پر واجب ہوا یہی وجوب تقلید مذہب معین
کا ہے چھٹی دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت حضرت مجدد الف ثانی رح کی مکتوبات جلد اول مکتوب صد و دوازدہم
کی جو عبارت یہ ہے در روایات معتبرہ حرمت اشارہ واقع شدہ باشد و بر کراہت اشارہ فتوی دادہ باشند و از اشارہ و تحقیق منع کنند
آنرا از ظاہر اصول اصحاب گویند ما مقلدان را نمی رسد کہ بمقتضای احادیث عمل نمودہ جرأت در اشارہ نمائیم و بفتاوی چندین
علماء مجتہدین مرتکب امر محرم و مکروہ و منہی گردیم انتہی اس سے واضح ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی رح فرماتے ہیں کہ ہم مقلدوں کو جائز
نہیں پہنچتا ہے جائز نہیں ہے کہ بمقتضائے احادیث عمل کرکے جرأت اشارہ میں کریں یعنے ظاہر احادیث کو ساتھ مذہب حنفی کی مخالفت
کریں اس مخالفت مذہب معین کا عدم جواز ثابت ہوا یہی وجوب تقلید مذہب معین کا ہے ساتویں دلیل وجوب تقلید امام معین
کی روایت منح الغفار شرح کنز الدقائق کی جو عبارت اوسکی شامی میں موجود ہے وادعی فی البحر ان المقلد اذا قضی بمذهب
غیرہ او بروایة ضعیفة او بقول ضعیف نفذ واقوی ما تمسک به فی البزازیة اذا لم یکن القاضی
مجتہدا وقضی بالفتوی علی خلاف مذہبه نفذ ولیس لغیرہ نقضه وله نقضه کذا عن محمد وقال
الثانی لیس له نقضه اھ وما فی الفتح یجب ان یعول علیه فی المذهب وما فی البزازیة محمول علی روایة
عنہما اذ قصاری الامر ان هذا منزل منزلة الناس لمذهبه وقد مر عنہما فی المجتہد انه لا ینفذ فالمقلد
اولی انتہی یعنی بحر الرائق میں دعوی کیا ہے کہ قاضی مقلد جب حکم کرے ساتھ مذہب غیر کے یعنے غیر امام اپنے کے یا ساتھ روایت ضعیف
یا قول ضعیف کے تو حکم اوسکا جاری ہوجاویگا اور بحر الرائق والا کا ساتھ اس میں قوی تر تمسک وہ جو بزازیہ میں ہے کہ جب کہ قاضی

مجتہد ہو وہ حکم کرے ساتھ فتوی خلاف مذہب اپنے کے تو اوسکا حکم جاری ہو جاویگا اور اس قاضی کا غیر اوس حکم کو توڑ نہیں سکتا اور
وہ قاضی خود توڑ سکتا ہے ایسی ہی مروی ہے محمد رح سے اور امام ابی یوسف رح سے مروی ہے کہ وہ قاضی خود بھی نہیں توڑ سکتا ہے
صاحب نہر الفائق نے یہ دعوی و مسلک صاحب بحر کا ذکر کرکے فرماتے ہیں کہ فتح القدیر میں جو ہے اسی پر اعتماد کرنا واجب ہے مذہب
میں اور بزازیہ میں جو ہے وہ اسپر محمول ہے کہ صاحبین سے ایک روایت ہے لیکن وہ مذہب انکا نہیں ہے روایت ہے کیونکہ عبارت اور
یہ ہے کہ قاضی مقلد کا مخالف مذہب کا حکم کرنا باطل ناسی کا ہے کہ نسیان سے مخالف مذہب کا حکم کرے اور صاحبین سے مجتہد کا حقیقی
یہ گذر چکا ہے کہ مجتہد بھی اپنے مذہب کے خلاف حکم کرے تو جائز نہیں ہے پس مقلد کا خلاف مذہب کا حکم کرنا بطریق اولی جاری نہیں ہوگا
اور ناجائز ہوگا فتح القدیر میں جو ہے وہ یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک مخالف مذہب کا قاضی حکم کرے تو نسیان و عمد دونوں
صورتوں میں اوسکا حکم جاری نہوگا اسی مذہب صاحبین پر اس زمانہ میں فتوی ہے کیونکہ اس زمانہ میں تارک مذہب کا قصد
جمیل کے واسطے ترک مذہب نہیں کرتا ہے بلکہ ہوی باطل کے واسطے ترک مذہب کرتا ہے پس نہر فائق سے ثابت ہوا کہ قاضی مقلد مخالف
مذہب کا حکم کرے تو جاری اور جائز نہیں ہے جس سے وجوب تقلید مذہب معین ظاہر ہے یہ پندرھویں دلیل وجوب تقلید امام معین
کی روایت در مختار کی ہے عبارت کہ یہ ہے ولو حکم القاضی بحکم مخالف لمذهبه ما صح اصلا ولیسطر
یعنے اگر قاضی اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو ہرگز صحیح نہوگا جب مذہب کے مخالف حکم صحیح نہوا تو موافقت مذہب کی واجب
و ضروری ہوئی مذہب معین کا واجب ہونا ثابت ہوا یہ سولھویں دلیل وجوب تقلید امام معین کی روایت اکابر محققین کی ہے
جو میزان کبری امام شعرانی میں منقول ہے اور گذر چکی ہے عبارت یہ ہے و مما یؤید هذه المیزان عدم انکار اکابر العلماء
کل عصر علی من انتقل من مذهب الی مذهب الا حینما یتبادر الی الاذهان من توهم الطعن من ذلك
الامام الذی خرج من مذهبه الا خیر انتهی یعنے اکابر علماء ہر زمانہ میں مذہب سے انتقال کرنیوالے پر انکار نہیں کرتے تھے
مگر انکار اوسوقت کرتے تھے جب ذہنوں کی طرف متبادر ہو طعن کا وہم ہو اوس امام میں جسکا مذہب کا ترک کیا ہو انتہی پس اس سے ثابت ہوا کہ جب امام
کے مذہب سے خارج ہووے تو اوسمیں توہم طعن کا کرکے ذہنوں میں آوے تو اکابر علماء کے نزدیک ایسا انتقال جائز نہیں ہے اور
اس زمانہ میں توہم کیا بلکہ لامذہب لوگ علی الاعلان طعن کرتے پھرتے ہیں اور حضرت امام ابی حنیفہ رح کو مخالف احادیث و حق
دین ٹھہراتے ہیں تو ایسا ترک مذہب جابجا اکابر علماء کے نزدیک ناجائز و حرام ہوگا پس جب اس حالت میں ترک مذہب ناجائز
و حرام ہوا تو دوام مذہب معین پر واجب و لازم ہوا پس تقلید مذہب معین کا واجب ہونا ثابت ہوگیا سترھویں دلیل وجوب تقلید
امام معین کی روایت جلال الدین سیوطی کی ہے جو میزان کبری امام عارف شعرانی میں گذر چکی ہے عبارت یہ ہے قال السیوطی و هذه
دعوی لا برهان علیها و قد ادرکنا علماءنا و هم لا یفرقون النکیر علی من کان مالکیا ثم عمل حنفیا او شافعیا

ثم صار بعد ذلك حنبليا ثم رجع بعد ذلك الى مذهب مالك وانما يظهرون النكير على المنتقل لايهامه
التلاعب بالمذاهب انتهى یعنے جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ اوس شخص پر جو مالکی ہو پھر حنفی یا شافعی ہو جاوے
پھر حنبلی ہو جاوے پھر مذہب امام مالک کی طرف رجوع کرے ہمارے علماء زمانہ کے ساتھ انکار نہیں کرتے اور ضرور ظاہر کرتے تھے
وہ علماء ہمارے مذہب کے انتقال کرنے والے پر انکار کو بسبب ایہام اوسکے کہ تلاعب بالمذاہب ہے اس سے واضح ہو کہ جلال الدین سیوطی
فرماتے ہیں کہ ہمارے مذہب سے انتقال کرنے والے پر علماء انکار کرتے تھے بسبب وہم ڈالنے اوس انتقال کو لوگوں کے دلوں میں
تلاعب بالمذاہب کا پس اس صورت میں انتقال مذہب سے علماء کے نزدیک ناجائز ہوا تو مذہب معین پر دوام واجب و
لازم ہوا پس تقلید مذہب معین کی واجب ہوئی یہانتک ستہ دلیلوں سے تقلید مذہب معین کا وجوب ثابت ہو گیا اور
بھی اور وجوب تقلید امام معین کی کتب دینیہ میں موجود ہیں لیکن واسطے منصف کو زیادہ کی حاجت نہیں ہے اسیقدر بلکہ
اس سے بھی کم اسکو کافی و وافی ہیں اسواسطے زیادہ لکھنے سے قلم کو روکا جاتا ہے اور جو جو عبارات علماء زمانہ کی مولوی نذیر حسین
پیشوا لامذہب لوگوں نے معیار الحق میں واسطے دھوکا دہی عوام کے اور اونکے دلوں میں حیرت و شک و عدم جواز تقلید بٹھانیکو
نقل کی تھیں اور امیر الدین نے معیار الحق سے نقل کی تھیں ان تمام کے جوابات اول معلوم ہو چکے اور واضح ہو چکا کہ اون عبارات سے
ہر گز ثابت نہیں ہوتا ہے کہ غیر مجتہد کو اس زمانہ میں بھی کہ خیانت ظاہر ہے اور طمع نفوس پر غالب ہے بلا ضرورت کے مذہب سے انتقال درست
ہے اور با وجود عروض عوارض کے بھی تقلید واجب نہیں ہے اور وہ عبارات جنسے پیشوا لامذہب لوگ مولوی نذیر حسین اور اونکے معتقد
دیگر لامذہب لوگ مثل امیر الدین دلیل عدم جواز تقلید بناتے ہیں وہ عبارات علماء کے آٹھ مجتہدین کے حق میں ہیں یا مقلدین کے حق میں
یا باعتبار زمانہ سابق کے ہیں نہ باعتبار اس زمانہ ظہور خیانات و غلبہ طمع کے یا باعتبار قطع نظر کے عروض عوارض سے ہیں نہ بنظر عروض
عوارض کے یا اسپر محمول ہیں کہ احتیاطا مذہب غیر میں بھی ہو اور غیر کے مذہب کیطرف رجوع کرنے میں اپنے مذہب کو کراہت کا بھی احتمال
ہے نہ واجب ہو جیسا کہ شاہ عبد العزیز صاحب کی عبارت میں گذر چکا ہے اگر اسی قسم کی صورت نہیں ہو کوئی صورت بنی نہ ہو تو اس صورت
میں وہ عبارات علماء کی قرار عینا اسراف ہو جائیگی اور بوجہ جہالت و سفاہت و حماقت لامذہب لوگوں کی نظر بھی مسئلہ اونکو چاہئیے کہ ہماری تحقیق
کہ میں علماء زمانہ کی عبارات جو مولوی نذیر حسین و امیر الدین نے پیش کی تھیں عدم جواز تقلید کے بارہ میں اونمیں سے بھی
کی اقوال سے وجوب تقلید امام معین کا ثبوت دیا گیا ہے جسپنے معنی فاسدہ کے اثبات کیواسطے اونکے اقوال مجملہ کو لامذہب لوگ پیش
کیا تو ہم نے لامذہب لوگوں کا ان علماء کے اقوال مذکورہ کو پیش کرنا دلیل اس امر کی قرار پائی کہ اون علماء کے اقوال دین و شرع
محمدی میں ان لامذہب لوگوں کے نزدیک مقبول ہیں ورنہ اونکے اقوال کو یہ لامذہب لوگ کیوں پیش کرتے جب اونکے اقوال مجملہ مذکورہ
کو ایسے معانی پر محمول ہونا مبتنے بتایا کہ جنسے غیر مجتہد کی تقلید خصوصا اس زمانہ میں اور با وجود عروض عوارض کے اور عدم ضرورت

ترک مذہب کا ناجائز ہونا ثابت ہوا اور انکے دوسرے اقوال جو غیر مجتہد کے حق میں تقلید کا واجب ہونا بتا دیا تو اگر لامذہب ہم میں
دینداری ہو تو یہ اقوال بھی اونہیں علمار کے ہیں انکو قبول کرکے وجوب تقلید مذہب معین کا قائل ہو جاویں اگر ان اقوال کو جنسے
وجوب تقلید امام معین ثابت ہے لامذہب ہم نہ مانیں تو جان لینا چاہیے کہ وہ اقوال علمار کا لامذہب ہم صرف فریب دہی عوام کو پیش
کرتے ہیں اور انہیں تو انصاف و دینداری کی بو بھی نہیں ہے ورنہ مضمون و مدیہ اور سے بعید ہے کہ جن علمار کے اقوال مقبول
و متبرہ جانیں تو وہ بعض اقوال مجملہ انکے لیکر اپنے مدعی فاسد پر محمول کرکے انکو دلیل بناویں اپنے مدعی فاسد کی اور دوسرے
اقوال مفصلہ انکے بالکل نہ مانیں افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کے مصداق ایسے ہی لوگ ہیں پس تمام
مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے لوگوں سے پرہیز کریں اور انکے دھوکے و فریب میں آکر اپنا ایمان خراب نہ کریں محفل میلاد شریف وغیرہ کے
بارہ میں جو امیر الدین کا بیان ہے اب اسکا حال معلوم کرنا کسی قدر بطور اجمال کو چاہیے **قولہ** مولود جو فی زماننا ہوتی
ہے اور اسکو مسلمان پڑھتے ہیں بدعت ہے اور ہم اللہ جل شانہ اور اسکے رسول صلعم کی تعریف و مدح کسی حال میں کرنا اپنی نجات
کا وسیلہ سمجھتے ہیں **اقول** وباللہ التوفیق امیر الدین تابعین مولوی نذیر حسین و مولوی اسمعیل وغیرہما میں ہے اور ان
مذکورین کے نزدیک بدعت وہی ہے جو بعد زمانہ ثلاثہ کے ہو اور ہر بدعت انکے نزدیک ضلالت ہے یہی مراد اس امیر الدین کی معلوم
ہوتی ہے پس اسکا حال معلوم کرنا چاہیے کہ یہ تعریف بدعت ضلالت کی کہ جو بعد زمانہ ثلاثہ کے ہو بدعت ضلالت ہے ان لوگوں
نے اپنی سفاہت وجہالت سے گھڑی ہے اور شرح مقاصد علامہ تفتازانی سے گذر چکا ہے کہ جاہل لوگ ایسی چیز کو بدعت مذمومہ بتاتے
ہیں تھوڑی سی عبارت پھر نقل کیجاتی ہے ومن الجہلة من یجعل کل امر لم یکن فی زمن الصحابة بدعة مذمومة
وان لم یقم دلیل علی قبحه تمسکا بقوله علیه الصلوة والسلام ایاکم ومحدثات الامور یعنے
جاہل ایسی چیز کو جو صحابہ میں نہوا اوسکو بدعت مذمومہ گردانتے ہیں اگرچہ اوسکے قبح پر کوئی دلیل قائم نہو اور وہ جاہل اس حدیث
کو دلیل بناتے ہیں ایاکم ومحدثات الامور الغرض جو چیز زمانہ ثلاثہ میں نہو فقط اسیقدر سے بدعت مذمومہ ٹھہرا دینا اگرچہ
کوئی دلیل اس چیز مذکور کے قبح پر دال نہو جہالت و سفاہت کا ثمرہ و نتیجہ ہے پس اس تعریف گھڑنے میں نہایت ہی وہابیہ کی جہالت
و سفاہت ثابت ہے اہل سنت وجماعت کے نزدیک تو بدعت ضلالت وہی ہے جو کتب فقہ اور اصول حدیث میں مصرح
ہے چنانچہ شرح نخبة الفکر و رسالہ اصول حدیث شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور در مختار میں بدعت ضلالت کی تعریف لکھی
ہے وھی اعتقاد ما احدث علی خلاف المعروف عن النبی صلعم لا بمعاندة بل بنوع شبهة یعنے
بدعت ضلالت اعتقاد اوس چیز کا ہے جو نکالی گئی ہو خلاف اوسکے جو نبی صلعم اور صحابہ سے معروف و مشہور ہے اور یہ اعتقاد
خلاف معروف کا بسبب عناد کے اور بعد معلوم ہو جانے حق کے نہو بلکہ ایک قسم کی دلیل باطل کے سبب سے ہو اسکی مثال اعتقاد مجسمی

رد المحتار حاشیہ درمختار میں یہ ہے میں جیسے مسح کرنا شیعہ کا پاؤن پر اور انکار انکا مسح موزون پر کہ یہ عبارت علامہ شامی
کی یہ ہو ولا یخفی ان الاعتقاد یشتمل ما کان معہ عمل اولا فان من تدین بعمل لا بد ان یعتقدہ کمسح الشیعۃ
علی الرجلین وانکارھم المسح علی الخفین ونحو ذلک وحینئذ فیساوی تعریف الشمنی لھا بانھا
ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ من علم او عمل او حال بنوع شبھۃ واستحسان
وجعل دینا قویما وصراطا مستقیما اھ فافھم انتہی اس سے واضح ہو کہ بدعت سیئہ کی مثال مسح پاؤن کا
ہے اور انکار کرنا مسح موزون پر کرنے سے دیکھو ان مثالون میں شی اور موجود ہو کہ یہ اعتقاد خلاف ایسی چیز کے ہو
جسکا ثبوت رسول اللہ صلعم وصحابہ رض سے مشہور ومعروف ہو چنانچہ رسول اللہ صلعم اور صحابہ رض سے ثبوت نہونے موزون کا یا انکار وجود
مشہور ومعروف ہو اور ثبوت موزون کا مسح مشہور ومعروف ہو پس بدعت سیئہ ہونیکے واسطے اعتقاد مخالف ایسی چیز کے ہونا جو رسول اللہ
صلعم اور صحابہ سے مشہور ومعروف ہو ضرور ہوئی یہی علامہ شامی نے اس عبارت میں جو تعریف بدعت شمنی سے
نقل کی ہو اوسمین بھی یہ قید مخالف حق متلقی عن رسول اللہ صلعم کی ہو اور علامہ شامی جلد ثالث رد المحتار کے باب التعزیر
میں فرماتے ہیں اہل البدعۃ کل من قال قولا خالف فیہ اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ انتہی یعنی
اہل بدعت یعنے بدعت ضلالت یہ وہ شخص ہے جو ایسا قول کہے کہ اوس قول مین مخالفت کرے اعتقاد اہل سنت وجماعت
کی اس تعریف مین بھی بدعت ضلالت ہونیکے واسطے اعتقاد مخالف اہلسنت کو کہ وہی اعتقاد بالذات رسول اللہ صلعم وصحابہ رض کا
ہی شرط کی ہو پس واضح ہو کہ بدعت ضلالت ہونیکے واسطے مخالفت ایسے امر کی جو رسول اللہ صلعم وصحابہ رض سے بطور
شہرت ومعروفیت کے ثابت ہو کہ جو اعتقاد اہلسنت وجماعت کا ہو اوسکے خلاف ہونا واسطے ثبوت بدعت ضلالت کو ضرور ولازم
ہو بدون اسکے بدعت ضلالت اہل بدعت وجماعت کے نزدیک نہین ہوتی ہو پس محفل میلاد شریف پر یہ تعریف بدعت ضلالت
ہرگز ثابت نہین ہو کیونکہ محفل میلاد شریف جو مروج علماء وصلحاء بلاد کر رہا ہین ہو اسمین کسی امر کی جو رسول اللہ صلعم
وصحابہ رض سے بطور معروفیت وشہرت کے ثابت ہو اور وہ عقیدہ اہلسنت وجماعت کا قرار پایا ہو مخالفت ہرگز نہین پائی جاتی ہے
جسکو اس امر کی مخالفت پائے جانیکا ادعا ہو تو ثابت کرے ورنہ محفل میلاد شریف کو بدعت ضلالت کہنے سے توبہ کرے اور ایاکم
ومحدثات الامور جو حدیث مین وارد ہو تو محدثات الامور یہ محدثات ضلالات ہین جنکی تعریف ابھی معلوم ہوئی کہ
مخالفت مذکورہ کا ہونا اونمین ضرور ہو پس جبتک مخالفت مذکورہ کا ثبوت کوئی نہ کر دکھاوے تب تک کسی امر کو بدعت ضلالت
کہنا اور اوسکے حقمین ایاکم ومحدثات الامور پڑھنا یا کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار پڑھنا
صرف مسلمانون کو دھوکہ دینا اور غیر مراد شارع علیہ السلام کو مراد شارع علیہ السلام قرار دینا اور ضال مضل بننا ہے

صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۲۸۵ مطبوع دہلی میں یہ حدیث نبوی شر الامور محدثاتہا وکل بدعۃ ضلالۃ موجود ہے پس اسکے تحت میں
نووی فرماتے ہیں قولہ صلعم وکل بدعۃ ہذا عام مخصوص والمراد غالب البدع قال اہل اللغۃ ہی کل
شئ عمل علی غیر مثال سابق قال العلماء البدعۃ خمسۃ اقسام واجبۃ ومندوبۃ ومحرمۃ ومکروہۃ و
مباحۃ فمن الواجبۃ نظم ادلۃ المتکلمین للرد علی الملاحدۃ والمبتدعین وشبہ ذلک ومن المندوبۃ
تصنیف کتب العلم وبناء المدارس والربط وغیر ذلک ومن المباح التبسط فی الوان الاطعمۃ وغیر ذلک
والحرام والمکروہ ظاہران وقد اوضحت المسئلۃ بادلتہا المبسوطۃ فی تہذیب الاسماء واللغات
فاذا عرف ما ذکرتہ علم ان الحدیث من العام المخصوص وکذا ما اشبہہ من الاحادیث الواردۃ ویؤید
ما قلنا ان قول عمر ابن الخطاب فی التراویح نعمت البدعۃ ولا یمنع من کون الحدیث عاما مخصوصا
کل بدعۃ مؤکدا بکل بل یدخلہ التخصیص مع ذلک کقولہ تعالی تدمر کل شئ انتہی یعنے قول آنحضرت
صلعم کا کل بدعۃ عام مخصوص البعض ہے اس سے مراد اکثر بدعات ہیں نہ ہر بدعت اسواسطے کہ معنے لغوی بدعت کے
یہ ہیں کہ جو شئ ایسی ہو کہ عمل میں لائی گئی ہو اس حال میں کہ اوسکی مثال سابق میں نہ ہوئی ہو اور معنے لغوی کے اعتبار سے
علماء نے بدعت کو پانچ قسمیں بیان کی ہیں واجب مستحب حرام مکروہ مباح پس بدعت واجبہ جیسے ملحدوں اور بدعتیوں
کے رد میں دلیلیں قائم کرنا اور بدعت مندوبہ جیسے کتابیں علم کی تصنیف کرنا اور مدرسے اور مسافر خانہ وغیرہ بنانا اور بدعت
مباحہ جیسے فراخی طرح طرح کے کھانوں میں کرنا اور حرام و مکروہ ظاہر ہیں (شامی میں بدعت مکروہ کی مثال مزخرف اور منقش
کرنا مساجد کا لیے محراب کو مطلا کرنا کہ نمازی کے نماز میں خرابی کا احتمال ہو اور بدعت محرمہ کی یہ جو اوپر مذکور ہو کہ مسح پاؤں
کا وقت وضو کی حالت بہوتے موزہ کے ہیں اور موزہ پہ مسح کا انکار کرنا) علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ اور مبسوط
کر سکتا تہذیب الاسماء واللغات میں خوب واضح کر دیا ہے پس جب پہچانا گیا جو ذکر کیا تو معلوم ہو گیا کہ حدیث کل بدعۃ
ضلالۃ عام مخصوص البعض ہے یعنے اوس سے مراد بدعتیں محرمہ و مکروہہ ہیں نہ مطلقا یعنے محرمہ و مکروہہ کا حکم ضلالت
ہونا فرمایا ہے واجبہ و مستحبہ و مباحہ پر حکم ضلالت کا نہیں ہے اور اوسکے مثل دوسری احادیث جو بدعات کے رد میں ہیں وہ بھی
مخصوص البعض ہیں اور ہمارے قول کی تائید کرتا ہے قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تراویح کے بارہ میں جو نعمت البدعۃ
کہتے ایک امام پر جمع کر دیا اچھی بدعت ہے یعنے اس قول حضرت عمر رضی سے بھی معلوم ہوا کہ بعض بدعت اچھی بھی ہوتی ہے
پس معلوم ہوا کہ ہر بدعت ضلالت نہیں ہے اور بدعت جو مؤکد ساتھ لفظ کل کے کیا گیا ہے (حدیث میں اور اسطرح فرمایا ہے
کل بدعۃ ضلالۃ تو وہ منافی حدیث کے مخصوص البعض ہونے کو نہیں ہے بلکہ اوسمیں تخصیص داخل ہو جاتی ہے یا در

کل بدعۃ مانند قول خدا تعالی کے ہو تدمر کل شیٔ یعنے خدا تعالی اپنے اس قول میں اوس ریح کا وصف فرماتا ہے
جو ہود علیہ السلام کی قوم کے ہلاک کرنے کو خدا نے بھیجی تھی کہ وہ ریح ہلاک کرتی تھی کل شی کو یعنے جیسے اس قول
میں کل کے ساتھ تاکید ہے باوجود اسکے کل شی مخصوص البعض ہے کہ اس سے فقط قوم ہود علیہ السلام کی جو نافرمان
و کافر تھی اور انکے اموال مراد ہیں ہود علیہ السلام اور انکے اصحاب مؤمنین اور زمین و آسمان و شمس و قمر و نجوم و دریا
بھی مفہوم کل شی میں داخل ہیں لیکن اس حکم ہلاک کر دینے میں داخل نہیں ہیں پس کل بدعۃ ضلالۃ میں فقط
بدعت محرمہ و مکروہہ داخل ہے مباحہ و مندوبہ و واجبہ داخل نہیں یہ مطلب مع کچھ تفصیل کی امام نووی کے قول
سے واضح ہے کہ حدیث کل بدعۃ ضلالۃ اور مانند انکے جیسے ایاکم و محدثات الامور میں ہر بدعت یعنے لغوی
داخل نہیں ہے الغرض جو بدعت ضلالت ہے کہ وہ بدعت محرمہ و مکروہہ ہے وہ محفل میلاد شریف مروج علما و صلحا
پر صادق نہیں اور جو بالفرض صادق ہو تو وہ بدعت محرمہ و مکروہہ نہیں ہے بلکہ مباحہ و مندوبہ ہے پس بدعت سیئہ
بتانا امیر الدین اور انکے پیشواؤں اور ہم مشربوں کا غلط محض ہے اور جہالت و سفاہت ہے اور جو معنے انھوں نے
بدعت کے گھڑے ہیں تو وہ معنے بدعت کے گھڑنا ہی انکے جہالت کی دلیل ہے چنانچہ شرح مقاصد سے معلوم ہو گیا اور
یہی امام نووی جلد اول صفحہ ۳۲۶ مطبوعہ دہلی میں فرماتے ہیں **قولہ** صلعم من سن فی الاسلام
سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا الی اخرہ فیہ الحث علی الابتداء بالخیرات وسن السنن الحسنات
والتحذیر من اختراع الاباطیل المستقبحات وسبب ہذا الکلام فی ہذا الحدیث انہ قال
فی اولہ فجاء رجل بصرۃ کادت کفہ تعجز عنہا فتتابع الناس وکان الفضل العظیم
للبادی بہذا الخیر والفاتح لباب ہذا الاحسان وفی ہذا الحدیث تخصیص قولہ علیہ السلام
کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وان المراد بہ المحدثات الباطلۃ والبدع المذمومۃ
وقد سبق فی کتاب صلوۃ الجمعۃ وذکرنا ہناک ان البدع خمسۃ اقسام واجبۃ ومندوبۃ
ومحرمۃ ومکروہۃ ومباحۃ اس قول امام نووی سے بھی واضح ہے کہ حدیث نبوی من سن سنۃ حسنۃ
سے اس قول آنحضرت صلعم کی کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ تخصیص ہو جاتی ہے اور مراد
ظاہر ہو جاتی ہے کہ کل محدثۃ اور کل بدعۃ سے ہر محدث و ہر بدعت مراد نہیں ہیں بلکہ بعض افراد محدثات و بدعات
کے مراد ہیں کہ وہ فقط محدثات باطلہ و بدعات مذمومہ ہیں پس محفل میلاد شریف مذکور کو حدیث کل بدعۃ
ضلالۃ کے تحت میں داخل کرنا وہابیہ کا باطل ہے مسلمانوں کو جان لینا چاہئے کہ یہ وہابی لوگ حدیثوں کے

وادین شرحون حدیث کو خلاف لیکر جایز و مستحب خیر و بکھا حرام و ناجایز و بدعت ضلالت سو عوام کو دہوکہ مین پہنچا
چاہتے ہین اور یہ صحابہ و محدثین کے حدیث کے خلاف ہے لوگونکو گمراہ کرتے ہین امام نووی رح شارح مسلم کی استاد شیخ ابو شامہ اپنی
اوس کتاب مین جو بدعات مذمومہ کے رد و انکار مین لکھی ہے جسکا نام الباعث علی انکار البدع والحوادث ہے فرماتے ہین
ثم الحوادث منقسمة الى بدع مستحسنة والى بدع مستقبحة قال حرملة بن يحيى سمعت الشافعي
يقول البدعة بدعتان بدعة محمودة وبدعة مذمومة فما وافق السنة فهو محمود وما خالف السنة
فهو مذموم واحتج بقول عمر رض في قيام رمضان نعمت البدعة هي وقال الربيع قال الشافعي رح المحدثات
من الامور ضربان احدهما ما احدث يخالف كتابا او سنة او اجماعا او اثرا فهذه البدعة الضلالة والثاني
ما احدث من الخير لا خلاف فيه لواحد من هذا فهي محدثة غير مذمومة وقد قال عمر رض في قيام
شهر رمضان نعمت البدعة هذه يعني انها محدثة لم تكن واذا كانت فليس فيها رد لما مضى
انتهى قال البدع الحسنة متفق على جواز فعلها والاستحباب لها ورجاء الثواب لمن حسنت نيته
فيها وهي كل مبتدع موافق لقواعد الشريعة غير مخالف لشيء منها ولا يلزم من فعله محذور
شرعي وذلك نحو بناء المنابر والربط والمدارس وخانات السبيل وغير ذلك من انواع البر التي
لم تعهد في الصدر الاول فانه موافق لما جاءت الشريعة من اصطناع المعروف والمعاونة
على البر والتقوى ومن احسن ما ابتدع في زماننا من هذا القبيل ما كان يفعل بمدينة
اربل جبرها الله تعالى كل عام في اليوم الموافق ليوم مولد النبي صلعم من الصدقات والمعروف
واظهار الزينة والسرور فان ذلك مع ما فيه من الاحسان الى الفقراء مشعر بمحبة النبي صلعم
وتعظيمه وجلالته في قلب فاعله وشكر الله تعالى على ما من به من ايجاد رسوله الذي ارسله
رحمة للعالمين صلى الله عليه وسلم وعلى جميع المرسلين وكان اول من فعل ذلك بالموصل
الشيخ عمر بن محمد الملا احد الصالحين المشهورين وبه اقتدى في ذلك صاحب اربل وغيره
رحمهم الله تعالى اس عبارت علامہ ابو شامہ محدث استاد امام نووی رح سے بہی واضح ہوا کہ امور محدثہ کی دو قسمیں
ہین ایک مستحسنہ دوسری مستقبحہ اور امام شافعی رح سے بہی منقول ہے کہ ایک بدعت محمودہ غیر مذمومہ ہے اور دوسری
اور ضلالت ہے بدعت ضلالت و مذمومہ وہی ہے جو کتاب اللہ تعالی یا سنت رسول اللہ صلعم کے خلاف ہو یا اجماع
ہو یا اثر صحابہ رض کے خلاف ہو اور محمودہ وغیر مذمومہ وہ ہے جو ان چارون مین سے کسی کے خلاف نہو اور کتاب و

واجماع واثر صحابہ رضی میں تو کسی چیز کا رواج ہے تب تو ناجائز ہوا اور بدعات حسنہ کی جواز و استحباب اور اسمیں امید ثواب کی ہونے پر
اس شخص کیواسطے جسکی نیت اسکے کرنے میں خیر ہو اتفاق ہے اور وہ بدعات دینی میں جو نئے نکالے ہوئے ہوں جیسے
مدرسے اور مسافرخانے وغیرہ اقسام نیکی کے جو زمانہ پہلے میں نہ تھے یہ تمام چیزیں شریعت کے موافق ہیں اور احسن اور نیک
زیادہ چیزوں کی نکالی ہوئی کا اس زمانہ میں بدعات حسنہ کے اقسام میں وہ چیز ہے کہ جیسے محفل میلاد شریف کی جو شہر اربل
میں ایسے دنوں کیجاتی ہے جو دن آنحضرت صلعم کی پیدائش کے موافق ہوا کہ وہ بارھویں تاریخ ربیع الاول کی ہے کہ وہ صدقہ
کرنا اور اظہار زینت و سرور کا پیدائش رسول اللہ کے سبب اسکے کرنیسے رسول اللہ صلعم کی محبت اور تعظیم و بزرگی کرنیوالے
کے دلمین معلوم ہوتی ہے اور اسکے کرنیمین خدا تعالی کا شکر ادا کرنا اور منت و احسان پر سمجھا جاتا ہے کہ جو احسان رسول اللہ
صلعم کے پیدا کرنیسے خدا تعالی نے کیا ہے نہ فقط تمام مسلمانوں پر بلکہ عالمین پر کہ انکا وجود باجود تمام عالمین کیواسطے رحمت ہے اس
بیان علامہ ابو شامہ محدث استاذ امام نووی رحمہ سے واضح ہوا کہ محفل میلاد شریف کی بدعت حسنہ اور موافق شریعت کے ہے
اور اسمیں شکر ادا کرنا اس احسان کا ہے جو رسول اللہ صلعم کے پیدا کرنیسے بڑا احسان خدا تعالی نے کیا ہے اور اسکے کرنیسے رسول اللہ
صلعم کی محبت و تعظیم و جلالت کرنیوالے کے دلمین معلوم ہوتی ہے اسکو بدعت ضلالت و حرام کہنا و ماننا یہ کا موجب خذلان
وخوف سلب ایمان نہیں ہے تو اور کیا ہے جلال الدین سیوطی محدث و مفسر مشہور و معروف ہیں وہ اپنے رسالہ حسن المقصد
میں فرماتے ہیں احدثہ عادل عالم وقصد بہ التقرب الی اللہ عز وجل وحضر عندہ فیہ العلماء
والصالحون من غیر نکیر وارتضی ابن دحیۃ وصنف لہ من اجلہ کتابا فھؤلاء علماء متدینون
رضوہ واقروہ ولم ینکروہ اس قول جلال الدین سیوطی رح سے جو کہ منکر فاکہانی کے قول غلط و باطل کے رد میں ہے کہ اوسنے کہا
تہا کہ اس محفل میلاد شریف کی کوئی اصل کتاب اللہ و سنت رسول اللہ و عمل صحابہ رضی میں مجھکو معلوم نہیں ہے اور یہ بدعت
ہے کہ اسکو بطالون نے نکالا ہے تو اسکے جواب میں جلال الدین سیوطی رح اپنے رسالہ حسن المقصد میں فرماتے کہ اسکی یہ کہنا کہ مجھ
کے علم میں اوسکی اصل کتاب و سنت میں نہیں ہے واقع میں نہ ہونا اصل میلاد شریف کا لازم نہیں آتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ
ایک اصل حافظ ابن حجر نے سنت سے نکالی ہے اور دوسری اصل میں نے نکالی ہے پھر اوسنے یہ جو کہا تھا کہ بطالون نے اس محفل
کو نکالا ہے اسکے جواب میں یوں فرماتے ہیں جو میں نے عربی عبارت اوپر لکھی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اس محفل کو بادشاہ عادل و عالم نے
نکالا ہے اور اسمیں قصد تقرب الی اللہ کا اوسنے کیا ہے اور علماء و صلحا اس محفل میں اوسکے پاس حاضر ہوتے تھے اور انمین
سے کوئی اوسکا انکار نہیں کرتا تہا اور علماء دیندار نے اوسکو ثابت رکھا اور اس سے راضی ہوئے اور اسکا انکار نہ کیا اس عبارت
جلال الدین سیوطی رح سے ثابت ہے کہ جس زمانہ میں یہ مجلس نکالی گئی تو اس زمانہ کے علماء و صلحاء نے اسکا انکار نہ کیا

اور تاریخ ابن کثیر نے سیرت شامی میں شاہ اربل کا عاقل وعادل ہونا نقل کیا ہے چنانچہ عبارت سیرت شامی کی یہ ہے وہ اول
من احدث ذلک من الملوک الامجاد والکبراء الاجواد قال الحافظ عماد الدین بن کثیر فی تاریخہ
کان یعمل المولد الشریف فی ربیع الاول ویحتفل بہ احتفالا ہائلا وکان شہما شجاعا بطلا عاقلا
عالما عادلا رحمہ اللہ تعالیٰ واکرم مثواہ پس اس محفل ومجلس پر تعامل وتعارف علماء وصلحاء کا بغیر انکار کے کسی معتبر
کے ثابت ہے اور تعامل علماء وصلحاء کا بھی حکم اجماع میں ہے چنانچہ نور الانوار کے صفحہ میں ہے تعامل الناس ملحق بالاجماع
انتہی اور تلویح الانکار کا باب اجارہ فاسدہ صفحہ ... میں ہے لان التعامل اذا وقع من غیر نکیر منکر فقد حل
محل الاجماع یعنے جب تعامل بغیر انکار کسی منکر کے واقع ہو تو وہ قائم مقام اجماع کے ہوتا ہے اور تعامل وتعارف کا دلیل
شرعی ہونا علماء اس حدیث حکما مرفوع ما رآہ المسلمون حسنا فهو عند اللہ حسن سے ثابت کرتے ہیں
پس محفل میلاد شریف کا ثبوت تعارف وتعامل واجماع سے ہو گیا اور تعامل وتعارف اس محفل پر اس قدر ہوا ہے کہ تمام بلاد
اسلام میں واقع ہے چنانچہ ملا علی قاری اپنے رسالہ مولد الروی فی المولد النبوی میں فرماتے ہیں ناقلا عن الامام
السخاوی قال اصل عمل المولد الشریف لم ینقل عن احد من السلف الصالح فی القرون الثلثة
الفاضلة وانما حدث بعدها بالمقاصد الحسنة والنیة التی للاخلاص شاملة ثم لا زال
اہل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن العظام یحتفلون فی شہر مولدہ صلعم وشرف وکرم
بعمل الولائم البدیعة والمطاعم المشتملة علی المبہجة الرفیعة ویتصدقون فی لیالیہ
بانواع الصدقات ویظہرون المبرات ویزیدون المبرات بل یعتنون بقراءة مولدہ الکریم
ویظہرون من برکاتہ کل فضل عمیم بحیث کان مما جرب کما قال الامام شمس الدین الجزری
المقری المجرب من خواصہ انہ امان تام فی ذلک العام وبشری عاجلة بنیل ما ینبغی ویرام
قال واکثرہم بذلک عنایة اہل المصر والشام ولسلطان المصر فی تلک اللیلة من العام
اعظم مقام اس عبارت سے واضح ہے کہ عمل مولد شریف سلف صالح قرون ثلثہ سے منقول نہیں بعد قرون ثلثہ کے
ساتھ مقاصد نیک کے اور ساتھ ایسی نیت کے جو اخلاص کو شامل ہے نکالا گیا ہے پھر ہمیشہ سے اہل اسلام تمام اطراف
جوانب وشہروں میں میلاد کے مہینے میں محفل میلاد شریف کرتے ہیں اور انکے برکات وفضل عام ان پر ظاہر ہوتے
اور امام جزری نے فرمایا ہے کہ مجرب اور آزمودہ ہے کہ محفل میلاد شریف کے خواص میں سے ہے کہ پورے سال تک
رہتی ہے امن اور اہل مصر اور اہل شام اسکی طرف توجہ وعنایت بہت کرتے ہیں و بادشاہ مصر کیواسطے شب میلاد

مین بہت بڑا مقام مینے بڑی دھوم دھام سے مجلس کرتا ہے اُسکو بعد امام جزری کا بادشاہ مصر کی محفل میلاد شریف مین
ششتم ہجری مین حاضر ہونیکو دیکھنا اور اس محفل سے ابن جزری کا خوش ہونا اور تخمینا دس ہزار اشرفی اوس مجلس
میلاد کے کہانے مینے اور روشنی چراغون اور خوشبوؤن مین صرف کرنے کو دیکھنا امام جزری کا ملا علی قاری نے
نقل کیا ہے اور اسکے بعد ملا علی قاری نے سخاوی سے نقل کیا کہ بادشاہ لوگ مصر کے خادم حرمین شریفین کا اور منکرات اور
عیوب شرعیہ کو مٹانے اور دھانیوالا اور رعیت کی حق مین مہربان تہا اور عادل تہا عبارت یہ ہے قال السخاوي قلت ولهم اول
ملوك مصر خدام الحرمين الشريفين ومن وفقهم الله لكثير من المناكير والشين ونظروا في امر الرعية
كالوالد لولده وشهروا انفسهم بالعدل بادشاہون مصر کے حق مین یہ توثیق و تعدیل سخاوی کی ہے جس سے غرض
یہ ہے کہ اس محفل کے حاضرین صالحین و عادلین مین اسکے بعد ملا علی قاری رح نے بلاد اندلس و مغرب کی اماموں و علمائے دین
کا اس محفل مین جمع ہونا بیان کیا واما ملوك الاندلس والمغرب فلهم فيه ليلة تسير بها الركبان يجتمع فيها ائمة العلماء
الاعلام فمن يليهم من كل مكان ويعلون بين اهل الكفر كلمة الايمان اس عبارت سے واضح ہو کہ بادشاہ اور
مغرب کی محفلون میلاد شریف مین بڑے بڑے علما جو امام تہے وہ حاضر ہوتے تہے اور قریب قریب کی شہرون سے لوگ آتے
آتے تہے اسکے بعد ملا علی قاری رح لکہتے ہین واظن اهل الروم لا يتخلفون عن ذلك اقتفاء بغيرهم من الملوك
فيما هنالك وبلاد الهند تزيد على غيرها بكثير كما اعلمنيه بعض اولي النقل والتحرير قلت واما العجم
فمن حيث دخل هذا الشهر المعظم والزمان المكرم لاهلها مجالس فخام من انواع الطعام للقراء الكرام
والعلماء العظام وللفقراء من الخاص والعام وقرات الختمات والتلاوات للموالدات والانشادات
المتعاليات واجناس المبرات والخيرات وانواع السرور واصناف الحبور حتى بعض العجائز من
غزلهن ونسجهن يجمعن ما يقمن بجمعهن الاكابر والاعيان وبضيافتهن ما يقدرن عليه في ذلك
الزمان وتعظيم مشائخهم وعلمائهم هذا المولد المعظم والمجلس المكرم انه لايا باه احد في حضوره
رجاء ادراك نوره وسروره اس عبارت سے واضح ہو کہ اہل روم اور اہل ہند اور اہل عجم ربیع الاول کے مہینے مین
محفل میلاد شریف خاص و عام کرتے رہتے ہین یہاں تک کہ بعض بڑہیا سوت کات کی پیسہ جمع کرکے اوس سے کرتی ہین اور
ان ملکون کے مشائخ کرام و علمائے عظام اس محفل میلاد شریف کی ایسی تعظیم کرتے ہین کہ کوئی محفل موصوف مین آنے سے انکار
نہین کرتا ہے اسکے بعد ملا علی قاری نے مولانا زین الدین محمود نقشبندی کا قصہ بیان کیا بادشاہ ہمایون نے انکی ملاقات
چاہی اور اپنے یہان بلایا تو آپنے انکار کیا بادشاہ کو یہان جانے سے بادشاہ نے خود حضرت کی خدمت مین حاضر ہونا چاہا یہی

نے قبول نہ فرمایا بادشاہ موصوف نے اپنے وزیر ہیم خان سے اصرار کیا کہ کوئی تدبیر ایسی ہونا چاہیے کہ ایک مکان میں میرے اور حضرت
کا جمع ہو جانیکا اتفاق ہو جاوے اگرچہ تھوڑی دیر کیواسطے ہو وزیر مذکور نے خبر پائی کہ حضرت کسی شخص کی شادی یا غمی کی
دعوت میں تشریف نہیں لیجاتے ہیں ہاں محفل میلاد شریف میں بتعظیم محفل معظم کے جب آپ نے انکار نہیں فرماتے ہیں بادشاہ
نے محفل میلاد شریف کی منعقد کی اور اکابرین کو بلایا تو اسوقت حضرت موصوف بھی میلاد شریف کی محفل میں حاضر ہوئے
پھر اسکے بعد ملا علی قاری رحمہ فرماتے ہیں واما اهل مكة معدن الخير والبركة فيتوجهون الى المكان المتواتر
بين الناس انه محل مولده وهو في سوق الليل رجاء بلوغ كل منهم بذلك المقصد ويزيد اهتمامهم
به على يوم العيد حتى قل ان يتخلف عنه احد من صالح او طالح ومقل وسعيد سيما الشريف
قال لاهل المدينة كثرهما الله تعالى احتفال على فعله اقبال انتهى ملخصا اس عبارت سے واضح ہے کہ علامہ
سخاوی فرماتے ہیں کہ اہل مکہ معظمہ اور اہل مدینہ منورہ بھی خاص وعام تمام اس محفل شریف میں حاضر ہوتے ہیں پس ملک
مصر اور اندلس اور مغرب اور روم اور ہند اور عجم اور مکہ شریفہ اور مدینہ منورہ ان تمام بلاد اسلام میں تعامل و تعارف اس
محفل کا صدہا برس سے چلا آتا ثابت ہوا اور واضح ہوا کہ مشائخ کبار اور علماء نامدار اس محفل میں حاضر ہوتے انکار نہیں کرتے
تھے تعارف و تعامل بلاد اسلامی قوی دلیل فقہاء معتبرین کے نزدیک ہے کہ اس سے جیسے تعارف و تعامل بلاد سے قیاس متروک اور
حدیث مخصوص ہو جاتا ہے چنانچہ رد المحتار حاشیہ درمختار میں ہے وقال في التبيين ومشائخ بلخ والنسفي يجوزون
حمل الطعام ببعض المحمول ونسج الثوب ببعض المنسوج لتعامل اهل بلادهم بذلك ومن لم
يجوزه قاسه على قفيز الطحان والقياس يترك بالتعامل ولئن قلنا انه ليس بطريق القياس بل النص
يتناوله دلالة فالنص يخص بالتعارف الا ترى ان الاستصناع ترك القياس فيه وخص من
القواعد الشرعية بالتعامل ومشائخنا رحمهم الله لم يجوزوا هذا التخصيص لان ذلك تعامل
اهل بلدة واحدة وبه لا يخص الاثر بخلاف الاستصناع فان التعامل جرى في كل البلاد و
بمثله يترك القياس ويخص الاثر انتهى اس عبارت سے واضح ہے کہ تعامل و تعارف کل بلاد سے قیاس متروک
ہو جاتا ہے اور نص مخصوص ہو جاتی اگرچہ محفل میلاد شریف قیاس یا کسی نص عام کی مخالف بھی ہوتی تب بھی اس
اس تعارف و تعامل تمام بلاد و علماء و صلحا سے قیاس متروک قرار دیا جاتا اور نص سے مخصوص کیجاتی اور یہ محفل جائز و
مستحسن ہی قرار پاتی جب یہ مجتہد معتبر کے قیاس سے مخالف ہے اور نہ عموم نص کے مناقض ہے تو بطریق اولیٰ یہ جائز و مستحسن
ہے اور اسطرح بھی دلیل جواز محفل مذکور کے ہو سکتی ہے کہ اس محفل پر سب زمانوں کے تمام شہروں میں اتفاق علماء محققین

کہ اسکے جواز پر واقع ہو چنانچہ عبارات بالا سے واضح ہے اور ایسا اتفاق مذکور ہونا لائح ہے اور ایسا اتفاق مذکور حجت شرعیہ
ہے مانند اجماع اصطلاحی کے مسلم الثبوت کی تتمہ میں ہے لان اتفاق العلماء والمحققین علی مر الاعصار حجۃ
کالاجماع لفظ المحققین کی شرح میں بحر العلوم شارح مسلم الثبوت فرماتے ہیں وان کانوا غیر مجتہدین جس سے واضح
ہے کہ محققین غیر مجتہدین کا بھی اتفاق حجت ہے مانند اجماع کے تو ثابت ہو گیا کہ محفل میلاد شریف کا جواز و استحسان حجت شرعیہ
مانند اجماع کے ہے کہ وہ اتفاق محققین علی مر الاعصار فی الامصار ہے اگر کوئی کہے کہ اتفاق تمام محققین کا ہر زمانہ کا اس محفل
پر نہیں ہوا اور بغیر انکار کسی محقق کے یہ محفل کہاں ہے فاکہانی نے انکار کیا ہے اور ابن حاج نے مدخل میں انکار کیا ہے تو جواب اسکا
یہ ہے کہ بغیر انکار کے مشائخ و علماء کا اوس میں حاضر ہونا کلام ملا علی قاری و سخاوی و جلال الدین سیوطی سے معلوم ہو چکا ہے
لیکن فاکہانی کا انکار کرنا بعد وقوع اجماع و اتفاق علماء صالحین و متدینین کے تھا کیونکہ اتفاق و اجماع شاہ اربل ابو سعید
مظفر کے زمانہ میں ہو چکا تھا محفل میلاد انکے زمانہ ٦٠٠ھ میں ہوئی تھی اور انتقال شاہ ابو سعید موصوف ٦٣٠ھ میں ہوا اور فاکہانی
کی پیدائش ٦٥٤ھ میں ہے پس محفل میلاد شریف جنکے حق میں حسن المقصد ہے جلال الدین سیوطی کا یہ قول حضر عندہ
فیہ العلماء والصالحون من غیر نکیر اور گذر چکا ہے وہ محفل فاکہانی کی پیدائش سے پچاس برس پہلے ہو چکی تھی اور یہ اتفاق
و اجماع پچاس برس اوسکی پیدائش سے قبل ہوا پس انکار فاکہانی کا بعد اجماع کے واقع ہونیکے سبب سے باطل و مردود ہے
دوسرے یہ کہ فاکہانی نے اپنے عدم علم کو دلیل عدم جواز اس محفل میلاد شریف کی قرار دی ہے چنانچہ اوسکے قول لا اعلم لہ
اصلا سے واضح ہے اور دین الٰہی میں کسی کا عدم علم حجت نہیں ہے چنانچہ فتح القدیر کی جلد اول صفحہ ٢٢ میں ہے ندفع
بان عدم علمها لا یصلح دلیلا فی دین اللہ تعالیٰ اور فاکہانی نے جو کچھ اپنے عدم علم کے اثبات میں پیش کیا تو وہ
یہی پیش کیا ہے کہ بدعت منحصر حرام و مکروہ میں ہے اسکا غلط ہونا اوپر معلوم ہو چکا ہے پس فاکہانی کا انکار بلا دلیل شرعی
کے ہوا ایسے انکار کا جو بعد زمانہ وقوع اجماع و اتفاق کے پایا گیا ہو اور بلا دلیل ہو خود مردود و باطل ہونا واضح ہے اور
ابن حاج رح نے مدخل میں انکار اوس محفل کا کیا ہے کہ جو ساز آلات لہو یعنے باجوں کی تھی چنانچہ مدخل میں فرماتے
ہیں من جملة ما احدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذلك اكبر العبادات واظهار الشعائر
ما يفعلونه في شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات جملة فمن ذلك
استعمالهم المغاني ومعهم آلات الطرب من الطار المصرصر والشبابة وغير ذلك مما
جعلوا آلة السماع اس عبارت ابن حاج سے واضح ہے کہ وہ اس محفل میلاد کو بدعت بتاتے ہیں جو باجوں کے
ساتھ ہو جیسے قوالی ہوتی ہے اسمیں ہمارا کلام نہیں ہے کلام تو اوس میں ہے جو اکثر بلاد اسلام میں بلا آلات طرب مثل باجوں

سے خالی ہوتی ہو پس محفل مروج جو اکثر اہل اسلام مین ہو اوسکا ثبوت ہوگیا بالاتفاق وبالاجماع پس جب یہ محفل باتفاق
واجماع علماء محققین کے ثابت ہو تو اسکو حرام بتانا وہابی لوگونکا بدعت ضلالت ہی کیونکہ سنت جماعت کے اعتقاد مین یہ محفل
جایز و مستحسن ہونا ثابت ہوگئی چنانچہ معلوم ہوا اور اسکو بدعت ضلالت وحرام کہنا وہابیہ کا یہ قول مخالف اعتقاد
اہل السنت والجماعت کے ہوا اور اوپر شامی حاشیہ درمختار سے گذر چکا ہو اہل البدعۃ کل من قال قولا خالف
فیہ اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ انتہی پس ثابت ہوا کہ محفل میلاد شریف کو بدعت ضلالت وحرام کہنا
وہابیہ کا بدعت ضلالت ہو اور یہ وہابیہ اہل بدعت ضلالت مین اس تعریف کے موافق جو شامی سے منقول ہو اور بالغرض
اس محفل میلاد شریف پر اتفاق واجماع کل علماء محققین معتبرین کا نہو تو جمہور یعنی اکثر کا تو بالاتفاق ہونا تو یہی ہی چنانچہ
منصف پر جو واقف حالات علماء بلاد سے ہی یہ واضح ہو اگرچہ نا انصاف وناواقف حالات علماء بلاد سے اسکا منکر ہو
اس سے ہمین کلام نہین ہو اور وہ لایق خطاب نہین ہو اور جمہور وسواد اعظم کے اتباع کرنے کی ہم شارع علیہ السلام کی
طرف سے مامور ہین لقولہ علیہ السلام اتبعوا السواد الاعظم جب سواد اعظم وجمہور اکثر کا قول اس محفل
کے حق مین جواز واستحسان کا ہو تو اسکے خلاف قول کرنے والا کہ فرقہ وہابیہ کا ہو مامور بہ شارع علیہ السلام کے خلاف کا قایل
ہوا پس مرتکب بدعت ضلالت کا ہوا مخالفت جمہور واکثر کے بدعت ہونے کی تصریح مجمع البحار مین ہو جو محمد طاہر پٹنی کی
تالیف سے موجود ہو چنانچہ عبارت اوسکی یہ ہو ولن کان قال البعض من اہل السنۃ قلنا ای وجہ اذ خالف
الجمہور خصوصا اذا کان المخالف اقل قلیل یبدع کمن یخالف العمل بخبر الواحد یبدع ولو
سلم ان المخالف فیہ جمع معتد بہ فلا یخلو عن الملامۃ فان مخالفۃ الجمہور لکن لیس لہ رأی
وای فائدۃ ولعلہ یترتب علیہ ما آلاما لا یحمد عواقبہ اس سے واضح ہو کہ مخالف جمہور کا خصوصا اقل
قلیل ہو تو مبتدع قرار دیا جاتا ہو جیسے خبر واحد پر عمل کرنے کی جو انکا مخالف مبتدع قرار دیا جاتا ہو اور اگر مخالف جمہور
کی ایک جماعت معتد بہ بھی ہو تب بھی ملامت سے خالی نہین پس بالغرض بعضے علماء کا مخالف اس محفل کے ہونا ثابت ہو جاوے
تب بھی مخالف جمہور کے سبب وہابیہ کا بدعت ضلالت کہنا بدعت ضلالت ہو باقی جو کچھ شکوک وشبہات وہابیہ پیش کرتے
اون کا تمام جوابات انوار ساطعہ مولوی عبد السمیع صاحب رامپوری اور بوارق لامعہ راقم مین جو براہین قاطعہ گنگوہی
کے رد مین مطبوع ہوئی ہو دیکھکر تسلی کرلین اور وہابیہ کی خرافات وسفاہات و دھوکون اور فریبون پر واقف ہو جاوین
ایک بات اور جان لینا چاہئے کہ یہ فرقہ وہابیہ محفل میلاد شریف کے عدم جواز و بدعت ضلالت ہونیکے واسطے یہ دلیل
پیش کرتا ہو کہ بعد زمانہ خلافت ثلاثہ کے نکالی گئی ہو رسول اللہ صلعم کے زمانہ مین نہین ہوئی اور صحابہ رضہ کے زمانہ مین بھی نہین ہوئی

ورسوله رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا ذکره الدیلمی ولا یصح وکذا ما اورده عن الخضر علیه السلام من قال مرحبا
بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبد الله صلی الله علیه وسلم ثم یقبل ابهامیه ویجعلهما علی عینیه لم یرمد ابدا وورد
تجویده الخ من کثیرین دیکھو اس عبارت مجمع البحار میں اس کلمہ کو جو مذکور کی حدیث کا حکم ہے تمام لفظ لا یصح کا ہو جس سے واضح ہو کہ یہ حدیث
صحیح نہیں ہے اور حدیث کا صحیح نہ ہونا موضوع ہونا ثابت نہیں ہوتا مجمع البحار میں ہی یہ موجود ہے اوسکا خاتمہ ہے وہ میں عن الزرکشی بین قولنا
لم یصح وقولنا موضوع بون کثیر فان الوضع اثبات الکذب وقولنا لم یصح لا یلزم منه اثبات العدم وانما هو اخبار عن عدم الثبوت
ولا یلزم من جهل الراوی وضع حدیثه ابن حجر ان لفظ لا یثبت لا یثبت الوضع فان الثابت یشمل الصحیح فقط والضعیف دونه انتهی
اس عبارت مجمع البحار سے واضح ہو گیا کہ بہ نزدیک محدثین کے قول لم یصح اور موضوع کے درمیان میں بہت فرق ہے حدیث کا موضوع ہونا واسطے کذب ثابت کرنے
راوی کا ضروری ہے اور ہمارا قول لم یصح ہونا اثبات عدم کا نہیں ہوتا ہے وہ بمعنی لم یصح میں خبر دینا عدم ثبوت کی ہے اور عدم ثبوت سے مقصد راوی کا جہل
یعنی راوی کا مجہول ہونا ثابت ہوتا ہے اور جہل راوی سے وضع حدیث کا لازم نہیں آتا ہے اور علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ لفظ لا یثبت سے موضوع ہونا حدیث
کا ثابت نہیں ہوتا ہے یعنی جس حدیث کو محققین محدثین لا یثبت وغیرہ کہہ کر فرماتے ہیں تو اس سے وہ حدیث کا موضوع ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ
لفظ ثابت کا لفظ صحیح کو ہی شامل ہوتا ہے یعنی جہاں کہیں حدیث کو ثابت ہونے کی نفی ہو تو اسکے لفظ صحیح ہونے کی نفی ہوتی ہے ضعیف ہونے کی نفی نہیں
ہوتی کیونکہ ضعیف صحیح سے غیر ہے یعنی اسکا مطلب نہیں ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہی نہیں ہے اور ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع ہے کیونکہ یہ مطلب تو
جب ہوتا کہ لفظ ثابت کا صحیح وضعیف دونوں کو شامل ہوتا اسکے یعنی ثابت کی نفی سے صحیح وضعیف دونوں کی نفی ہو کر موضوعیت ثابت ہوتی
جب لفظ ثابت ہے فقط صحیح کو ہی شامل ہے ضعیف کو نہیں اسواسطے کہ ضعیف صحیح کا غیر ومباین ہے اور ایک مغایر ومباین دوسرے کو شامل نہیں
ہوتا ہے تو ثابت کی نفی سے فقط صحیح کی نفی ہوگی نہ ضعیف کی یا اسطرح کہا جاوے کہ صحیح اعلی درجہ کی ہے اور ضعیف ادنی درجہ کی
اور کم ہے از روے شرائط وقیود کے اور نفی اعلی واکثر قیود والے کے سے نفی ادنی اور کم شروط وقیود والے کے نہیں ہوتی جیسے
نفی انسان سے نفی حیوان کی نہیں ہوتی ویسی نفی ثابت سے کہ وہ فقط صحیح کو شامل ہے فقط صحیح کی ہی نفی ہوگی اور ضعیف جو
اوس سے یعنی صحیح سے کم ہے اوسکی نفی نہ ہوگی پس واضح ہو کہ لا یصح ولم یصح ولا یثبت ولم یثبت سے ہرگز موضوعیت حدیث
کی ثابت نہیں ہوتی ہے پس مجمع البحار کی عبارت میں جو لفظ لا یصح ہے ہرگز حدیث تقبیل ابہامین کا اوس سے موضوع
ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے پس مجمع البحار پر افترا کرنا امیر الدین اور دوسرے وہابیہ کا کہ اوس میں موضوع کہا ہے ثابت ہوا ایسے
ہی ملا علی قاری کی عبارت موضوعات کبیر میں ہے و مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد
تقبیلهما عند سماع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مع قوله اشهد ان محمدا
عبده ورسوله رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد علیه السلام نبیا ذکره

الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من فعل ذلک فقد حلت
علیہ شفاعتی قال السخاوی لا یصح واوردہ الشیخ احمد الرداد فی کتاب موجبات الرحمۃ بسند فیہ مجاہیل
مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام وکل ما یروی فی ہذا فلا یصح رفعہ البتۃ قلت واذا ثبت رفعہ علی
الصدیق فیکفی العمل بہ لقولہ علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین وقیل لا یفعل ولا ینہی
وغرابتہ لا یخفی انتہی اس سے واضح ہے کہ سخاوی نے اسکو لا یصح کہا ہے اور یہ بھی اس سے ثابت ہے کہ جو کچھ اسبارہ میں یعنے انگوٹھے چومنے
کے بارہ میں احادیث مروی ہیں انکا رفع ہونا صحیح نہیں ہے یعنے یہ صحیح نہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا یا آپکے سامنے ہوا ہو
اسکے بارہ میں ملا علی قاری رح فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بکر صدیق رض سے ثبوت ہو جاوے اس انگوٹھے چومنے کا عمل کرینگے: سلئے کافی ہے
کیونکہ اس حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ میرے خلفاء کی
کی سنت وطریقہ کی بھی اتباع تمپر واجب ہے اور جس سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض سے جو روایت کیا گیا ہے تو اوسکا ماننا بھی جائز ودرست
بلکہ سنت ومستحب ہے) اس تقریر ملا علی قاری سے انگوٹھے چومنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور سخاوی جو لا یصح کہا ہے اوس سے موضوعیت ثابت
نہیں ہوتا ہے تحت قول مجمع البحار کے معلوم ہو چکا ہے اور خود ملا علی قاری نے اپنی رسالہ موضوعات کبیر مطبع لاہور کے صفحہ ۹ میں یہی
قول زرکشی کا نقل کرتے ہیں جو مجمع البحار میں منقول ہے چنانچہ عبارت اوسکی یہ ہے کذا قال الزرکشی بین قولنا لم یصح وقولنا
موضوع بون بین فان الوضع اثبات الکذب وقولنا لم یصح انما ہو اخبار عن عدم الثبوت ولا یلزم منہ
اثبات العدم انتہی پس ملا علی قاری رح کے قول سے بھی واضح ہے کہ لا یصح سے موضوع ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے اور یہی موضوعات
کبیر کے صفحہ ۹۷ میں ہے وقال الزرکشی حدیث اکل الطین وتحریمہ صنف فیہ جزأ واحادیثہ لا تصح قلت لا یلزم
من عدم صحتہ نفی وجود حسنہ وضعفہ اس قول ملا علی قاری رح سے ثابت ہے کہ احادیث کی صحیح ہونیکے نہ ہونے سے احادیث
کی حسن وضعیف ہونیکی ہرگز نفی نہیں ہے یعنے جن احادیث کو لا یصح کہا ہے تو اسکے معنے صرف صحیح ہونیکی نفی کی ہے نہ اسکے حسن
ہونا اور ضعیف ہونا نہیں جاتا رہتا ہے پس اس سے تو یہ بھی نہیں ثابت ہو سکتا ہے کہ احادیث انگوٹھے چومنیکی حسن نہیں ہیں پس
واضح ہو کہ موضوعات کبیر پر چھاپہ الہ آباد ثبوت موضوعیت احادیث تقبیل ابہامین کا کیا ہے سراسر کذب وافتراء امیر الدین وغیرہ کا ہے جواب
محمد عبد فوائد شوکانی کی عبارت نمبر ہو حدیث مسح العینین بباطن انملتی السبابتین عند قول المؤذن اشہد
ان محمدا رسول اللہ الخ رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہ مرفوعا قال ابن طاہر
فی التذکرۃ لا یصح حدیث من قال حین یسمع اشہد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن
عبد اللہ ثم یقبل ابہامیہ ویجعلہما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد ابدا قال فی التذکرۃ لا یصح انتہی

مجموعہ زوائد میں بھی لفظ لا یصح کا ہو اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ لا یصح و لا یثبت سے موضوع ہونا ثابت نہیں ہوتا ہو بلکہ یہ بھی
نہیں ہوتا کہ وہ حدیث حسن بھی نہ ہو تحت اس تینوں کتابوں پر اقتصار کرنا امیر الدین کا واضح ہے جب معلوم ہوا کہ یہ احادیث ابہامین
موضوع نہیں ہیں تو اب ادنی درجہ یہ ہے کہ یہ احادیث ضعیف ہیں اور احادیث ضعیفہ پر عمل کرنا جبکہ اسبارہ میں دوسری حدیث
نہو تو امام احمد بن حنبل و ابو داود کے نزدیک درست ہے اور قیاس و رای پر وہ مقدم رکھتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رح کا بھی یہی منقول
اور امام شافعی رح سے بھی کہ وقت نہونے حدیث دوسرے کے مرسل پر عمل جائز کے نزدیک ضعیف پر درست جانتے ہیں اور اسیطرح جب
حدیث ضعیف کو قبول کر لیا ہو تب بھی عمل حدیث ضعیف پر درست ہو جاتا ہے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للسخاوی میں ہے احتج احمد بالضعیف
حیث لم یکن فی الباب غیرہ وتبعہ ابو داود وقدماہ علی الرای والقیاس ویقال عن ابی حنیفۃ ایضا وان ال
الشافعی یحتج بالمرسل اذا لم یجد غیرہ وکذا اذا تلقت الامۃ الضعیف بالقبول یعمل به علی الصحیح حتی انه ینزل
منزلۃ المتواتر فی انہ ینسخ المقطوع بہ ولہذا قال الشافعی فی حدیث لا وصیۃ لوارث انہ لا یثبتہ اہل الحدیث
ولکن العامۃ تلقتہ بالقبول وعملوا بہ حتی جعلوہ ناسخا لآیۃ الوصیۃ انتہی اور القول البدیع فی الصلوۃ
علی الحبیب الشفیع میں ہے وعن احمد انہ یعمل بہ اذا لم یوجد غیرہ وفی روایۃ عنہ ضعیف الحدیث عندنا احب
من رای الرجال وذکر ابن حزم الاجماع علی ان مذہب ابی حنیفۃ ان ضعیف الحدیث اولی عندہ من
والقیاس اذا لم یجد فی الباب غیرہ اس سے بھی ثابت ہے کہ امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جاوے جب
دوسری حدیث اسکے سوا موجود نہو اور کہ رای سے حدیث ضعیف محبوب تر ہے اور ابن حزم نے اسپر اجماع ذکر کیا ہے کہ مذہب امام
کا یہ ہے کہ حدیث ضعیف رائے و قیاس سے بہتر ہے جب اس بارہ میں دوسری حدیث نہو پس جب اس تقبیل ابہامین کی بارہ میں
حدیث موجود نہیں ہے اور حدیث تقبیل ابہامین کے معارض کوئی دلیل قرآن و حدیث و اجماع سے موجود نہیں تو جو مذہب
تقبیل ابہامین کو اپنی رائے و قیاس فاسد سے بدعت و ناجائز کہتے ہیں اونکی رائے سے احادیث ضعیفہ اولی اور محبوب تر ہیں پس اسپر عمل کیا جا
اور مذہب ایمہ اربعہ کی رائے و قیاس کو نہیں دیکھا جاویگا اور ان احادیث تقبیل ابہامین پر عمل امت بھی واقع ہے
تمام بلاد اہل اسلام میں اس تقبیل ابہامین کا تعامل و تعارف جاری ہے و تعامل الناس ملحق بالاجماع [illegible] تعامل
اور قائم مقام اجماع کے ہوا اور اسکے مقابلہ میں قیاس مجتہد کا متروک ہونا اور اثر کا مخصوص ہونا یہ معلوم ہو چکا ہے پس عمل
کا بھی ان احادیث کے موافق ہونا ثابت ہوا اور اسوقت ان احادیث پر یہ بھی صادق ہے کہ ان احادیث ضعیفہ کو امت نے قبول
کر لیا ہے اور یہ بمنزلہ متواتر کے ہو گئی ہیں کہ جس سے مقطوع بہ کا نسخ درست ہے جیسے کہ حدیث لا وصیۃ لوارث پس
یہ احادیث فی نفسہ ضعیفہ ہیں لیکن انکے موافق عمل امت کا بلاد اسلام میں جاری ہونے سے صحیح لغیرہ ہو گئے ہیں اور ...

ترمذی حدیث ضعیف روایت کرکے علیہ عمل الناس اسیواسطے ذکر کرتے ہیں کہ عمل الناس سے قابل احتجاج ہو اور حدیث کا معلوم ہو جاوے
پس ایسے ہی یہ احادیث تقبیل ابہامین کی ہیں اور اسیواسطے کہ یہ احادیث قابل احتجاج کے ہیں فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے تقبیل ابہامین
یعنے انگوٹھے چومنے کے استحباب کی تصریح فرمائی ہے چنانچہ رد المحتار حاشیہ درمختار کے باب الاذان میں ہے وان یستحب ان یقال عند سماع
الاولی من الشہادۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند الثانیۃ منہا قرت عینی بک یا رسول اللہ ثم یقول اللہم
متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابہامین علی العینین فانہ علیہ السلام یکون قائدا لہ الی الجنۃ
کذا فی کنز العباد اہ قہستانی ونحوہ فی الفتاوی الصوفیۃ وفی کتاب الفردوس من قبل ظفری ابہامیہ عند
سماع اشہد ان محمدا رسول اللہ فی الاذان انا قائدہ ومدخلہ فی صفوف الجنۃ وتمامہ فی حواشی البحر للرملی
عن المقاصد الحسنۃ للسخاوی وذکر ذلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ہذا شیء ونقل بعضہم ان
القہستانی کتب علی ہامش نسختہ ان ہذا مختص بالاذان واما فی الاقامۃ فلم یوجد بعد الاستقصاء التام
والتتبع اس سے انگوٹھے چومنے کا مستحب ہونا خاص وقت اذان کے نہ اقامت وغیرہ میں ثابت ہوا بعض روایات میں جو آیا ہے کہ وقت اشہد
ان محمد رسول اللہ کہنے کے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنے سے آنکھیں نہیں دکھتی ہیں تو اس روایت کی موضوعیت کا جواب باقی رہا سو اسکی بھی
موضوعیت کے ثبوت کیواسطے ایک شخص غیر مقلد وہابی نے یہ عنوان بیان کیا ہے کہ اسکی تکذیب کرنا ہو تو کیونکہ تجربہ سے ثابت ہوا کہ انگوٹھے
چوم کر آنکھوں پر رکھنے والوں کی بھی آنکھیں دکھتی ہیں باوجود اس عمل کے تو معلوم ہوا کہ یہ احادیث تقبیل ابہامین کی باطل وموضوع
ہیں اور تجربہ کے خلاف ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ حدیث نبوی الکماۃ من المن وماءہا شفاء للعین ترمذی نے روایت کی ہے
اور اسکو حسن کہا ہے اور شیخ عبد الحق دہلوی ترجمہ فارسی مشکوۃ میں اس حدیث کی تحت میں فرماتے ہیں آب وی سبب شفا است چشم
را بخصوصیت یا شفا است مخلوط با دویہ یا بتنہائی خلط با دویہ دیگر نیز استعمال کنند و بعضی گفتہ اند تنہا بکار برند و ان از داروی کہ
چشم را فائدہ کنند گفتہ اند کہ تجربہ شاہد است بآنکہ استعمال او در چشم تنہا ایذا میکند چشم را و حضرت مجددی نیز دیدہ گویند کہ ظاہر حدیث استعمال
اوست منقول از امام نووی کہ گفت دیدہ ام کسے را کہ در زمان ما چشم خود را از دست دادہ بود مطلقا بعد از آن بہ آب کماۃ مسح کرد در حیث
اعتقاد بحدیث و تبرک بوی شفا یافت و بعضی گفتہ اند کہ اگر استعمال وی برای تبرید حرارت چشم است بتنہائی است و اگر علت دیگر
است بترکیب و شک نیست کہ ظاہر حدیث علی الاطلاق است و تقیید آن بخلط و ترکیب با دویہ دیگر خلاف ظاہر است یعنے اگر علت
اسمیں یہ ہے کہ کماۃ سے یعنے کھنبی کا پانی آنکھ کیواسطے شفا ہے بلا ترکیب وملانے دوسری دوا کے اور بعضے انگوٹھے کے چومنے
کہ تجربہ سے ثابت ہوا کہ کھنبی کا پانی تنہا بغیر ملانے دوسری دوا کے آنکھوں میں لگانا نقصان پہنچاتا ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ اسکا تنہا ملنا بھی
کرتی ہے کھنبی کا پانی بغیر دوسری دوا کے فائدہ کرتا ہے اور شفا آنکھ کیواسطے ہے چنانچہ امام نووی اپنے زمانے کے بعض مشائخ کا حال بیان فرماتے ہیں

کہ بالکل بینائی جاتی رہتی تھی فقط پانی کھنچے سے اور بسبب اعتقاد صادق کے ساتھ حدیث شریف اور برکت کے ساتھ شفا کامل ہو گئی شیخ
ہیں کہ ظاہر حدیث علی الاطلاق ہونے ظاہر یہ مراد معلوم ہوتی ہے کہ فقط یہی پانی بغیر ملانے دوسری دوا کے شفا دیتا ہے اور
علماء کی قید خلاف ظاہر حدیث کے ہے الغرض مراد ظاہر حدیث تنہا پانی کھنچے سے شفا ہوتا ہے لیکن بشرط اعتقاد و نیت خالص
کامل کے ہو اسیواسطے امام نووی کے زمانہ کے بعض مشائخ کو شفا کامل ہو گئی اور شفا رہنا بالکل نقصان واقع نہ ہوا جو تجربہ سے ثابت
اعتقاد صادق ہونے کی وجہ سے ہو ایسے ہی حدیث تقبیل ابہامین سے جو ثابت ہے کہ عمل تقبیل ابہامین سے آنکھیں نہیں دکھتی ہیں
صادق کے ہو اور آنکھیں دکھنا تجربہ سے ثابت تو وہ وقت نہ ہو اعتقاد صادق کے ہو اگر وہابی لوگ اس جواب کے قبول کرنے میں اور تجربہ
ہونے کے سبب سے حدیث تقبیل ابہامین کو موضوع قرار دیں تو حدیث ترمذی کو موضوع کہیں نعوذ باللہ من ذالک بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جب
تجربہ دلیل موضوع ہونے حدیث کے وہابیہ کے نزدیک ہو تو ایسی مخالفت تجربہ سے قرآن میں بھی جاری ہو سکتی ہیں خدا تعالیٰ قرآن شریف
میں فرماتا ہے یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس یعنے خدا تعالیٰ مکھیوں کے پیٹ سے شربت مختلف رنگوں کا
کہ وہ شہد ہے اور شہد میں شفا ہو واسطے لوگوں کے اگر بعض بیماریوں اور بعض لوگوں کے ساتھ اور بعض حالات کے ساتھ مانند نیت
و اعتقاد صادق کے مخصوص نہ کیا جاوے اور مطلق لیا جاوے کہ خواہ بیماری گرم ہو یا سرد ہو اور خواہ کوئی شخص ہو مزاج اوس
ہو بیمار خواہ دوسرے اور بکار ساتھ مخلوط ہو یا نہ ہو نیت خالص اور اعتقاد صادق ہو یا نہ ہو شہد ہر حالت میں شفا ہو تو یہ بالبداہت تجربہ کے
مخالف ہے جو بعض لامذہب تم کو نزدیک دلیل موضوعیت کی ہو اب نعوذ باللہ من ذالک وہ بعض وہابیہ لامذہب کہیں آیت قرآن
بھی موضوع بنا دیں اور جب ایسا کفر ظاہر کریں الغرض جیسی حدیث و آیت سے علی الاطلاق مراد نہیں بلکہ اعتقاد صادق و نیت خالص
ساتھ ہو تو شفا ہو ایسا ہی حدیث تقبیل ابہامین سے مراد ہے اور مخالفت تجربہ اس حالت اعتقاد صادق و نیت خالص کے
ہو پس حدیث تقبیل ابہامین کو موضوع کہنا وہابیہ کا غلط و فریب دہی عوام ہے اور تقبیل ابہامین کا عمل حدیث مذکور سے ثابت ہے اور حدیث
مذکور قابل احتجاج کے ہے مصنف کے واسطے اسیقدر کافی ہے **قوله** پڑھنا چار سنتوں قبل از جمعہ ثابت نہیں ہوا ہے چنانچہ سفر
میں تحریر ہے اور جب بلال رضہ اذان کہہ چکے پیغمبر صلعم خطبہ شروع کرتے اور کوئی سنت پڑھتے کو نہیں دیکھا اور بعض علما جو جمعہ
سنت کے قائل ہوتے ہیں ظہر پر قیاس کرتے ہیں اور سنت کو ثابت کرنا سنت کا قیاس سے جائز نہیں اور امام لوگ اور عالموں نے جو سنتوں
کی کتابیں تصنیف کی ہیں جمعہ سے پہلے کی روایت نہیں کیا **اقول** وباللہ التوفیق یہ بالکل غلط ہے کہ قبل جمعہ کے جو پہلے پیغمبر
والے نے سنت قبلی کی ہے مقتضای وسعت کند ہمجنس با ہمجنس پرواز ایسے غلط گو کی پیروی کرنیوالے بھی بے علم و نا انصاف
لامذہب ہی ہونگے جیسے سیر الدین کہ شرح سفر السعادت مطبوع مطبع نوالرجود ہر جگہ ملتی ہے اور ہمیں بہت سی روایات سنت قبل از جمعہ
احادیث وغیرہ کتب سے نقل کردی ہیں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اور وہ روایات نقل کرکے تحقیق میں مصروف فرمانے میں

بجز آنکہ ذکر کردہ شد از روایات و اقوال در باب صلوٰۃ پیش از جمعہ عجب است از مصنف کہ گفت علما در سنت پیش از جمعہ چیزی نیاوردہ
اند انتہی یعنے روایات و اقوال جو اوپر گذر گئے ہیں وہ موجود ہوتے ہوئے بھی مصنف کا یہ کہنا کہ قبل از جمعہ کی سنت میں کچھ روایت
علما نے نہیں کیا ہے عجب ہے مصنف سفر السعادت سے اور شیخ عبدالحق دہلوی نے جو کتب احادیث وغیرہ سے روایات و اقوال قبل
جمعہ کی بارہ میں نقل کی ہیں وہ نقل کئے جاتے ہیں تاکہ امیر الدین کی بد الضمانی اور سفر السعادۃ والے کی غلط گوئی معلوم ہو جاوے
چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں اما آنکہ پیش از جمعہ نیز ثابت است ترمذی در جامع خود بابی منعقد کردہ
است بعنوان باب فی الصلوٰۃ قبل الجمعۃ و بعدہا و گفتہ است کہ روایت کردہ شدہ است از ابن مسعود کہ میگذارد پیش از جمعہ چہار رکعت و بعد جمعہ
چہار رکعت و گفتہ سفیان ثوری و عبداللہ بن مبارک بمذہب ابن مسعود رفتہ اند و در جامع الاصول از موطا از زہری از ثعلبہ
بن ابی مالک القرظی می آرد کہ گفت در زمان عمر بن الخطاب نماز میکردند روز جمعہ تا آنکہ بیرون می آمد عمر رضی اللہ عنہ و می نشست بر منبر و اذان
میگفت موذن الحدیث و ظاہر آنست کہ آنچہ در صحیح بخاری از حدیث سلمان آمدہ است کہ ثم یخرج فلا یفرق بین اثنین ثم
یصلی ما کتب لہ ثم ینصت و در صحیح مسلم از ابی ہریرہ کہ من اغتسل ثم اتی الجمعۃ فصلی ما قدر لہ ثم انصت نیز ناظر
بسنت پیش از جمعہ است و سیوطی در جمع الجوامع از ابی ہریرہ آوردہ کہ من کان مصلیا یوم الجمعۃ فلیصل قبلہا
اربعا و بعدہا اربعا رواہ البخاری و در مواہب لدنیہ مذکور است کہ بعض گفتہ اند کہ دو رکعت کہ رسول اللہ صلعم بر سلیک غطفانی
امر کرد بگذاردن آن وقت خطبہ و جمہور بر آن اند کہ آن سنت پیش از جمعہ بود و ہم در مواہب لدنیہ میگوید کہ روایت کردہ ابو داؤد و ابن حبان
از طریق ایوب از نافع کہ گفت بود ابن عمر کہ اطالت میکرد در نماز پیش از جمعہ و بعد از جمعہ دو رکعت در خانہ خود و میگفت کہ چنین میکرد پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم و این حدیث احتجاج کردہ است امام نووی در خلاصہ بر اثبات سنت جمعہ پیش از وی و اعتراض کردہ شدہ است
بر این قول ابن عمر کہ گفت چنین میکرد پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم راجع بفعل اخیر است کہ گذاردن دو رکعت است بعد از نماز در
خانہ بمجموع گذاردن قبل از جمعہ و بعد آن بقرینہ احادیث دیگر و نیز گذاردن نماز پیش از جمعہ اگر مراد بعد از دخول وقت جمعہ است
آنحضرت صلعم خود در وقت زوال بیرون می آمد و مشغول بخطبہ میشد و بعد از وے بنماز جمعہ پس گذاردن نماز پیش از جمعہ
جائز نباشد پس آن نفل مطلق باشد نہ سنت جمعہ انتہی پوشیدہ نماند کہ حصول الیقین بر آمدن آنحضرت صلعم متصل زوال و ثابت
بعد کہ پیش از وی در خانہ نماز نمیکردہ باشد مشکل است و شیخ ابن الہمام میگوید کہ خروج آنحضرت صلعم بعد از زوال بود پس جائز
است کہ بعد گذاردن اربع رکعات باشد و میگوید واجب است حکم کردن بوقوع این چیز از جہت آنکہ ثابت است رغبت در نوافل از عموم
از آنحضرت صلعم میگذارد بعد از زوال آفتاب چہار رکعت و میفرمود این ساعتی است کہ گشادہ میشوند درین ساعت درہای آسمان بحدیث
چنین واجب است حکم کردن در حق صحابہ نیز کہ ایشان می دانستند وقت زوال را چنانکہ موذن بلا اعتماد موذن در دخول وقت

ہین اس اعتراض کا جواب شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ یہ دیتے ہین کہ اسبات کا یقین حاصل ہونا کہ متصل اذان کی جو حضرت
رسول اللہ صلعم باہر تشریف لاتے تہے اور زوال ہو چکتا ہین اور آپکے باہر تشریف لاتے ہین بالکل ذرا سا بہی فاصلہ نہین ہوتا تہا
تو اسکا اثبات کہ بعد زوال کہ مکانمین اسقدر ہی کہ نہین ٹہرتی تہی کہ سنت قبل از جمعہ مکانمین ادا کرین مشکل ہی اور
امام ابن الہمام فرماتے ہین کہ باہر تشریف لانا رسول اللہ صلعم کا بعد زوال کے تہا پس جایز ہو کہ باہر تشریف لانا آپکا بعد
ادا کرنے چار رکعت کے ہو اور فرماتے ہین امام ابن الہمام کہ یہ حکم کرنا کہ بعد ادا کرنے چار رکعت قبل از جمعہ کے رسول اللہ صلعم باہر
تشریف لاتے تہے واجب ہی اسواسطے کہ باب نوافل مین کہ ہیچکا ہی عموم کے طور پر کہ بعد زوال آفتاب کے رسول اللہ صلعم چار رکعت
پڑہتے تہے اور فرماتے ہین کہ یہ ایسی گہڑی ہی کہ اسوقت دروازے آسمان کے کہلے ہوتے ہین اور ایسے ہی واجب ہی حکم کرنا حق صحابہ میں
(کہ صحابہ رض قبل از جمعہ چار رکعت پڑہا کرتے تہے) اسواسطے کہ صحابہ رض وقت زوال کو جانتے تہے جیسا کہ موذن وقت زوال کو جانتا
تہا بلکہ اعتماد موذن کا صحابہ رض کے قول پر ہوتا بارہ دخول وقت کے تہا اور وہ صحابہ رض موذن کو دخول وقت سے آگاہی واعلام
کیا کرتے تہے جیسا کہ حدیث ابن ام مکتوم مین آیا ہی کہ اسکو صحابہ رض وقت ہوجانیکا اعلام وآگاہی کیا کرتے تہے تب وہ اذان کہتے تہے
اگر کہیں کہ مقصود اس بعض کا جو نفی سنت قبل الجمعہ کی کرتا ہی نفی کرنا اس نماز کا ہی جو سنت راتبہ موعدہ جمعہ کی ہین تو اسکو
جوابمین یہ کہیں کہ مقصود اصلی ثابت کرنا ادا کرنا نماز قبل الجمعہ کا ہی اور اسکے لیئے قبل از جمعہ نماز گذارنیکے ثبوت کیواسطے
چار رکعت بعد وقت زوال کا گذارنا آنحضرت صلعم کا کافی ہی دیکہو کہ بعد وقت زوال کے نماز گذارنا عام ہی خواہ بعد وقت زوال
کہ دن جمعہ کا ہو یا غیر جمعہ کا اور نہیں خصوصیت بعد وقت زوال غیر جمعہ کا نہیں ہی جو غیر جمعہ کے ساتہ بعد وقت زوال کی نماز
گذارنا آنحضرت صلعم کا خاص کیا جاوے اور بعد وقت زوال غیر جمعہ کیواسطے علیحدہ دلیل لانا ضرور ہووے پس وہی حدیث
بعد وقت زوال کا گذارنیکی چار رکعت قبل از جمعہ کے ثبوت کیواسطے کافی ہی اور حال یہ ہی کہ وہ چار رکعت بعد وقت زوال کو
سنت ظہر کے وہ لوگ (مخالفین ومنکرین سنت قبل از جمعہ) کہتے ہین پہر وہ سنت کسواسطے نہین ہوسکتی ہین (بعد زوال
غیر جمعہ مین وہ سنت ظہر ہین اور بروز جمعہ وہ چار رکعت قبل نماز زوال سنت جمعہ ہین) پہر کونسی دلیل قایم ہی کہ وقت زوال
بروز جمعہ آپ ہرگز سنت نہین پڑہتے تہے اور جمعہ کو آپنے وقت زوال کو چار رکعت پڑہنے کہ گذری ہی کہ وہ آسمان کو دروازہ کا
کہلا ہوا ہی اس ساعت مخصوص وقت زوال مین کیا وہ وجہ مخصوص غیر روز جمعہ کے ساتہ ہو اور کیا دن جمعہ کو دروازے آسمان
کہ وقت زوال بند ہوجانا ثابت ہی جو دن جمعہ کہ آپ نہین پڑہتے تہے بلکہ وجہ عام گذارنا کہ وقت زوال کو دروازہ دکہا کہلا ہوا
ہوتا ہی دلیل واضح ہی چار رکعت دن جمعہ کو بہی پڑہنے کے اور یہ کہنا کہ دن جمعہ کو بعد زوال کہ اسقدر بہی رسول اللہ صلعم
مکانمین نہین ٹہرتے ہو کہ چار رکعت پڑہ لین بصرف دعوی ہی اسپر کوئی حجت معقول قایم نہین ہی پس وہی حدیث وقت

زوال کو چار رکعت ادا کرنے کے واسطے اثبات سنت قبل جمعہ کا اور بسبب عموم علت سیدنا رسول اللہ صلعم کے کافی ہے مخالف
چاہئے کہ اس حدیث عام الوقوع کو کوئی نص جو خاص کرے ساعت غیر جمعہ کو قائم کرے ورنہ اوس کا قول بلا دلیل ہے کیونکہ
سبب یہ غیر زوال ساعت کا ہے حکم بحالات حدیث نبوی و عمل صحابہ کا ہے اور شرح منیہ کبیری میں ہے واما الاربع قبلها (ای
قبل الجمعة) فلما نقلا فی سنة الظهر من مواظبة علیه الصلاة والسلام علی الاربع بعد الزوال وهو
یشمل الجمعة ایضا ولا یفصل بینهما وبین الجمعة انتهی یعنے چار رکعت سنت قبل الجمعہ کا ثبوت اوس دلیل سے
ہے جو سنت ظہر کے بارہ میں پہلے گذر چکی ہے کہ مواظبت کرنا آنحضرت صلعم کا ہے اوپر رکعت سنت کے بعد زوال کے ہے وہ شامل
قبل جمعہ کا سنت کو بھی اور سنت قبل ظہر و سنت قبل جمعہ میں فصل و فرق کا ہے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے اور سنت قبل ظہر کا
کے واسطے جمعہ کا حوالہ بیان صاحب شرح منیہ سے رہا یہ حدیث صاحب شرح منیہ کبیری نے ذکر کی ہے عن ابی ایوب الانصاری
کان علیه السلام یصلی بعد الزوال اربع رکعات فقلت ما هذه الصلوة التی تداوم علیها فقال
هذه ساعة تفتح فیها ابواب السماء فاحب ان یصعد لی فیها عمل صالح فقلت افی کلهن قراءة قال
نعم قلت ابتسلیمة واحدة ام بتسلیمتین فقال بتسلیمة واحدة رواه ابو داود والترمذی وفی طریقه
ابو عبیدة بن معتب ابو عبد الکریم الضبی الکوفی قال ابن عدی یکتب حدیثه روی عنه الثوری
وشعبة وهشیم ووکیع وجریر بن عبد الحمید وجماعة وروی محمد بن الحسن فی موطاه ثنا بکیر
بن عامر البجلی عن ابراهیم والشعبی عن ابی ایوب الانصاری انه علیه السلام کان یصلی اربعا
اذا زالت الشمس فسأله ابو ایوب عن ذلک .... عن ذلک فقال ان ابواب السماء
تفتح فی هذه الساعة فاحب ان یصعد لی فی تلک الساعة خیر قلت افی کلهن قراءة قال
نعم قلت ایفصل بینهن بسلام قال لا اس حدیث ابو داؤد و ترمذی و موطا امام محمد سے واضح ہو کہ رسول اللہ
چار رکعت بعد زوال پڑھا کرتے مواظبت و ہمیشگی فرماتے اس مواظبت و ہمیشگی کرنے آنحضرت صلعم ایک تو استعمال کان کا ساتھ صیغہ مضارع
کی دلالت کرتا ہے اور دوسرے لفظ تداوم علیہا سے صراحۃ مداومت فرمانا آپ کا چار رکعت بعد زوال پر ثابت ہوتی ہے دوسری وہ علت جو خود آنحضرت نے
کہ اس ساعت بعد زوال میں دروازے آسمان کے کھولے جاتے ہیں میں دوست رکھتا ہوں کہ اس ساعت میں میرے عمل صالح آسمان پر چڑھے
اور قبول ہوں اور آپ کے فعل خیر کو مخصوص ساتھ اس وقت میں حریص ہیں تو بغیر کسی مانع کے ترک کرنا آپ کا بعید ہے اسی پر یہ مضمون اس حدیث کا ہے
جس پر مداومت و ہمیشگی کرنا آپ کا چار رکعت بعد زوال پر ثابت ہوئی صحت مذاکرے میں کہ آنحضرت صلعم روز جمعہ کو بھی چار رکعت
زوال پڑھتے تھے یہ ثبوت الفاظ حدیث سے ہی ہوتا ہے اور قیاس سے بھی یہ بھی واضح ہو کہ یہ کہنا کہ چار رکعت سنت قبل جمعہ میں کچھ حدیث

ہی نہیں اور جو بدعت قبل جمعہ کے قائل ہیں تو وہ قیاس سے ثابت کرتے ہیں غلط محض ہے مسلمانو تمکو چاہیے کہ ان لامذہبیوں کو عمل بالحدیث کا ادعا
کو دیکھیں اور احادیث جو بر ہو گئے ہیں کیسے چلو دیا اور انکے مسودوں کو دیکھیں سبحان اللہ عامل بالحدیث المروی ہو سکے ہوتے ہیں کہ روایات کتب موجود
ہوں اور کسی کا قول غلط کو پیش کرتے ہیں کہ کچھ روایت نہیں کیا ہو سو ترک عمل بالحدیث ہوا یا نہیں بالغرض اگر احادیث کی کسی نے
تضعیف ہی کی تو کیا روایات صحیحہ ضعیفہ موضوع ہو جاتی ہیں اور کیا یہ بات درست ہے کہ روایت نہیں کیا ہو اور کیا بعض کے نزدیک کوئی
حدیث ضعیف قرار پائی تو دوسرے کے نزدیک بھی اوسکا ضعیف ہونا ضروری ہو اور کیا جو حدیث باعتبار رواۃ کے ضعیف ہو تو وہ تعدد طرق کے
باوجود سوائے عمل علماء کا ہونے قابل حجت نہیں ہو سکتا ہو اسکے نزدیک اگر کسی امر میں حدیث خاص نہ ہو تو حدیث عام اوسکی حجت نہیں
ہو سکتی یہاں تو احادیث خاصہ عامہ و عمل صحابہ وغیرہ سب اوپر کی عبارات سے واضح ہیں یہ بدعت قبل جمعہ کا انکار اور اسکے بارہ میں روایت
کرنیکا انکار کرنا سراسر جہل و ناانصافی ہے کہ لامذہبیوں کی بیدینی و خیانت فی الدین جانتا چاہیے اور انکو مخالفت حدیث نبوی کا یقین کرنا چاہیے اور
انکے ادعا عمل بالحدیث کو جھوٹا جانتا چاہیے فقط واسطے دہوکہ دہی عوام کے یہ ادعا عمل بالحدیث کا کرتے ہیں جیسے روافض محبت اہل بیت
کا ادعا کرتے ہیں اور انکے سب کرتوت عیوب کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں الموسوی یہ فرقہ لامذہبیہ کا ہو اب رہی یہ بات کہ امیر الدین نے کیا ہوں
کی مجلس کو اور صلوۃ کبیر کو دن جمعہ کے واسطے تاکید علامہ کی اور بعد جمعہ کے مصافحہ کرنا شرک کیا ہو کہ یہ بدعت جانتے ہیں جیسے اسی امیر الدین اور
انکے معتقد اونکی تقلید امام حسین کی بدعت جانتے اور محفل میلاد شریف کی بدعت جانتے کی غلطی واضح ہو گئی ایسے ان چیزوں کو بدعت
جاننا اوسکا غلط محض و افترا جانتا چاہیے اسیقدر اسکو کہنا چاہیے کہ تمہارے معتقد اون علامہ اسمٰعیل دہلوی و نذیر حسین وغیرہ نے جو بدعتے
بدعت کی بیان کی ہے وہ بالکل غلط و بیجا ہے و جہالت و سفاہت والی ہیں اور بدعت سیئہ کا ثبوت کیا واسطے مخالفت قرآن یا حدیث یا
اجماع یا اثر سے ثابت کرنا یا مخالفت اعتقاد اہل سنت سے ثابت کرنا بجبر لازم ہو بغیر اس ثبوت دیے ان چیزوں کو بدعت کہنا تو اقوال علماء
مجتہد حنفیہ و شافعیہ اپنی کتب میں مصافحہ بعد نماز عصر وغیرہ کو بدعت حسنہ فرماتے ہیں لامذہبیوں کا یہ قول باطل ہے بدعت سیئہ
اوسکو بتانا بغیر صادق آنے تعریف بدعت سیئہ کیونکر مسلمان دیندار منصف مزاج قبول کر سکتا ہو دیکھو درمختار میں ہے کالمصافحۃ
ای کما تجوز المصافحۃ لانہا سنۃ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من صافح اخاہ المسلم وحرک
یدہ تناثرت ذنوبہ واطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والمجمع والملتقی وغیرہا
تفید جوازہا مطلقا ولو بعد العصر وقولہم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ
انتہی بقدر الحاجۃ اس عبارت درمختار سے واضح ہو کہ درر و کنز و وقایہ و نقایہ و مجمع و ملتقی وغیرہ سے مطلق مصافحہ اگرچہ بعد عصر کے ہو
جائز ہونا ثابت ہوا اور یہ کہنا علماء کا جو ہے کہ بعد عصر کے مصافحہ بدعت ہے تو اس سے مراد بدعت حسنہ ہو جیسے ہی امام نووی کی اذکار میں ہے امام
نووی امام شافعی رح کی کتاب اذکار کی عبارت یہ ہے اعلم ان المصافحۃ مستحبۃ عند کل لقاء واما ما اعتادہ الناس من

المصافحۃ بعد صلوٰۃ الصبح والعصر فلا اصل لہ فی الشرع علی ھذا الوجہ ولکن لا باس بہ فانہ اصل المصافحۃ سنۃ
وکونہم حافظوا علیہا فی بعض الاحوال وفرطوا فی کثیر من الاحوال واکثرھا لا یخرج ذلک البعض عن کونہ
من المصافحۃ ورد الشرع باصلہا اس قول امام نووی شافعی سے واضح ہے کہ بعد نماز عصر یا صبح کے مصافحہ کرنا اگرچہ اس وجہ
مخصوص کے ساتھ شرع میں بے اصل ہے لیکن کچھ خوف اسمیں نہیں ہے کیونکہ اصل مصافحہ سنت ہے اور لوگوں کا بعض وقت مصافحہ پر محافظت
اور اکثر بہت اوقات میں اسمیں کمی کرنا یعنے مصافحہ نکرنا اوس مصافحہ کو جو بعض وقت کیا جاتا ہے اوس اصل مصافحہ سے جو شرع سے ثابت ہے نکال
نہیں دیتا ہے یعنے یہ بعض وقت کا مصافحہ یعنے بعد نماز صبح وعصر کا اصل مصافحہ شرعیہ سے خارج نہیں ہوتا ہے اس قول سے حنفیہ وشافعیہ
سے مصافحہ مخصوصہ بعد نماز صبح وعصر کا جواز ثابت ہے علامہ شامی نے اس عبارت امام نووی کے بعد شیخ ابو الحسن بکری کا قول ذکر کیا ہے کہ
یہ نماز صبح وعصر کی قید امام نووی کے زمانہ کے موافق ہے ورنہ تمام نمازوں کے بعد مصافحہ کا یہی حکم ہے یعنے جائز ہے پھر علامہ شامی نے ذکر کیا کہ شیخ الاسلام
حافظ ابن حجر سے بھی منقول ہے اور شمس الائمہ نے اسپر فتوی دیا ہے یعنے جواز مصافحہ مذکورہ پر اور اس بارہ میں شمس الائمہ نے مصافحہ کی بابت
میں نصوص نیز احادیث عامہ جو وارد ہیں اونسے دلیل اس مصافحہ کے جائز ہونے کی پکڑی ہے پھر علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ یہی جو اوپر مذکور ہوا
یعنے جواز مصافحہ مذکورہ یہ ہے وہ موافق ہے اوسکے جو شارح نے یعنے صاحب درمختار نے ذکر کیا ہے اطلاق متون سے پس تمام اقوال مصافحہ
مذکورہ کے جواز میں اور فتوی دینا شمس الائمہ حلوانی کا جس سے معلوم ہوجاوے کہ قوی یہی ہے کہ مصافحہ بعد نماز صبح وغیرہ کے جائز
ہو علامہ شامی نے بیان کر کے اسکے بعد یہ فرماتے ہیں کہ لکن قد یقال ان المواظبۃ علیہا بعد الصلوٰۃ خاصۃ قد یؤدی
الجھلۃ الخ یہاں صیغہ تمریض قد یقال کا جو دال ہے بنا بر اصطلاح علماء کے ضعف پر جس سے ثابت ہے کہ علامہ شامی نے بعد اقوال ضعیفہ
کو ذکر کرنا شروع کیا ہے کہ بعد نماز کے خاصکر مواظبت کرنا مصافحہ پر جاہل کو اعتقاد میں اسی اعتقاد کیطرف منتقی ہوتا ہے کہ خاص ان
اوقات میں ہی سنت ہے اور ان اوقات میں مصافحہ کرنیکو دوسرے وقت کے مصافحہ پر فضیلت وزیادت ہے اور سلف نے ان اوقات میں نہیں
کیا ہے اور صحابہ رضوان بعد نماز کے مصافحہ نہیں کیا ہے اس سبب سے یہ مصافحہ مکروہ ہے اور اسی سبب سے بھی مکروہ ہے کہ سنتوں سے روافض کے
ہے اور ابن حجر نے کہا ہے کہ بدعت مکروہ ہے کہ شرع اسکو اصل تنبیہ کیجاوے یعنی منع کیجاوے اور ابن حاج مالکی نے بدعت کہا ہے ان تمام اقوال میں
کسی پر فتوی دینا بھی کسی محقق ومرجح قابل ترجیح کا شامی نے نہیں ذکر کیا اور اسکے مقابل کا قول یعنے جواز مصافحہ مذکورہ جو فتوی دینا
شمس الائمہ کا بھی ذکر کیا علامہ شامی نے اور ان اقوال کو جب ساتھ صیغہ تمریض یعنے قد یقال کہکر ذکر کیا تو ان اقوال کا ضعیف و
مرجوح ہونا علامہ شامی کی طرز بیان سے واضح ہے اور مرجوح وضعیف قول کا حال اوپر بیان تقلید امام معین میں گذر چکا ہے ان الحکم
والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع یہ عبارت مذکورہ درمختار میں ہے اور رد المحتار جلد رابع صفحہ ۱۵۹ میں ہے
قال العلامۃ القاسم لیس للمقلد ان یحکم بالضعیف لانہ لیس من اھل الترجیح فلا یعدل عن

الصحیح الا لقصد غیر جمیل ولو حکم لا ینفذ لان قضاءه قضاء بغیر الحق لان الحق هو الصحیح وقال ابن الغرس
واما المقلد المحض فلا یقضی الا بما علیه العمل والفتوی انتہی ملخصاً یہ عبارت ہی اور گذ چکی ہو اس سے ثابت
ہوا کہ مقلد کو قول ضعیف کے موافق حکم کرنا درست نہیں ہو اور اسکا صحیح قول ہو نہ ہو شاذ اور ضعیف پر حکم کرنا بسبب قصد و نیت غیر
جمیل کی لینے بسبب قصد مذموم ہوتا ہو اور اسکا حکم اسواسطے جاری نہیں ہوتا ہو کہ اوسکا یہ ضعیف قول کے موافق حکم کرنا حکم غیر حق کا ہو
کیونکہ حق وہی قول صحیح ہو پس مصافحہ مذکورہ کے کراہت کا قول ضعیف ہوا اور مصافحہ مذکورہ کے جواز کا قول مفتی بہ و قوی اور صحیح
ہوا تو مصافحہ مذکورہ کی کراہت غیر حق کا ہو اور حق وہی جواز مصافحہ اوقات مذکورہ میں بغیر کراہت کے ہو اسواسطے مجھے بیان کردیا
کہ اقوال کراہت منقولہ شامی کو دیکھکر ناقص العلم لوگ دھوکہ ہوئے اور اقوال کراہت مذکورہ کا ضعیف ہونا ہمارے اقوال بالا سے اونہیں
سمجھ سکتے ہیں اور یہ وجہ بھی ان اقوال کی ضعیف ہونیکی ہو کہ اس مصافحہ بعد نماز صبح و عصر پر تعامل مسلمانوں کا واقع ہو خود امیر الدین
اس تعامل اور رواج کا مقر ہو اور اسکا یہ قول ہو امر ہر روز بعد نماز صبح و عصر کے مصافحہ کرنیکو بدعت سمجھتے ہیں چنانچہ اس کام کا رواج اس
ملک کوکن میں ہو) راقم کہتا ہی کہ تمام بلاد میں مصافحہ پس ہو اس مصافحہ کا رواج ہو اسیواسطے امام نووی وغیرہ مصنفین اپنے
زمانوں کے موافق ان وقتوں خاص کی تصحیح کرتے ہیں پس تعامل و عادت اس مصافحہ پر واقع ہونا ثابت ہو جب اس مصافحہ سے لوگون
کو منع کیا جاویگا تو لوگ انکا نا حق عادت سو ہوگا اور یہ سخت حرج ہو رنج دیا جاتا ہو کہ عادت سو نکالنا خصوصاً عام جبکہ لوگ انکا حرج
دنگی ہو اور حرج مرفوع ہو آیت ما جعل اللہ علیکم فی الدین من حرج سے اور عادت سے نکالنے میں حرج ہو جسکے سبب سے ہو فتوے
جواز کا مشتبہ ہے میں در مختار میں جو یہ ہو ومن باع ثمرة بارزة اما قبل الظهور فلا یصح اتفاقا فان ظهر صلاحها او لا صح
فی الاصح ولو برز بعضها دون بعض لا یصح فی ظاهر المذهب وصححه السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز
لو الخارج اکثر اس سے واضح ہو کہ جو پھل درخت کی بعضے نکلے ہیں اور بعضے ابھی نہیں نکلے ہیں آگے کو نکلیں گے تو ظاہر میں اونکی
بیع صحیح نہیں ہو سرخسی نے اسکی تصحیح کی ہو اور حلوانی نے انکے جواز کا فتوی دیا ہو اگر اکثر نکل گئے ہوں تو اوسکی تحت میں شامی
کی جلد رابع صفحہ ۵۹ میں ہو وقال استحسن فیه لتعامل الناس وفی نزع الناس عن عادتهم حرج الخ
اگرچہ ظاہر مذہب میں یہ بیع ناجائز ہو مگر بیان کیا ان لوگوں کا عادت سو ہو عام آ گیا ہو واسطے سبب کے ظاہر مذہب کے خلاف دفع حرج کیواسطے
فتوی جواز کا منتقل ہو دیا ہو بیان مصافحہ مذکورہ میں ہو کہ نزع از عادت میں حرج ہو پس مستحسن ہی یہ مصافحہ بلا کراہت جائز ہو اور وجوہ
کراہت جو لوگ پیش کیا کرتے ہیں اور وہ علامہ شامی نے نقل کی ہیں اگر تمام ہوجاویں تو وہ وجوہ قیاسیہ ہیں اور یہ وجہ استحسان راجح ہو پس قول
کراہت مرجوح ہو ضعیف ہو اور اوسکے موافق فتوی و حکم دینا جہالت و خرق اجماع و غیر حق ہو ایسی ہی الصلوۃ والسلام بعد
السلام کی ہو اوسپر بھی تعامل واقع ہو اور تعامل قائم مقام اجماع کی ہو پس وہ بھی دلیل شرعی سے ثابت ہو اور رغایۃ الاوطار میں ہو

در المختار مولوی خرم علی اور مولوی محمد احسن صدیقی نے کہ دونوں ملا اسمٰعیل کے تابعین میں سے ہیں کچھ بھی طرف اپنے فہم و عقیدہ
کے سوائے کہا ہو تو وہ ہم پر حجت نہیں ہے اور ایسے ہی ملا قطب الدین دہلوی کا اردو ترجمہ مشکوٰۃ کا ہے کہ بعض جا انہیں ملا قطب
دہلوی (اگر وہ بھی ملا اسمٰعیل کی بعض باتوں میں تابع ہیں) نے کچھ کہا ہو تو ہم کو اوس سے کیا علاقہ ان دونوں کتابوں کو دیکھے کہ جو امیر الدین
کہتے ہیں تو شاید اسے ایسے علمی کرتب سمجھی ہیں جیسا جان لیا ہے وہ اصل در مختار ہے اور اصل مشکوٰۃ ہے اور ان میں انکار نہیں ہے
امیر الدین کو انکار ہے اسی واسطے مصافحہ بعد نماز عصر و صبح جو در مختار میں ہے جیسا کہ ابھی اوپر معلوم ہو چکا ہے اور ایسے ہی صلوٰۃ
ودن جمعہ پنے واسطے اعلام کے بھی اوس میں موجود ہیں ان دونوں کو وہ بیچارہ امیر الدین نہیں مانتا ہے جب وہ اصل در مختار کو نہیں
مانتا ہے تو مولوی خرم علی و محمد احسن نے اپنے عقیدہ کے موافق جو کچھ کہا ہوگا تو اوس کو ہم اہلسنت و جماعت کیونکر مان سکتے ہیں غرض
یہاں تک تمام اقوال امیر الدین کا جواب ہو چکا اب خدا تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بطفیل جناب رسالت مآب صلعم کے ہمارا
خاتمہ بالخیر کرے اور عافیت دنیا و آخرت میں دے اور ان وہابیہ کو ہدایت پہنچاوے اور ضلالت و غوایت سے چھڑا دے

آمین یا رب العلمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ
اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

حررہ المفتقر الی ربہ القدیر
محمد نذیر المعروف بنذیر احمد
خان عفی عنہ

جو کچھ مجیب نے دربارہ تقلید وغیرہ کے ارقام فرمایا ہے موافق قول جمہور اہلسنت و جماعت کے ہے خدا تعالیٰ جزائے خیر دے
المفتقر الی اللہ عبد الغفور
عن الآفات والشرور

ہٰذا مصیب و مسلم
مولف علامہ نے جو اس رسالہ میں دربارہ تقلید وغیرہ تحقیق کی ہے سب صحیح اور مطابق مذہب جمہور اہلسنت و جماعت کے ہے جزاہ اللہ خیرا حررہ الفقیر محمد عبید اللہ جعل اللہ آخرتہ خیرا من اولاہ

جو لوگ تقلید سے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور مقلدوں کو کافر و مشرک کہتے ہیں وہ خود تقلید سے باہر نہیں ہیں جب یہ بات ہے تو مقلدین کے خلاف کفر اور شرک کی نسبت کرنا گویا اپنے تئیں مشرک ٹھیرانا ہے اور حدیث من رمی مسلما الا آخر الحدیث سے یہی مسائل کا جواب ہے واللہ اعلم محمد عبد القادر عفا عنہ

مصنف رسالۃ ہذا نے دربارہ تقلید وغیرہ جو کچھ تحقیق فرمائی ہے سب درست و صحیح ہے جزاہ اللہ خیرا حررہ المسکین
محمد یاسین عفی اللہ عنہ

رأیت ہذا الجواب فوجدتہ
موافقا للحق والصواب کتبہ
عبد الرحیم عفی عنہ

قریب مولفہ رسالہ ہذا کی عمدہ تحریر ہے اپنی اعتقاد تحریر ہے ہر فقرہ متعلق تقلید موافق کتب اہل السنہ والجماعت استدلال ہے جزاہ اللہ تعالیٰ جزاء حسنا کتبہ خادم الطلبہ
القاضی اسمٰعیل المبری
عفی اللہ عنہ

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ مسائل مستنبطہ میں عامی جیسے غیر مجتہد کو تقلید مذہب معین کا ائمہ اربعہ میں سے لازم ہے چنانچہ
علامہ مصنف رسالہ ہٰذا نے اسکی تحقیق بخوبی کی ہے اور مولود شریف وگیارہویں وتہلیل فی زماننا مروجہ درست وموجب ثواب ہیں
ہے چنانچہ فتاوی حدیثیہ میں مرقوم ہے وسئل نفع اللہ بہ عن حکم الموالد والاذکار التی یفعلہا کثیر من الناس فی ہذا الزمان
هل هي سنة ام فضيلة ام بدعة فان قلتم انها فضيلة فهل ورد في فضلها اثر عن السلف او شيء من الاخبار وهل الاجتماع
للبدع المباح جائز ام لا فاجاب بقوله الموالد والاذكار التي تفعل عندنا اكثرها مشتمل على خير كصدقة وذكر وصلاة
وسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم ومدحه سنة تشتمله الاحاديث الواردة في الاذكار المخصوصة
والعامة كقوله صلى الله عليه وسلم لا يقعد قوم يذكرون الله تعالى الا حفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة
ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله تعالى فيمن عنده رواه مسلم وروى ايضا انه صلى الله عليه وسلم قال لقوم
جلسوا يذكرون الله تعالى يحمدونه على ان هداهم للاسلام اتاني جبرئيل عليه الصلاة والسلام فخبرني ان
الله تعالى يباهي بكم الملائكة وفي الحديثين اوضح دليل على فضل الاجتماع على الخير والجلوس له وان
الجالسين على خير كذلك يباهي الله بهم الملائكة فاي فضائل اجل من هذه وقول السائل نفع الله به وهل
الاجتماع للبدع المباحة جائز جوابه نعم هو جائز قال العز بن عبد السلام رحمه الله البدعة فعل ما لم يعهد
في عهد النبي صلعم وتنقسم على خمسة احكام يعني الوجوب والندب الخ وطريقة معرفة ذلك انه تعرض البدعة
على قواعد الشرع فاي حكم دخلت فيه فهي منه فمن البدع الواجبة تعلم النحو الذي يفهم به القرآن والسنة ومن
البدع المحرمة مذهب نحو القدرية ومن البدع المندوبة باحداث نحو المدارس والاجتماع للخير ومن البدع
المباحة المصافحة بعد الصلاة الخ وفي الحديث كل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار وهو محمول على المحرمة
الخ اس عبارت مذکورہ سے صاف واضح ہو کہ جو مولود شریف وگیارہویں وتہلیل اس ہمارے زمانہ میں پڑھے جاتے ہیں اور
اور جہاں کا مجلسیں اس کے لئے کئے جاتے ہیں اور کھانے کھلائے جاتے ہیں یہ سب درست ہیں اور منع کرنیوالا منکر احادیث مذکورہ کا
اور مخالف جمہور علماء کا ہے اور بعد نماز صبح وعصر مصافحہ کیا جاتا ہے وہ بدعت مباحہ ہے اور جو اس ملک میں اشعار وغزلیات شان
خدا ونعت رسول صلعم مجلس مولود شریف میں پڑھا کرتے ہیں وہ درست ہیں اور پڑھنے والا اور پڑھوانیوالا اور سننے والا سب کے
سب لائق ثواب اور منکرین لائق عتاب ہیں چنانچہ فتاوی حدیثیہ میں مذکور ہے وسئل نفع اللہ بہ عما تفعلہ طوائف الیمن
وغیرہم من اجتماعہم وانشادہم اشعارہم المدائح مع ذکر مسجع ہل ہو ذکر اولا وہل فرق بینہ وبین الاشعار
الغزلية والمدائح وهل منعه احد من العلماء وان كان فما سبب منعه فاجاب نفع الله بعلومه بقوله

الانشاد الشعر وسماعه ان كان فيه حث على خير او نهى عن شر او تشويق الى الناس باحوال الصالحين والخروج
عن النفس ورعوناتها وحظوظها والتأدب والجد في التحلي بالمراقبة في كل نفس ثم الانتقال الى شهود
الله في كل ذرة من ذرات الوجود والعبادات كما اشار اليه الصادق المصدوق صلى الله عليه وسلم
بقوله الاحسان ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك فكل من الانشاد والاستماع سنة
والذي نسمعه عن اليمنية وغيرهم انهم لا ينشدون في مجالس ذكرهم الا ما فيه شيء مما ذكرناه والمنشد
والسامعون ماجورون مثابون ان صلحت نياتهم وصفت سرائرهم اه اور مؤذن روز جمعہ کا قبل از نماز
سنت جمعہ صلوٰۃ پڑھنا یہ اگرچہ بدعت ہو لیکن بدعت حسنہ میں سے ہو کیونکہ اسی ملک میں یہ عادت ہوگئی ہو کہ تحیۃ المسجد ادا
کرنے کے واسطے اور ادا کرنے سنت جمعہ کی صلاۃ مؤذن کا انتظار کرتے ہیں سبب بطور اعلان مؤذن الصلوٰۃ رحمکم اللہ والصلوٰۃ
پڑھتا ہو تاکہ سب کو معلوم ہو وے کہ جمعہ کی نماز کا وقت ہوا جیسا کہ تحفہ ابن حجر اور حاشیہ علامہ باجوری اور حاشیہ فتح المعین اعانۃ
الطالبین اور در مختار وغیرہ کتب فقہ میں موجود ہو دیکھ لیجئے اور قبل پڑھنے خطیب کے منبر پر مؤذن کا پڑھنا ان اللہ وملئکتہ
یصلون علی النبی الآیۃ اور حدیث اذا صعد الخطیب الخ پڑھنا جو مکو عرب میں ترقیہ کہتے ہیں وہ بھی درست ہو اگرچہ بدعت
حسنہ ہو جیسا کہ شامی اور تحفہ و دوسرے کتب فقہ میں مصرح ہو والترقیۃ المتعارفۃ الخ ای من قراءۃ آیۃ ان اللہ
وملئکتہ والحدیث المتفق علیہ اذا قلت لصاحبک یوم الجمعۃ انصت والامام یخطب فقد لغوت
اقول وذکر العلامۃ ابن حجر فی التحفۃ ان ذلک بدعۃ لانہ حدث بعد الصدر الاول لکنہا حسنۃ لحث
الآیۃ علی ما یندب لکل احد من اکثار الصلاۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا سیما فی
ہذا الیوم ولحث الخبر علی تاکد الانصات المفوت ترکہ لفضل الجمعۃ بل الموقع فی الاثم عند الاکثر
من العلماء واقول یستدل لذلک ایضا بانہ صلی اللہ علیہ وسلم امر من یستنصت لہ الناس عند
ارادتہ خطبۃ منی فی حجۃ الوداع فقیاسہ انہ یندب للخطیب امر غیرہ بالاستنصات وہذا ہو شان المرقی
فلم یدخل ذکرہ الخبر فی حیز البدعۃ اصلا وذکر نحوہ العصر الرملی عن الرملی وائمۃ الشافعی اھ اس عبارت علامہ شامی
سے صاف ظاہر ہے کہ ان اللہ وملئکتہ اور حدیث شریف بطریق مذکور اس ملک کی قبل از خطبہ پڑھنا سنت ہو جیسا کہ حدیث سے ثابت ہوا اور
ابن حجر نے اسی ترقیہ کو بدعت حسنہ میں سے کہے ہیں سو جو صورت میں ثواب ہو خالی نہیں اور منکرین کو جو موجودہ کرکے کہا حاصل نہیں اور وقت
پڑھنے خطیب کے منبر پر اور درمیان دو خطبہ کے بعد بیٹھنے خطیب کے مؤذن کا دعا اللہم اعز الاسلام الخ اور اللہم اختم لنا بالخیر
کا پڑھنا بھی درست ہو کیونکہ وہ اوقات قبولیت دعا کا ہو پھر منع کیوں کر کیا جاوے چنانچہ صحیحین وغیرہ کا میں ہو بخبر جل اللہ